معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات

www.KitaboSunnat.com

مقالات سیمینار

مرتبین
اوصاف احمد
عبدالعظیم اصلاحی

ادارہ علوم القرآن
پوسٹ بکس نمبر ۹۹، شبلی باغ، علی گڑھ، یوپی-۲۰۲۰۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات

مقالات سیمینار

مرتبین

اوصاف احمد

عبدالعظیم اصلاحی

ادارہ علوم القرآن

پوسٹ بکس نمبر ۹۹، شبلی باغ، علی گڑھ، یوپی-۲۰۲۰۰۲

Ph No.(0571)2720311

Website: www.alquran.in

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلۂ مطبوعات ادارہ علوم القرآن

نام کتاب	:	معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات
مرتبین	:	اوصاف احمد
		عبدالعظیم اصلاحی
صفحات	:	۲۵۶
مطبع	:	.....
طبع اول	:	۲۰۱۱
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	۱۶۰/-

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر

ادارہ علوم القرآن

پوسٹ بکس نمبر ۹۹، شبلی باغ، علی گڑھ، یوپی-۲۰۲۰۰۲

Ph.No:0571-2720311

Website: www.alquran.in

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مقدمہ	عبدالعظیم اصلاحی	۵
کلیدی خطبہ	اوصاف احمد	۱۳
قرآنی معاشیات پر ادبیات کا ایک مختصر جائزہ	عبدالعظیم اصلاحی	۲۳
قرآنی نظام معیشت کی بعض خصوصیات	نسیم ظہیر اصلاحی	۳۹
قرآن کی چند معاشی تعلیمات اور معاشرے سے ان کا ربط	محمد عمر اسلم اصلاحی	۵۸
فساد فی الارض کا مالی اور معاشی پہلو قرآن مجید کی روشنی میں	محی الدین غازی	۸۴
قرآنی معاشرہ، معیشت اور تجارت ایک مختصر خاکہ	شاہ محمد وسیم	۱۰۲
اسلام میں ربا کی تحریم-مختلف جہات کا تنقیدی تجزیہ	محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱۲۱
قرآن مجید میں افزائش دولت کا تصور-ایک جائزہ	ابوسفیان اصلاحی، جامعی	۱۶۲
اسلامی نظام وراثت میں عورت کا حصہ	محمد رضی الاسلام ندوی	۱۸۲
نظام المیراث فی القرآن	محمد عنایت اللہ اسد سبحانی	۲۰۰
رپورٹ	زبیر عالم اصلاحی	۲۵۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرکاء کا تعارف

پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی	پروفیسر اسلامک اکنامکس ریسرچ سنٹر، جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدہ
ڈاکٹر اوصاف احمد	سابق صدر شعبہ کارخاص اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، جدہ
	B-89, Sector 27 نوئیڈا، یوپی، انڈیا
مولانا نسیم ظہیر اصلاحی	استاذ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ
مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	استاذ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ
ڈاکٹر محی الدین غازی	دارالشریعہ، اسلامک بینک، دبئی
پروفیسر شاہ محمد وسیم	سابق پروفیسر وڈین فیکلٹی آف کامرس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی	سابق صدر شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
مولانا ابوسفیان اصلاحی جامعی	استاذ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	نائب مدیر، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ
ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد سبحانی	ڈائرکٹر کلیۃ القرآن، جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، کیرالا
جناب زبیر عالم اصلاحی	رفیق ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڑھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

عبدالعظیم اصلاحی

ادارہ علوم القرآن کی جانب سے ''معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات'' کے موضوع پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات کا مجموعہ قارئین کی نذر کرتے ہوئے ہمارا دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور جذبۂ شکر و سپاس سے لبریز ہے۔ اب تک ادارہ اس طرح کے چار مجموعے شائع کر چکا ہے، تین مجلّہ علوم القرآن کے خاص نمبر کے طور پر اور ایک منفرد کتابی شکل میں۔ یہ مجموعہ بھی ہم کتابی شکل میں الگ سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

معاش کا مسئلہ انسان کے بنیادی اور اہم ترین مسائل میں سے ایک رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ میں عقائد و عبادات اور عائلی معاملات کے بعد اس مسئلہ پر سب سے زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ قرآن کریم نے معاشی امور کی بعض تفصیلات بھی بیان کی ہیں جیسے تقسیم وراثت، تقسیم غنائم و فئ، مصارف زکاۃ و مالی کفارات وغیرہ اور بعض مجمل تعلیمات دی ہیں جیسے فقراء و مساکین کی دستگیری، فاقہ کشوں کی مدارات، اقرباء و اُعزہ کی مدد، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی حاجت برآری نیز اس سلسلہ میں کچھ بنیادی معاشی اصول بھی دیے ہیں جیسے یہ کہ دولت کی گردش چند اہل ثروت کے درمیان نہ رہے، اسراف و بخل کے درمیان میانہ روی کی ہدایت، سود کی ممانعت، زکاۃ و صدقات کا فروغ، لین دین میں سچائی اور ایمان داری کی ضرورت اور اس کے لیے تحریری دستاویز کی پابندی وغیرہ۔ عصر حاضر میں سماجی علوم میں معاشیات کو جس قدر قرآن کی روشنی میں حل کرنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی گئی ہے علم کی دوسری شاخیں اس سے بے بہرہ ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ قرآن وحدیث میں اس موضوع پر بے شمار ہدایات ہیں۔ انسانی زندگی میں معاشی مسائل کی اہمیت اور کتاب اللہ میں اس پر شدت اعتنا کی وجہ سے یہ بات عین مناسب معلوم ہوئی کہ خاندانی مسائل اور قرآنی تعلیمات کے بعد انسان کے معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات کو سیمنار کا موضوع بنایا جائے۔

اس سیمنار کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں صدر ادارہ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی کی رہنمائی میں ادارہ کے کارکنان اور ان کے وابستگان واحباب نے جس لگن سے کام کیا یہ انہی کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے شعبہ اقتصادیات، کامرس، بزنس اڈمنسٹریشن نیز مہمان خانہ کے ذمہ داروں نے جو تعاون کیا ہم اس کے لیے ان کے مشکور ہیں۔ ان کے اخلاص کے احترام میں ہم ان کے نام کے ذکر سے احتراز کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ان کے تعلق کو اللہ تعالیٰ اور بڑھائے اور ان کی نیکیوں میں اضافہ فرمائے، البتہ ہمت افزائی کے پیش نظر مدرسۃ الاصلاح کے تازہ فارغین اور ادارہ کے وابستگان عزیزان زبیر عالم، ابوسعد، سیف اللہ اور محمد اسماعیل کا ذکر ضروری ہے۔

یہ سیمنار ۲۸-۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۶-۷ نومبر ۲۰۱۰ء کو ادارہ علوم القرآن کے لائبریری ہال میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر عرفان احمد خاں نے جو شکاگو جیسے دور دراز مقام سے قرآن کی نسبت سے سفر کی زحمت اٹھا کر تشریف لائے تھے کرسی صدارت کو رونق بخشی، کلیدی خطبہ اسلامی معاشیات کے شہرت یافتہ محقق ڈاکٹر اوصاف احمد نے پیش کیا۔ مہمانوں کا استقبال صدر ادارہ نے اپنے بلیغ کلمات سے کیا اور ہدیۂ تشکر ڈاکٹر محمد راشد اصلاحی نے پیش کیا۔ دونوں میں مقالہ خوانی کے تقریباً نصف درجن اجلاس ہوئے جن میں بڑی تعداد میں سامعین شریک رہے اور سوال و جواب اور اپنے ملاحظات سے سیمنار کو رونق بخشی۔ مختلف اجلاسوں کی صدارت مفتی برکت اللہ (انگلینڈ)، عبدالعظیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاحی (جدہ)، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی (علی گڑھ)، مولانا سلطان احمد اصلاحی (علی گڑھ)، ڈاکٹر اوصاف احمد (دہلی) اور ڈاکٹر عرفان احمد خاں (شکاگو) نے کی۔ نظامت کی ذمہ داری بالترتیب ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر ابوشارق، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی جامعی، مولانا نسیم ظہیر اصلاحی، ڈاکٹر آصف اختر اور ڈاکٹر سکندر اصلاحی نے انجام دی۔ سیمینار اصلاً تو کل ہند پیمانہ کا تھا لیکن بیرون ملک سے متعدد اصحاب علم و تحقیق کی شرکت کی وجہ سے اس نے عالمی سیمینار کی صورت اختیار کر لی تھی، فالحمد للہ علی ذٰلک۔

چوں کہ عصری معاشیات کے ماہرین کی لکھنے پڑھنے کی زبان عام طور پر انگریزی ہوتی ہے پہلی بار سیمینار کی زبان اردو کے ساتھ انگریزی بھی رکھی گئی۔ اس کی وجہ سے انگریزی میں لکھنے والے اہل علم کا اشتراک بڑا اطمینان بخش رہا، بلکہ جنوبی ہند کے بعض مدارس کا لحاظ کر کے عربی میں بھی لکھنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ یہ سیمنار سہ لسانی رہا اور تینوں زبانوں میں مقالات پیش کیے گئے۔ لیکن اب انھیں دو الگ حصوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔ محترم ڈاکٹر اوصاف احمد نے از راہ عنایت اس مجموعہ کی ترتیب و پیش کش میں دست تعاون بڑھایا جس کے لیے ہم صمیم قلب سے ان کے شکر گزار ہیں۔ انگریزی سکشن کے لیے انھوں نے ایک وقیع مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں انگریزی کے مقالات کا جامع تعارف ہے۔

جہاں تک اردو مقالات کے تعارف کا تعلق ہے تو اس مجموعہ کے پہلے مضمون میں قرآن و معاشیات کے تعلق سے اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں موجود ادبیات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس جائزہ میں اسلامی معاشیات کی صرف ان کتابوں کو شامل کیا گیا ہے جو اپنے عنوان کے لحاظ سے بہ صراحت ''قرآنی معاشیات'' پر ہیں کیوں کہ ''اسلامی معاشیات'' کا دائرہ بہت وسیع ہے اس کے اندر وہ تمام بحثیں آ جاتی ہیں جو اسلامی اصولوں اور صالح روایات پر مبنی ہوں بلکہ اس کے اندر مسلمان علماء و حکماء کے معاشی افکار بحیثیت مجموعی شامل ہیں خواہ وہ خالص فنی نوعیت ہی کے ہوں۔ اول الذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت صرف وہ بحثیں آئیں گی جن کی بنیاد قرآنی آیات اور اس سے براہ راست ماخوذ اصولوں پر ہو۔

قرآنی معاشی نظام کس طرح دیگر نظام ہائے معیشت سے مختلف ہے اور اس کی کیا اہم خصوصیات ہیں اس پر گفتگو کی ہے مولانا نسیم ظہیر اصلاحی نے۔ انھوں نے اپنے مقالہ ''قرآنی نظام معیشت کی بعض خصوصیات'' میں خاص طور پر قرآن کے اس موقف کو اجاگر کیا ہے کہ مالکِ حقیقی صرف اللہ ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ معاشی وسائل کے حصول و استعمال اور تصرف میں مالک حقیقی کی مرضی کا پابند ہو۔ قرآن کی رو سے وسائل زندگی کے حصول کی ہر شخص کو اجازت ہے لیکن اس میں حلال و حرام کی تمیز ضروری ہے۔ اسی طرح معاشی جدو جہد کے مواقع سب کے لیے برابر کھلے ہونے چاہئیں، اس میں اونچ نیچ اور تفریق قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ اس کے بعد بھی درجات معیشت میں تفاوت کا پایا جانا بڑی مصلحتوں کا حامل ہے۔ قرآن ارتکاز دولت کے خلاف ہے اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآنی معیشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ فلاح دارین کو شامل ہے۔ اس کی رو سے یہ دنیوی زندگی مہلت کار اور عرصۂ امتحان ہے۔ آخرت کی ابدی زندگی میں کامیابی ہمیشہ پیش نظر رہے۔

مولانا محمد عمر اسلم نے قرآن کی سب سے بڑی سورہ سورۃ البقرہ کے حوالے سے قرآن کی چند اہم معاشی تعلیمات اور معاشرہ سے ان کے ربط کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے زکاۃ و انفاق کی معاشی اہمیت، نیز خون بہا کے ذریعہ مقتول کے پسماندگان کے لیے سہارا کی فراہمی اور بیویوں اور یتیموں کے حقوق کی تکمیل پر زور دیا ہے، اسی طرح معاشرہ اور معیشت پر رشوت، سود اور قمار کے منفی اثرات سے خبردار کیا ہے۔ آخر میں لین دین کے معاملات کی دستاویز نویسی اور رہن کے طریقہ کی اہمیت واضح کی ہے۔

فساد فی الارض یا زمین میں بگاڑ کے مالی و معاشی نتائج ہو سکتے ہیں یہ آج شاید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کسی کی نظر سے مخفی ہو۔ معاشیات کی دنیا میں فساد یا کرپشن (Corruption) نے بہت سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے۔ ڈاکٹر محی الدین غازی نے قرآن کی روشنی میں فساد فی الارض کے مالی و معاشی اثرات کا جائزہ لیا ہے، اور اس کے تئیں مرد مومن کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔

پروفیسر شاہ محمد وسیم نے ''قرآنی معاشرہ، معیشت اور تجارت'' کے عنوان کے تحت معاشرہ، انسان اور وحدتِ انسانی، عدل اور بقاءِ باہم، اسلام اور معیشت اور اسلام اور تجارت پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں مقالہ نگار نے اخلاقی اقدار، محنت و عمل کی عظمت، ظلم و استحصال اور گداگری کی مذمت نیز سود کے نقصانات اور تجارت کی برکت و سعادت پر مدلل گفتگو کی ہے جن کو اپنا کر ہم معاشی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔

معاشیات کی تاریخ میں ربا ایک معروف چیز رہی ہے، جس کی تحریم قرآن کی صریح آیات سے ثابت ہے، لیکن دور حاضر میں عقلِ حیلہ جو نے اس اصلی و دائمی حرام چیز کو بھی مختلف فیہ بنانے اور اس کی بعض شکلوں کو جائز کرنے میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے مقالہ میں اس کے مختلف پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ شریعتِ الٰہی میں ربا ہمیشہ حرام رہا ہے، نبی آخر الزماں (ﷺ) سے پہلے کی شرائع میں بھی یہ ممنوع تھا اور شریعت محمدی کے مکی دور میں بھی اس کی حرمت موجود تھی، اس کی ممانعت سے متعلق مدنی دور میں جو آیات نازل ہوئیں وہ اصل میں اس دائمی تحریم کے بتدریج نفاذ کا حکم تھا۔ ربا کی اصل اور اس کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کے لیے اس مقالہ میں غور و فکر کا بڑا سامان ہے۔

معاشی دنیا میں افزائش دولت کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے بعد ہی دولت کے استعمال اور تقسیم کی نوبت آتی ہے، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی جامعی نے قرآن کی رو سے افزائش دولت کے ذرائع بیان کرنے کے بعد افزائش دولت کے طریقوں پر گفتگو کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، نیز مال و دولت حاصل کرنے کے ناجائز طریقوں پر قرآن کی عاید کردہ پابندیوں کا ذکر کیا ہے، جن میں رشوت، نیز مال و دولت حاصل کرنے کے ناجائز طریقوں پر قرآن کی عاید کردہ پابندیوں کا ذکر کیا ہے، جن میں رشوت، سود، قمار کے علاوہ مال حرام کا پیدا کرنا اور ان کی تجارت دونوں شامل ہیں۔

قرآن کریم نے معاشی امور سے متعلق جو احکام دیے ہیں ان میں تقسیم میراث کی تعلیم سب سے مفصل ہے، شاید اس لیے کہ اس کے دور رس اثرات خاندانی نظام سے لے کر معاشی نظام تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تاریخ عالم میں اسلام نے پہلی مرتبہ صنفِ نازک کو میراث کا واضح طور پر مستحق اور ہر چھوٹے بڑے ترکہ میں اس کو حصہ دار قرار دیا، مرد و زن کے درمیان تقسیم میراث کا عام اصول یہ ہے کہ ہم درجہ مرد و عورت کی موجودگی میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اس سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: اول میت کے وارثین میں اس کی اولاد کے ساتھ اس کے والدین بھی موجود ہوں تو باپ اور ماں ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اسی طرح کلالہ یعنی مرنے والے کے اصول و فروع میں کوئی نہ ہو اور اس کا وارث ایک ماں شریک بھائی ہو یا صرف ایک ماں شریک بہن ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کے اس وارث کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ ماں شریک بھائی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے۔ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد آیات میراث میں عورتوں کے ذکر کو گنایا ہے جو مردوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان کا ذکر نہ ہوتا تو اندیشہ تھا کہ وہ نظر انداز ہو جاتیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اللہ نے عورتوں کے حق میراث پر کس قدر شدت اعتناء سے کام لیا ہے۔

میراث ہی کے موضوع پر ہے اس مجموعہ کا واحد عربی مقالہ "دراسة آيات الميراث" جسے ڈاکٹر محمد عنایۃ اللہ اسد سبحانی نے سپرد قلم کیا ہے۔ اس میں انھوں نے آیاتِ میراث کا موضوعی مطالعہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آیاتِ میراث کے صحیح اور براہِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راست مطالعہ سے وہ اعتراضات اور مشکلات رفع ہو جاتی ہیں جو ان کو نہ سمجھنے اور ضعیف و غیر ثقہ روایتوں پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہیں۔ فقہاء نے اِخوۃ (برادرانِ میت) کی تین قسمیں کی ہیں: حقیقی بھائی (جن کے ماں باپ دونوں ایک ہوں) علاتی بھائی (جن کے باپ ایک ہوں) اور اخیافی بھائی (جن کی ماں ایک ہوں)۔ فقہاء کی اس تقسیم کے نتیجہ میں کلالہ یعنی جب میت کے اصول و فروع میں کوئی نہ ہو اور اس کے بھائی اس کے وارث ہو رہے ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ دور کا رشتہ دار اخیافی (ماں شریک) بھائی وراثت میں حصہ پا جائے لیکن اس سے زیادہ قربت رکھنے والا بھائی محروم ہو جائے جب کہ اصول یہ ہے کہ قریب کا رشتہ دار تو دور کے رشتہ دار کو محروم کر سکتا ہے لیکن دور کے رشتہ دار کی وجہ سے قریب کا رشتہ دار محروم نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر سبحانی نے دلائل کی روشنی میں بھائیوں کی صرف دو تقسیم کی ہے۔ ایک حقیقی و علاتی بھائی بہن (باپ و ماں شریک بھائی اور باپ شریک بھائی) اور دوسرے اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن۔ نیز انھوں نے دلائل ہی کی روشنی میں میت کے بیٹے بیٹیوں کی غیر موجودگی میں پہلی قسم (حقیقی و علاتی) بھائی بہنوں کو بیٹے بیٹیوں کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ اس طرح وہ خلل دور ہو جاتا ہے جو بھائیوں کی تین تقسیم سے پیدا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سبحانی تقسیم میراث میں 'عول' کے طریقہ کے بھی مخالف ہیں۔ ان کی رائے میں ترکہ کو اگر آیتِ میراث کی لفظی پابندی کے مطابق تقسیم کیا جائے تو عول کی نوبت ہی نہ آئے۔ اسی طرح بعض روایتوں کا سہارا لے کر (جو مقالہ نگار کے مطابق ناقابلِ اعتبار ہیں) فقہاء نے یتیم پوتوں کو دادا کی وراثت سے محروم کر کے ان کی مدد کے لیے کچھ اور غیر لازمی طریقے اپنانے کے مشورے دیے ہیں۔ ڈاکٹر سبحانی نے ثابت کیا ہے کہ یتیم پوتے دادا کی میراث میں اپنے باپ کے قائم مقام ہوں گے۔

تقسیم وراثت کے سلسلہ میں یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے کہ ایک درجہ کے اقرباء کا ایک حکم ہو۔ اس طرح عم اور عمہ (چچا و پھوپی) کے درمیان، ابن العم اور ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العمۃ کے درمیان اور ابن الأخ اور بنت الأخ وغیرہ کے درمیان وراثت کی تقسیم میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ مقالہ نگار مولانا محمد اسلم جیراج پوری کی اس رائے سے متفق ہیں کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں جو تفریق کی ہے وہ کسی مضبوط دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ ڈاکٹر سبحانی کے یہ اور اس طرح کے دوسرے بہت سے افکار قاری کے دل و دماغ میں ارتعاش پیدا کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ امید ہے کہ اہل علم و تحقیق ان کو دلچسپی اور توجہ سے پڑھیں گے اور ان کی تائید یا تصحیح سے دریغ نہیں کریں گے، قرآنی سیمنار کا مقصد بھی یہی ہے کہ پیش آمدہ مسائل پر کلام اللہ اور صحیح احادیث کی روشنی میں غور و فکر اور بحث و تمحیص کا سلسلہ چلے تاکہ صحیح موقف واضح ہو کر سامنے آجائے۔ یہ بات دہرانے کی ضرورت نہیں کہ اس مجموعہ میں جو بھی آرا پیش کی گئی ہیں وہ مقالہ نگاروں کی اپنی تحقیقات ہیں اور انھیں ادارہ علوم القرآن کی رائے نہیں سمجھنا چاہیے۔ واللہ ھادی إلی سواء الصراط.

سبحانک اللھم وبحمدک نشھد أن لا إلہ إلا أنت ، نستغفرک ونتوب إلیک۔

☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیدی خطبہ

اوصاف احمد

سب سے پہلے تو ادارہ علوم القرآن کی مجلس منتظمہ کا شکریہ واجب ہے جن کی نگاہ انتخاب نے اس حقیر فقیر، بے علم، اور کم سواد کو علم و فضل کے اس شہر میں، آپ جیسے علماء و فضلاء کے نادر الوجود مجمع میں لا کھڑا کیا۔ جس کا میں ہرگز مستحق نہ تھا۔ لیجئے ۔نشور واحدی نے شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا تھا:

جسے چاہے مالک بحر و بر، بے رُخی میں نواز دے
میں اُدھر تھا منتظر کرم، وہ نگاہ ناز اِدھر پڑی

کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفۂ رسول کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آرہا تھا تو آپ نے اہلِ مدینہ کو خطاب فرمایا کہ اے لوگو مجھے تمہارے امور کا ولی بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہ تھا۔ أیھا الناس فانی قد وَلَيْتُ اَمرَكُمْ ولَسْتُ بِخَيْرِكُمْ۔[1]

میری یہاں موجودگی کی دو وجہیں ہیں، ان میں سے پہلی تو وہی سنت صدیق اکبرؓ کے تتبع کا اعزاز ہے کہ میں نے یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ اس مجمع میں مجھ سے کہیں زیادہ لائق حضرات موجود ہیں جن کا استحقاق کہیں زیادہ فائق ہے، اس دعوت کو قبول کرلیا کہ اطاعتِ حکم کا جذبہ جرأت انکار پر حاوی رہے۔ میری موجودگی کی دوسری وجہ میرے محترم بزرگ اور ساتھی جناب ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی غیر موجودگی ہے۔ اگر وہ ملک میں موجود ہوتے تو یہ ہر طرح سے اُن کا حق تھا کہ وہ کلیدی خطبہ ارشاد فرماتے، ان کے استحقاقات میں علمی تفوق تو شامل ہے ہی۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ علمی اعتبار سے یہ خاکسار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے محترم بزرگ کا پاسنگ بھی نہیں۔ لیکن علی گڑھ کی دیرینہ روایات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کی سینئرٹی کے پیش نظر، جونیئر حضرات اپنے لبوں کو جنبش دینے کی ہمت نہ کریں تو بہتر ہے اور ہمارے درمیان کا فرق دو چار سال کا نہیں بلکہ ایک پوری نسل کا ہے۔!

ادارہ علوم القرآن کے بانیان اور منتظمین قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس کام کو انجام دیا۔ جو فرض کفایہ کی طرح عائد تو ہم سب پر تھا لیکن ہم میں سے بیشتر اس کو انجام دینے کی اہلیت اور ہمت اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ یعنی قرآنی علوم کی ترویج و اشاعت۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تاریخ انسانیت کے سب سے اچھے انسان نے فرمایا تھا خیرکم من تعلم القرآن و علمهٗ[۲] یعنی تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اسی ترویج و اشاعت کا حصہ آج کا اجتماع بھی ہے جس کا موضوع ہے ہم ''عصر حاضر کے معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات''۔

حضرات!

آج کی زندگی میں معاشی موضوعات کی جو اہمیت ہے اور معاشی مسائل ہم سب کی زندگی میں جو درجہ اختیار کرتے جا رہے ہیں وہ آپ کی دور بین نظروں سے مخفی نہیں۔ معاشیات سے تعلق رکھنے والے موضوعات ہماری روزمرہ کی گفتگو، بات چیت اور بحث و مباحثے کا مرکز بنتے جا رہے ہیں۔ خواہ ہم چاہیں یا نہ چاہیں لیکن یہ مسائل ہمارے دروں اور گھروں پر دستک دینے لگے ہیں۔ کبھی اشیاء کی قلّت اور نایابی ہمارا منہ چڑھاتی ہے تو کبھی ان کی مسلسل بڑھتی ہوئی قیمتیں ہماری ہمت کو للکارتی ہیں۔ کبھی مختلف ضرورتیں ہمارے سامنے منھ پھاڑے کھڑی رہتی ہیں، تو کبھی مختلف رسوم و رواج پر کئے جانے والے اخراجات ہمارے محدود وسائل کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں، کبھی خود ہمارے جگر کے ٹکڑے اپنی ضرورتوں کی تسکین کے لئے ہمارا منہ حسرتوں سے تکتے رہتے ہیں۔ اگر مرکزی حکومت اپنے بجٹ میں توازن نہیں پیدا کر سکتی تو اس کا اثر ہمارے باورچی خانوں میں دیکھا جا سکتا ہے، اگر بین الاقوامی بازار میں پیٹرول کی قیمتیں ڈانواڈول ہوتی ہیں تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے دور دراز گاؤں میں رہنے والے کسانوں، کمہاروں اور لوہاروں کی معیشتیں چرمرا جاتی ہیں۔ غالباً بین الاقوامی نظام معیشت کا یہی کردار تھا کہ ایک برطانوی سماجی مفکر (ڈرہن) کو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ معاشیات تو عہدِ جدید کا مذہب ہو چلا ہے۔

حضرات!

مجھے پورا یقین ہے کہ اگر میں کہوں کہ قرآن رُشد و ہدایت کی کتاب ہے، تو میں آپ کے علم میں کوئی اضافہ نہیں کر رہا ہوں، میں کیا اور میری بساط کیا، یہ تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ. ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ. (البقرۃ:۳)

اس کتاب کے اللہ کی کتاب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے جو لوگ غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی مزید کئی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ سورہ البقرہ میں ہی ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ. ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ. (البقرۃ:۱۸۵)

ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی، اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

سورہ لقمان کی ابتدائی آیات کہتی ہیں:

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتَابِ الْحَکِیْمِ. ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّلْمُحْسِنِیْنَ. اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (لقمان:۲-۵)

حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکوکاروں کے لئے رہبر اور سراسر رحمت۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب ہدایت ہونے کی رو سے قرآن پاک میں مختلف موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں کہ ''قرآن کا اصل موضوع انسان ہے'' [۳] انسان کے تعلقات بنیادی طور پر تین انواع میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ اوّل۔ انسان کا تعلق اُس کے خالق سے۔ یہ عبادات کا موضوع ہے۔ دوم۔ انسان کا تعلق خارجی دنیا سے، یہ مابعد الطبیعات کا موضوع ہے۔ سوم، انسانوں کا تعلق انسانوں سے، یہ معاملات کا موضوع ہے۔ چنانچہ کتاب ہدایت ہونے کی رو سے یہ ان تمام موضوعات کا احاطہ قرآن پاک میں بخوبی کیا گیا ہے۔ مولانا مودودی علیہ الرحمہ نے اس پر اپنے فصیح و بلیغ انداز میں بڑے سلیقے سے روشنی ڈالی ہے:

> ''وہ (قرآن) زمین و آسمان کی ساخت پر، انسان کی خلقت پر، آثارِ کائنات کے مشاہدات اور گذری ہوئی قوموں کے واقعات پر گفتگو کرتا ہے۔ مختلف قوموں کے عقائد و اخلاق و اعمال پر تنقید کرتا ہے، مابعد الطبیعی امور و مسائل کی تشریح کرتا ہے ..... مگر اس لئے نہیں کہ اُسے طبیعیات یا تاریخ، یا فلسفے یا کسی اور فن کی تعلیم دینی ہے بلکہ اس لئے کہ اسے حقیقت نفس الامر کے متعلق انسان کی غلط فہمیاں دور کرنی ہیں، اصل حقیقت لوگوں کے ذہن نشین کرنی ہے، خلاف حقیقت رویہ کی غلطی و بدانجامی واضح کرنی ہے...'' [۴]

مختصر یہ کہ قرآن پاک کتاب ہدایت ہے۔ یہ کسی خاص علم کی کتاب نہیں۔ اس کے بیانات عام ہیں۔ یہ خیال کبھی درست نہیں کہ قرآن تمام علوم کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ تو ایک مسیحی نقطۂ نظر ہے کیونکہ ایک زمانہ میں عیسائیوں کا عام عقیدہ تھا کہ انجیل کے باہر کسی طرح کے علم کا وجود نہیں۔

تاہم چونکہ قرآن کا موضوع انسان ہے اور اس کا مقصد ہے انسان کو زندگی کی تعلیم دینا ہے اس لئے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اشارات ہم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب مقدس میں مل جاتے ہیں۔ چونکہ اس وقت ہمارا موضوع قرآن کی معاشی تعلیمات ہے اس لیے ہم اپنی گفتگو کو معاشی اصولوں اور مسائل تک ہی محدود رکھیں گے۔

قرآن میں انسانی فطرت کے بارے میں اکثر بیانات مل جاتے ہیں جو زمان ومکان سے ماورا ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهٗ بِالْخَيْرِ. وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. (بنی اسرائیل:۱۱)

اور انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اپنی بھلائی کی دعاؤں کی طرح۔ انسان ہے ہی بڑا جلد باز!

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ. نِ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ. يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ. (الہمزۃ:۱-۳)

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا اور غیبت کرنے والا ہو، جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا رہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال سدا اُس کے پاس رہے گا۔

اس طرح اگر انسان کی جلد بازفطرت کا اعتراف کیا گیا ہے تو دوسری طرف اس کی مال جمع کرنے کی عادت کو بھی پہچانا گیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ انسان کا مال ومتاع، اس کے آل واولاد، اس کے بیوی بچے فتنہ ہیں جن کے ذریعہ اس کی آزمائش کی جاتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ. وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. (التغابن:۱۴-۱۵)

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور تمہاری بعض بچے تمہارے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہنا۔ اگر تم معاف کردو اور درگذر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں۔ اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔

چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دنیا کو مزرع الآخرۃ جو کہا گیا ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سبب سے کہ یہ دنیا کارگاہِ عمل ہے یہاں عمل کرنے کی آزادی اور موقع ہے۔ اچھے کام کرنے کا بھی اور اچھے کام نہ کرنے کا بھی۔ اچھے بُرے کاموں کی جزا اور سزا روزِ جزا ملے گی اور اس کے لئے اللہ رب العزت کی یقین دہانی ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ. وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ. (الزلزال: ۷-۸)

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

انسان کے لئے خیر اسی میں ہے کہ وہ رب العزت کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلے۔ جہاں تک معاشیات کا تعلق ہے۔ قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر ہم درج ذیل اصولوں کا استنباط کر سکتے ہیں۔

۱- اصولِ اباحت

اسلام میں اشیا کی اصل اباحت ہے۔ ہر وہ چیز جو واضح طور پر حرام نہیں کی گئی، حلال سمجھی جائے گی۔ اشیاء بالخصوص استہلاک کے ضمن میں حرام و حلال کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ یہاں تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حق نہیں تھا کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرا دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد والا واقعہ اتنا مشہور ہے کہ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔[۵]

۲- اصولِ اعتدال

اسلام کی راہ، راہِ اعتدال ہے اس لئے مسلم صارفین کو حکم ہے کہ نہ تو وہ بخل سے کام لیں اور نہ اسراف و تبذیر سے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف: ۳۱) (کھاؤ پیو اور حد سے آگے نہ بڑھو)۔ مفسرین کا خیال ہے کہ لاتسرفوا کا اطلاق تبرعات میں بھی ہوگا۔ جہاں کہیں بھی اخراجات کا معاملہ ہو وہاں اسراف اور تبذیر سے بچنا اور حدِ اعتدال کا قائم رکھنا ضروری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- اصول تعاون

قرآنی تعلیمات کے مطابق معیشت کا نظم تعاون کے اصول پر ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲) ''یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ وظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو'' تفسیر احسن البیان کے مؤلفین کا خیال ہے کہ اس آیت میں ایک نہایت اہم اصول بیان کر دیا گیا ہے۔ جو پوری اجتماعی زندگی میں مسلمانوں کی رہبری کرسکتا ہے۔[۲]

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرۃ:۱۸۸)	ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

تعاون، اور رضامندی کی اہمیت اس قدر ہے کہ اس کو تجارتی معاہدوں کا ایک جز، قرار دیا گیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. (النساء:۲۹)	اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے نہ کھایا کرو مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو۔

آپس کی رضامندی (تَرَاضٍ مِّنْكُمْ) کا سلسلہ تمام تجارتی معاہدوں تک وسیع کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کسی معاہدے میں جبر کا عنصر پایا جائے تو وہ اسلامی معیاروں کے مطابق ایک قانونی معاہدہ نہیں قرار پائے گا۔

۴- اصول شرکت

قرآنی تعلیمات کے مطابق یہ اصول بھی نہایت اہم ہے۔ قرآن نے افراد کو مال کی نجی ملکیت کا حق ضرور دیا ہے لیکن یہ کسی بھی صورت میں مطلق نہیں۔ جیسا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ دارانہ معیشت میں ہوتا ہے۔ اسلامی معیشت میں افراد کو مال کے اتلاف کا حق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ افراد کا مال صرف افراد کا مال نہیں ہوتا، وہ پوری جماعت کا مال بھی ہے۔ اس لیے اس پر جماعت کا حق بھی ہے۔ ملکیت کے اس تصور نے غیر اسلامی اور اسلامی تبرعات میں ایک صفاتی فرق Qualitative difference پیدا کر دیا ہے۔ اسلام میں تبرع مالدار کا تبرع نہیں ہے۔ یہ تو اس کے مال میں مستحقین کا حق ہے جو انھیں دیا جا رہا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۱۹)

اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔

مفسرین نے محروم کی تفسیر اس طرح کی ہے: ضرورت مند دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک سوالی، جو سوال کے ذریعہ اپنی ضرورت رفع کرتے ہیں۔ دوسرے غیر سوالی، جو ضرورت کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال نہیں دراز کرتے، وہ بھی محروم سمجھے جائیں گے۔ وہ سفید پوش جو کسی آفت ارضی و سماوی (زلزلہ، سیلاب وغیرہ) کا شکار ہو گئے ہوں اسی درجہ میں آئیں گے۔

قرآن نے تبرعات کی تعبیر ایک اور طریقے سے کی ہے۔ تبرع کہا جانے والا مال مالدار کی جانب سے اللہ کو دیا گیا قرض ہے جو وہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے گا۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً. وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. (البقرۃ:۲۴۵)

ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پس اللہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔ اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تنگی اور کشادگی دونوں آزمائش کے طریقے ہیں۔ کسی وقت تنگی میں آزمائش ہے تو کسی وقت فراخی میں۔ اللہ کی رضا کے لیے دیے جانے والے قرض کا ایک پہلو یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تبرعات کو "فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں کیا جانے والا خرچ) کہا گیا ہے۔

۵- اصولِ اخوت

اجتماعی زندگی کی تنظیم میں اسلام کا ایک اہم اصول اخوت بھی ہے۔ انما المؤمنون اخوۃ (الحجرات:۱۰) (تمام ایمان والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لایکون احد کم مومناً حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ۔ ؎

تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہے جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو خود اسے اپنے لئے پسند ہے۔

۶- اصول انفاق

انفاق بھی اسلامی معیشت کے اہم اصولوں میں سے ایک ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (آل عمران:۹۲)

جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہرگز بھلائی نہ پاؤگے۔

انفاق کرنے کی تاکید قرآن پاک میں متعدد بار کی گئی ہے۔ بلکہ سورہ بقرہ میں تو اس کو مومنوں کی ایک پہچان قرار دیا گیا ہے [وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:۳) اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مفسرین کا خیال ہے کہ انفاق کا لفظ عام ہے۔ اس لئے اس میں صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ دونوں شامل ہیں۔ اہل ایمان ان میں سے کسی میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ ایک رائے تو یہ بھی ہے کہ ماں باپ، اور اہل وعیال پر بھی صحیح نیت سے کیا جانے والا خرچ بھی انفاق میں ہی شامل ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدیہی ہے کہ صرف (Consumption) کا یہ طریقہ اپنی صفاتی نوعیت میں سرمایہ دارانہ سماج کے صرف سے بہت مختلف ہے۔

حضرات!

قرآن پاک کی معاشی تعلیمات کے بارے میں یہ محض چند مجمل اشارے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ حضرات اپنے مقالوں اور مباحثوں میں مزید تفصیل سے کام لیں گے اور عصر حاضر میں قرآن پاک کی معاشی تعلیمات کی معنویت کو پوری طرح آشکار کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

حواشی

۱ البدایہ والنہایہ، ابو الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی، دار الریان للتراث، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء، جلد۳، خلافۃ ابی بکر صدیقؓ

۲ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ۵۰۲۷

۳ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن جلد اوّل (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت) ص۔۲۰

۴ ایضاً، ص۔۲۰

۵ تفاصیل کے لئے دیکھئے: یوسف القرضاوی الحلال والحرام فی الاسلام، اس کتاب کا ترجمہ اردو میں اور انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

۶ حافظ صلاح الدین یوسف تفسیر احسن البیان (ریاض: دارالسلام) ت۔ن۔ص۔۲۸۸

۷ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب ...، ۱۳

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی معاشیات پر ادبیات کا ایک مختصر جائزہ

عبدالعظیم اصلاحی

اسلامی معاشیات کا سب سے بنیادی مأخذ کتاب الٰہی ہے، اس لیے اسلامی معاشیات پر کوئی تحریر شاید ہی قرآنی آیات سے براہ راست استدلال یا استنباط سے خالی ہو، ''شاید'' اس لیے کہ اسلامی معاشیات کی اصطلاح کا دائرہ قرآنی معاشیات سے ذرا زیادہ وسیع ہے۔ اسلامی معاشیات کے تحت مسلمان علماء و دانشوروں کا وہ فکری سرمایہ بھی شامل ہوتا ہے جو ان کے اجتہادات اور عقلی استدلالات کا نتیجہ ہوتا ہے اور جس میں خطا و صواب دونوں کا امکان ہے، جب کہ قرآنی معاشیات سے مراد معاشی زندگی سے متعلق وہ اصول اور تعلیمات ہیں جو قرآن کی محکم آیات پر مبنی ہوں۔ جن کے اندر غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، گو کہ تفصیلات میں انسانی فہم و ادراک کے تفاوت کی وجہ سے یہاں بھی تعدد آراء اور اختلاف نتائج کے پائے جانے سے انکار نہیں لیکن ان کا سرچشمہ براہ راست قرآنی استنباطات ہوتے ہیں۔ اس طرح اسلامی معاشیات اور قرآنی معاشیات میں عام اور خاص کا تعلق ہے۔ اگر اس تعلق کا بہت سی نظروں سے اوجھل ہونا بعید نہیں۔ اس امکان سے انکار نہیں کہ اسلامی معاشیات کے تحت لکھی جانے والی بعض تصنیفات میں قرآنی آیات سے اقتباس، استدلال اور استنباط کسی ایسی کتاب سے زیادہ ہو جس کے عنوان میں لفظ قرآن یا صفت قرآنی موجود ہو اس لیے قرآنی معاشیات پر ادبیات کے تعارف و جائزہ کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ ان کتابوں کو منتخب کیا جاتا جن میں بیش از بیش قرآنی آیات کے اقتباسات ہوں اور جو انہی آیت کے اردگرد گھومتی ہوں قطع نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے کہ ان کے عنوان کے ساتھ لفظ قرآن وابستہ ہے یا نہیں، اس طریقہ کار کی افادیت سے انکار نہیں لیکن اس کے لیے کافی وقت اور صفحات درکار تھے، اس لیے یہاں ان کتابوں کا مختصر تعارف و جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو خاص طور پر قرآن اور معاشیات کے تعلق سے لکھی گئی ہیں اور جن کے عنوان میں بھی یہ دونوں الفاظ موجود ہیں۔ اس مضمون میں مقالات سے بحث نہیں کی گئی ہے۔

یہ تعارف و جائزہ صرف تین زبانوں۔ اردو، انگریزی اور عربی میں پائی جانے والی کتابوں تک محدود ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جدید اسلامی معاشیات کی بنا اور تعمیر میں اردو زبان کو اولیت حاصل رہی ہے مگر قرآن و معاشیات کے الفاظ سے مرکب ہمیں اردو میں صرف دو عنوانات مل سکے۔ انگریزی میں تین اور عربی میں تقریباً درجن بھر کتابیں ملیں جن کے عنوان کی زینت قرآن و معاشیات سے ہے۔ پیش نظر مضمون میں ہم نے عربی زبان کی نمائندہ کتابوں ہی کو شامل کیا ہے تاکہ تکرار سے بچا جا سکے البتہ مراجع میں ان ساری کتابوں کی تفصیلات درج ہیں۔

۱۔ قرآن کی معاشی تعلیمات

یہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مختصر رسالہ ہے۔ مولانا کا شمار جدید اسلامی معاشیات کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔ قرآن اور معاشیات کے تعلق سے مولانا مودودی کا یہ رسالہ بھی میری معلومات کی حد تک اولین رسالہ ہے۔ راقم سطور کے پیش نظر رسالہ مکتبہ جماعت اسلامی ہند کا شائع کردہ ہے جس پر مئی ۱۹۶۹ء کی تاریخ پڑی ہے، ظاہر ہے یہ رسالہ اس سے بہت پہلے لکھا گیا ہوگا۔ یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ سب سے پہلے یہ کب سپرد قلم ہوا۔[۲]

اس رسالہ میں مصنف نے ۲۲ مختلف عناوین کے تحت قرآن کی معاشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات کی مختصر تشریح کی ہے اور ان پر آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے اور آخر میں ان ۲۲ نکات کی روشنی میں ''اسلامی نظام معیشت کی دس خصوصیات'' بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں: اسلامی معاشی نظام عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اس کے اندر معاشی و اخلاقی اقدار میں ہم آہنگی ہے، ''اس میں زمین کے معاشی وسائل و ذرائع کو نوع انسانی پر خدا کا فضل عام قرار دیا ہے'' اس لیے ''خدا کی زمین پر بنی نوع انسان کو اکتساب رزق کے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک کھلے مواقع دیے جائیں''۔ اس میں محدود ''شخصی ملکیت کا حق'' دیا گیا ہے۔ معاشی نظام کو ''آزادانہ سعی وجد و جہد کے ذریعہ'' چلایا جائے لیکن ''اخلاقی و تمدنی اور معاشی بھلائی کے لیے'' کچھ حدود کے اندر مرد و عورت دونوں کو حقوق ملکیت حاصل ہیں اور ''اپنے حق ملکیت سے متمتع ہونے کے یکساں حقوق'' حاصل ہیں۔ یہ ایک متوازن معاشی نظام ہے جس میں ایک طرف ''رہبانیت'' سے منع کیا گیا ہے تو دوسری طرف ''اسراف اور فضول خرچی اور عیاشی'' پر روک لگادی گئی ہے۔ اس میں اکتناز ثروت کو ختم کرنے کے طریقے اور محرومین کو ''مناسب حصہ'' دینے کا انتظام ہے۔ اسلامی نظام ''معاشی انصاف قائم کرنے کے لیے قانون اور ریاست کی مداخلت'' سے زیادہ ''افراد کی ذہنی و اخلاقی تربیت اور معاشرہ کی اصلاح کے ذریعہ'' کام کرتا ہے اور ''معاشرہ کے مختلف عناصر میں طبقاتی کش مکش پیدا کرنے کے بجائے وہ اس کے اسباب کو ختم کر کے ان کے درمیان تعاون اور رفاقت کی روح'' پیدا کرتا ہے۔

مؤلف نے آخر میں واضح کیا ہے کہ قرآنی معاشیات کے یہ اصول کوئی خیالی چیز نہیں ہیں بلکہ نبی کریمؐ اور خلفاء راشدینؓ کے عہد میں ان کا عملی نمونہ موجود ہے اور اس کے مطالعہ سے اس کے تفصیلی احکام و ضوابط مل سکتے ہیں۔ قرآن کے معاشی اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کا آغاز کرنے کے لیے یہ رسالہ ایک اہم اور مفید کلید ہے۔

۲۔ قرآن کا معاشی نظام

مشہور مصنف غلام احمد پرویز (۱۹۰۳-۱۹۸۵ء) کا اردو میں ایک مختصر رسالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (سن تصنیف معلوم نہیں ہو سکا) ۲۰۰۵ء میں لندن میں قائم بزم طلوع اسلام کے خرچ اور اہتمام سے اس کا انگریزی ترجمہ بعنوان Economic System of the Holy Quran شائع ہوا ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔[۳] اس بزم کے ناظم مقبول محمود فرحت اس انگریزی ترجمے کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ''مسٹر غلام احمد پرویز نے قرآنی زاویہ نظر سے معاشی نظریات پر کافی لکھا ہے، ان کی ضخیم کتاب اسلام کا نظام ربوبیت اسلامی معاشیات پر ایک شاہ کار ہے۔ انھوں نے اس موضوع پر بہت سے دیگر مقالے بھی لکھے ہیں انہی میں ایک مقالہ ''قرآن کا معاشی نظام'' بھی ہے جس کا انگریزی ترجمہ مس سالینہ کریم بنت فضل کریم پیش کر رہی ہیں'' (ص ۹) کتاب کے آغاز میں بعض قرآنی اصطلاحات کی فہرست اور مختصر تشریح بھی دی گئی ہے تاکہ انگریزی داں حضرات کو کتاب سمجھنے میں آسانی ہو۔

مصنف مختلف آیات سے استدلال کرتے ہیں کہ معاشی وسائل کی فراہمی کی بڑی اہمیت ہے اسی لیے قرآن میں اس کی بابت وسیع ہدایات ہیں۔ (ص ۱۹) ان کے نزدیک نزول قرآن کے وقت مکہ میں سرمایہ داری نظام رائج تھا اور اہل مکہ دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے: مال دار اور نادار۔ اس عدم مساوات کو ختم کرنے کے لیے قرآن نے پہلے انفرادی طور پر انذار و تبشیر اور افہام و تفہیم سے کام لیا (ص ۱۹-۲۴)۔ دوسرے مرحلہ میں اجتماعی معاشرتی کوششوں پر ابھارا (ص ۲۵)۔ انھوں نے انفرادی خود غرضی کو شیطانی مس سے تعبیر کیا ہے (ص ۲۶) اس مرحلہ میں فقراء اور محتاجین کو اختیار دیا ہے کہ وہ اغنیاء سے اپنا حق وصول کرنے میں جبر و تشدد سے کام لے سکتے ہیں (ص ۲۷-۲۸)۔ تیسرا مرحلہ حکومت کے کردار کا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عہد اور اس سے اپنی جان و مال سے سودا کرنے (ص ۴۸: ۱۰) کا مطلب پرویز کے نزدیک اسلامی حکومت سے سودا کرنا ہے (ص ۳۸) اور اس لیے اسلامی حکومت میں انفرادی ملکیت کا کوئی سوال نہیں ''قل العفو'' کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ضرورت سے زائد سب حکومت کا ہے (ص ۴۰)۔ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین پر انفرادی ملکیت کو وہ تسلیم نہیں کرتے (ص ۳۰-۳۳) حضرت صالح اور ان کی قوم کے درمیان کشمکش کو عوام اور سرمایہ داری کی کشمکش کا رنگ دیا ہے (ص ۴۲) اور قرآن کے معاشی نظام کا نام "نظام ربوبیت" رکھا ہے (ص ۴۳)۔

غلام احمد پرویز کے رسالہ کے اس خلاصہ سے یہ بات واضح ہے کہ وہ اپنے عہد کے اشتراکی نظریات سے کافی متاثر ہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انھوں نے قرآنی معاشی نظام کو اشتراکیت کی عینک لگا کر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اشتراکیت کے چینی و روسی نظام کو اسلامی نظام قرار دیا ہو۔ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے ان پر بھی تنقید کی ہے۔ ان کی رائے میں یہ اس لیے اسلامی نظام نہیں کہلا سکتے کہ وہ توحید، رسالت اور عقیدۂ آخرت سے عاری ہیں (ص ۴۹-۵۰)۔

غلام احمد پرویز اس حلقہ کے نمائندہ ہیں جو احادیث سے متعلق مخصوص نقطہ نظر رکھتے ہیں جو جمہور امت کے عقیدہ سے میل نہیں کھاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نظریات کو سواد اعظم نے کبھی لائق اعتنا نہیں سمجھا۔ مذکورہ بالا مختصر جائزہ سے ہی یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی اسوۂ رسول (ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) ﷺ اور اسوۂ صحابہ (رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ) سے بے نیاز ہو کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے تو کیسے جادۂ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے۔

۳- اکنامکس آف دی قرآن

(ECONOMICS OF THE QURAN) مصنفہ محمد اکرم خان ؒ

پورا عنوان ہے:

Economics of the Qur'an: A Study of Sura al-Ma'ida and Sura al-Nahl

یہ کتاب ایک بہت بڑے پروجیکٹ کا حصہ ہے جو شروع نہیں ہو سکا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروجیکٹ یہ تھا کہ اسلامی معاشیات سے متعلق قرآنی آیات اور تفسیری ادب کا مجموعہ تیار کیا جائے اور مقصد یہ تھا کہ اس طرح اسلامی معاشیات کے طالب علم اور محققین کو معاشیات سے متعلق قرآن وتفسیر میں موجود سرمایہ یکجا مل سکے اور اس سے بسہولت استفادہ ہو سکے کیونکہ اس بحر ذخار میں غوطہ زنی اور گہریابی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ پروجیکٹ اسلامک اکنامکس ریسرچ سنٹر، جامعۃ الملک عبدالعزیز کو پیش کیا گیا تھا۔ سنٹر کی علمی کمیٹی نے یہ مشورہ دیا کہ اس بڑے پروجیکٹ پر کام شروع کرنے سے پہلے صرف دو سورتوں- سورہ المائدہ اور سورہ النحل- پر بطور نمونہ کام کیا جائے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں پیش نظر کتاب ترتیب پائی ہے۔

اس میں مؤلف نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان دو سورتوں میں جو معاشی تعلیمات پائی گئیں ان کی مناسبت سے سرخیاں قائم کر کے پہلے ان موضوعات کا تعارف یا خلاصہ پیش کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک ضمیمہ میں ان دو سورتوں سے متعلق موضوعات پر آیات منتخب کر کے ان کا انگریزی ترجمہ مع حوالہ کے تحریر کیا ہے۔ دوسرے ضمیمہ میں ان دو سورتوں سے متعلق تفسیروں سے اقتباسات کے ذریعہ ان موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ تفسیری ادب چونکہ بہت وسیع ہے اس لیے مؤلف نے اردو انگریزی اور عربی کی کل ملا کر گیارہ منتخب تفاسیر سے اقتباسات لیے ہیں۔

مؤلف کو احساس ہے کہ قاری کو اس کتاب میں کچھ بے ربطی کا احساس ہوگا، اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں صرف دو سورتوں کا مطالعہ کیا گیا ہے، جن میں وہ تمام موضوعات زیر بحث نہیں آئے ہیں جن کی توقع قاری کر سکتا ہے، لیکن اگر قرآن کی تمام سورتوں کا ایک ساتھ مطالعہ کیا جائے جو کہ اصل تحقیقی منصوبہ میں ان کے پیش نظر ہے تو یہ خلل جاتا رہے گا۔ غالباً یہ منصوبہ روبہ عمل نہیں ہو سکا۔ ان دو سورتوں کا مطالعہ ۱۹۸۵ء میں مرکز تحقیقات اقتصاد اسلامی کو پیش ہوا تھا کسی وجہ سے وہاں سے اس کی اشاعت کئی سالوں تک نہیں ہو سکی تو ۱۹۹۴ء میں مرکز کی اجازت سے یہ لاہور کے ایک اشاعت گھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جانب سے اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ پورا پروجیکٹ سامنے آتا تو شاید زیادہ مفید ہوتا۔

۴- اکونومک گائڈ لائنس ان دی قرآن

(Economic Guidelines in the Qur'an)

یہ کتاب انگریزی میں اپنے موضوع پر ایک نہایت جامع تصنیف ہے۔ اس کے مصنف ہیں اسلامی معاشیات کے ماہر ایس ایم حسن الزمان۔۵ اس کتاب کے مقدمہ میں پروفیسر ظفر اسحاق انصاری رقم طراز ہیں: ''ایس ایم حسن الزماں، جو اس سے پہلے اسلامی معاشیات کو اپنی دو اہم تصنیفات اور معتد بہ تعداد میں مقالات سے مالا مال کر چکے ہیں، اب ان کی یہ کتاب Economic Guidelines in the Qur'an اسلامی معاشیات میں ایک اور قابل ذکر اضافہ ہے۔ انھوں نے بڑی محنت شاقہ سے ان قرآنی آیات کو ان لوگوں کے لیے یکجا مرتب کیا ہے جو قرآن کے حوالہ سے معاشیات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں جمع کرنے اور ان کی تبویب و تفصیل میں انھوں نے بڑی فنی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے جو نظری اور تطبیقی دونوں طرح کے ماہرین معاشیات کے لیے اہم ہیں''۔ پروفیسر انصاری کی اس رائے پر راقم سطور کا کوئی اضافہ لاحاصل ہوگا۔

معاشیات سے براہ راست یا بالواسطہ متعلق آیات کو مؤلف نے پانچ اہم عناصر کے تحت جمع کیا ہے۔ ۱- بنیادی تصورات، ۲- معاشرتی سلوک، ۳- معاشی پیرامیٹرس، ۴- سیاست عامہ کے رہنما خطوط، ۵- ماقبل اسلام اقتصادی ادارے۔ پھر ان عناصر کو مختلف حصوں اور فصلوں میں تقسیم کر کے ان کے تحت قرآنی آیات کے عربی متن اور انگریزی ترجمے دیے ہیں۔ چار سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں دو سو سے زائد ایسے عناوین کے تحت قرآنی آیات کو جمع کیا گیا ہے جو اسلامی معاشیات پر کام کرنے والوں کے لیے اہم ہو سکتی ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب کا مقصد مؤلف کے نزدیک یہی رہا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہرین معاشیات جن کی اکثریت عام طور پر عربی سے نابلد ہوتی ہے ان کے لیے مفید مواد قرآن سے یکجا فراہم کر دیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مصنف اپنی اس کوشش میں کامیاب ہیں، اسلامی معاشیات پر کام کا ارادہ رکھنے والے ماہرین اقتصاد کے لیے یہ کتاب بیش بہا تحفہ ہے۔

خاتمہ کلام میں مؤلف نے یہ واضح کر دیا ہے کہ معاشیات قرآن کا موضوع نہیں ہے بلکہ قرآن انسان کی مجموعی زندگی سے بحث کرتا ہے جس کا ایک حصہ معاشی امور بھی ہیں اور قرآن اسی لحاظ سے ان کو اہمیت دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ تعلیمات قرآن میں ایک جگہ نہیں ہیں بلکہ موقع کے لحاظ سے پورے قرآن میں پھیلی ہوئی ہیں (ص ۳۸۶)۔ معاشی زندگی میں ترقی کے ساتھ ساتھ ان معاشی تعلیمات کو بطریقہ احسن سمجھنے اور ان کی قدر شناسی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مثلاً آج کے حالات میں سود کے مضائب اور تحریم ربا کے مصالح جس قدر واضح ہو گئے ہیں پہلے کچھ نہیں تھے (ص ۳۸۶)۔ قرآن کی معاشی تعلیمات کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے معاشی حقوق و فرائض دونوں گنائے ہیں، مگر حقوق طلبی سے زیادہ فرض شناسی پر زور دیا ہے (ص ۳۸۷)۔ ایک اور خاص بات جس کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ قرآن کی معاشی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے وسائل کی بہم رسانی میں اس نے ان ذرائع پر زیادہ زور دیا ہے جن کو آج ہم مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کا نام دیتے ہیں بہ نسبت ان ذرائع کے جو زر پالیسی (Monetary Policy) کے نام سے معروف ہیں (ص ۳۸۸)۔

کتاب کے آخر میں ان آیتوں کی ایک مصحفی ترتیب بھی فراہم کی گئی ہے جو کتاب میں مختلف معاشی عناوین کے تحت آئی ہیں۔ اس فہرست کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی ان آیتوں کو ان کے سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھنا چاہے تو بہ آسانی اس کو مل جائیں گی۔ کتاب کے خاتمہ پر اشاریہ موضوعات (Subject Index) بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہے جس سے استفادہ مزید آسان ہو گیا ہے۔

۵- عربی زبان میں قرآن اور اقتصادیات کے تعلق سے سب سے پہلی کتاب ۱۹۸۳ء میں "النظام الاقتصادی القرآنی" (قرآنی معاشی نظام) کے عنوان سے شائع ہوئی جس کے مصنف ہیں محمد فریز منفیخی۔ یہ کتاب چار فصلوں (Sections) میں منقسم ہے پھر ہر فصل کے تحت مختلف مباحث کیے گئے ہیں۔ فصل اول کا عنوان ہے موجبات التقدم و السعادۃ (ترقی اور خوش حالی کے اسباب) اور فصل ثانی کا عنوان ہے مظاہر تخلف العالم الاسلامی (عالم اسلام کی پس ماندگی کی علامتیں)۔ ان دو ابواب میں فنی بحثیں ہیں اور قرآن مجید سے بہت کم ہی کوئی استدلال ہے۔ تیسری فصل جس کا عنوان ہے الاطار الفکری للنظام الاقتصادی الاسلامی (اسلامی معاشی نظام کا نظریاتی خاکہ)۔ اس میں مصنف نے قرآنی آیات سے استشہاد کرتے ہوئے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح مسلمان قرآن کی روشنی میں معاشی زندگی کو استوار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس فصل میں مصنف نے قرآنی معاشی تعلیمات کے سلسلہ میں قرآنی آیات کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے ان کی تشریح کی ہے۔ یہی فصل ہے جو پورے طور پر کتاب کے عنوان سے ہم آہنگ ہے، اس کی آخری فصل جس کا عنوان ہے النظام الاقتصادی الجدید وفق الاطار الفکری (جدید معاشی نظام کا فکری قالب)۔ اس فصل میں مختلف جدید معاشی اداروں پر فکری و تطبیقی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے جس میں کہیں کہیں قرآنی آیات کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ خاتمۂ کلام میں مختلف امور سے بحث کی ہے جن کا تعلق عنوان کتاب سے براہ راست کم ہے۔ غرضیکہ کتاب کے مباحث مجموعی طور پر اپنے عنوان کے ارد گرد نہیں گھومتے نہ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ان متفرق باتوں کو اصل موضوع سے مربوط کریں۔ کتاب کا عنوان جس قدر پرکشش ہے اتنی جاذبیت اس کے مشمولات میں نہیں ہے۔ ہمارے موضوع کے لیے تیسری فصل مفید ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶- الکشاف الاقتصادی لآیات القرآن الکریم از محی الدین عطیہ ۷

تقریباً اسی زمانہ میں جس وقت اکرم خان نے انگریزی میں اپنا پروجیکٹ پیش کیا تھا جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے اسی زمانہ میں محی الدین عطیہ نے بھی الکشاف الاقتصادی لآیات القرآن الکریم، کے عنوان سے قرآنی آیات کا معاشی اشاریہ تیار کرنے کا پروجیکٹ پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ تفسیری ادب سے قرآنی آیات کی ان تشریحات کو مختلف عناوین کے تحت جمع کیا جائے جن کا تعلق اقتصادیات سے ہے اور جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں ہوتی۔ پروجیکٹ اسلامی معاشیات کے تحقیقی مرکز کی نگرانی اور مالی تعاون سے پورا ہوا اور کتاب امریکہ کے مشہور انسٹی ٹیوٹ 'اسلامی فکر کا بین الاقوامی ادارہ' ہنڈان سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اس پر تفصیلی تبصرہ راقم سطور کی جانب سے علوم القرآن میں شائع ہوا ہے۔ اس لیے یہاں ان کی تفصیلات نظر انداز کی جاتی ہیں، تفصیلات کے لیے علوم القرآن کا متعلقہ شمارہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ۸

۷- الاعجاز الاقتصادی للقرآن الکریم (قرآنِ کریم کا اقتصادی معجزہ) ۹

رفیق یونس مصری کی تصنیف ہے۔ اس میں انھوں نے قرآن کی بعض آیتوں کی معاشی تفسیر پیش کی ہے اور اسے قرآن کا معجزہ قرار دیا ہے کہ جن معاشی اصولوں اور تصورات پر ہم بڑی بڑی بحثیں کرتے ہیں، قرآن نے بہت پہلے پیش کر دیا تھا۔ شروع میں مصنف نے معجزہ اور دلیل نبوت کے فرق کو واضح کرنے کے لیے شیخ محمد الغزالی کا ایک مختصر اقتباس پیش کیا ہے کہ معجزہ عادت کے خلاف کسی ایسی چیز کے ظہور کو کہیں گے جس کو انسان کسی بھی زمانہ میں پیش کرنے سے عاجز ہو، رہی وہ چیز جو کل کی دنیا میں عاجز کن تھی لیکن آج ایسا نہیں ہے تو اس کو از قسم دلائل نبوت سمجھیں گے''۔ اس تعبیر کے مطابق کتاب کا نام الاعجاز الاقتصادی نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ جن چیزوں کا قرآن نے بہت پہلے مختصر یا اشاروں میں ذکر کیا تھا آج انھیں بڑی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الحقیقت کتاب میں قرآن کی بعض آیات کی ایسی معاشی تفسیر پیش کی گئی ہے جن میں تکلفات زیادہ ہیں بلکہ ایک آدھ جگہوں پر کوئی اختلاف کیے بنا نہیں رہ سکتا مثلاً: آیت ''ولاتقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن (سورہ بنی اسرائیل:۳۴) (یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکو مگر اچھے طریقے سے) سے مصنف نے قرآن میں تعظیم الربح یا Maximization of Profit کا اصول ثابت کیا ہے۔ (ص ۴۷)

حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ میں حتی اذا رکبا فی السفینۃ خرقھا (سورہ الکہف:۷۱) (یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو (خضر نے) کشتی میں سوراخ کر دیا)۔ اس میں مصنف نے تقلیل خسارہ یا Minimization of Loss دکھایا ہے (۵۰-۵۴)

قرآن میں کئی جگہوں پر غیر مومن بندوں کا یہ رویہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں ملاحظہ ہو آیات سورہ الدھر: ۲۷، القیامۃ: ۲۰-۲۱، سورہ اعلیٰ: ۱۶-۱۷)۔ ان سے مصنف نے نقد کو ادھار پر ترجیح Time Preference کا اصول نکالا ہے۔

سورہ یوسف میں آیت لاتدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ (تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا) اس سے مصنف نے قرآن میں تقسیم خطر یا Risk Distribution کا اصول ثابت کیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مذکورہ بالا آیت حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقولہ ہے جس کی حکایت قرآن نے کی ہے۔ بھلا اس کو قرآن کا معاشی معجزہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

اسی طرح کچھ آیات سے ایسے الفاظ پیش کر کے جو علم محاسبہ یا Accounting میں مستعمل ہیں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اس علم سے متعلق اصول اور اشارات قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن اور علم محاسبہ میں بعض اصطلاحات اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معانی کے اشتراک کا پایا جانا قرآن کا اقتصادی معجزہ ہوسکتا ہے شاید ہی کوئی باور کرے۔

کتاب میں اس طرح کچھ اور مباحث ہیں جن سے بحیثیت اقتصادی اعجاز کے اتفاق اور اختلاف دونوں کی گنجائش ہے۔ راقم کی نظر میں قرآن کا معاشی معجزہ ان متفرق معاشی تعلیمات کے بجائے اس کا معاشی نظام ہے کہ قرآن نے ۱۴۰۰ سال پہلے انصاف و اعتدال پر مبنی ایسا معاشی نظام پیش کیا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا اب تک قاصر ہے۔ قرآن کی ساری معاشی تعلیمات اس مجموعی نظام کا جز، ہونے کی حیثیت سے اعجازی حیثیت کی حامل ہیں۔ الگ سے ان کی اہمیت ہے مگر معجزہ نہیں ہے۔ اس کو ایک دنیوی مثال تاج محل کی بے مثال عمارت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ تاج محل کے اندر استعمال ہونے والے رنگ برنگ کے قیمتی پتھر اور نقش ونگار کی اپنی جگہ اہمیت ہے مگر عجائب عالم کی حیثیت پوری عمارت کے حسن وتوازن میں ہے نہ کہ اس کے مختلف اجزا کی۔

۸- النصوص الاقتصادية من القرآن و السنة

(قرآن وسنت کے معاشی نصوص) [۱۰]

ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل منذر قحف کی اہم پیش کش ہے۔ کتاب کے مشمولات عنوان سے واضح ہیں۔ اس میں مؤلف نے معاشی امور سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو دس مختلف معاشی ابواب اور ان کے تحت ۴۰۰ سے زیادہ موضوعات کے تحت جمع کیا ہے۔ اس میں ۵۱۵ قرآنی نصوص اور ۲۴۶۱ احادیث وآثار درج ہیں۔ آیات واحادیث کی تکرار سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے۔ کتاب میں احادیث کی مختصر تخریج بھی پیش کی گئی ہے۔

اسلامی معاشیات پر گزشتہ نصف صدی میں بے پناہ لٹریچر کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کی عملی تطبیق کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ اس قابل قدر اضافے میں کہیں کچھ خامیاں بھی در آئی ہیں، جن میں اکثر مصنف کی ذہنی وفکری رجحانات، مقامی حالات، عالمی تغیرات اور عصری ادبیات کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ اسلامی معاشیات کی نشو ونما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ماضی کے فقہی ذخیرہ سے استفادہ کا رجحان بھی غالب رہا جو کہ مخصوص زمان و مکان میں مرتب کیے گئے جس کی وجہ سے آج کے بدلے ہوئے حالات میں وہ بہت سازگار نہیں ثابت ہو رہے تھے۔ مؤلف کی اس پیش کش کا مقصد ہے کہ اسلامی معاشیات کی نظریہ سازی اور تطبیق میں شریعت کے بنیادی مآخذ قرآن و سنت کی تعلیمات کو معیار اور اولیت کا درجہ دیا جائے اور اس کے لیے قرآن و حدیث کی وہ ساری نصوص یکجا فراہم کر دی جائیں جن کا معاشی امور سے کسی درجہ میں تعلق ہے تاکہ اسلامی معاشیات پر سوچنے، لکھنے اور برتنے والے ان کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔

آج اسلامی معاشیات کا کام دنیا کی مختلف اہم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ ان زبانوں میں کام کرنے والوں کو اس بات کی ضرورت زیادہ ہے کہ انھیں معاشی امور سے متعلق قرآن و حدیث کی جملہ تعلیمات یکجا اور ان کی اپنی زبان میں مل جائیں۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی اور دوسری اہم زبانوں میں فراہم ہو تبھی اس ضخیم کتاب سے عام استفادہ ممکن ہو سکے گا اور مصنف اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا۔ جیسا کہ اس جائزے کے شروع میں ہم نے ذکر کیا ہے عربی زبان پر قرآنی معاشیات پر کچھ اور چھوٹی بڑی کتابیں ہیں جن میں زیادہ تر تکرار ہے اس لیے ان پر علاحدہ تبصرہ کرنے کے بجائے ہم ان کو مراجع کی فہرست میں ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔[1]

حواشی و مراجع

[1] اسلامی معاشیات پر ماضی میں متعدد کتابیات (Bibliography) شائع ہو چکی ہیں اور بعض مصنفین نے اسلامی معاشی ادبیات کے جائزے بھی پیش کیے ہیں اور اس لٹریچر میں تیزی کے ساتھ اضافے بھی ہوتے رہے ہیں، لیکن خاص قرآنی معاشیات پر ادبیات کا اب تک کوئی تعارف یا جائزہ نظر سے نہیں گزرا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، قرآن کی معاشی تعلیمات، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، ۱۹۶۹، صفحات ۷۰۔ اس رسالہ کی اولین تاریخ اشاعت کے سلسلہ میں راقم نے پروفیسر خورشید احمد سے رجوع کیا جو مولانا مودودی کی تحریروں کے سب سے بڑے ماہر ہیں۔ انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مولانا کا یہ رسالہ اصلاً انگریزی میں تھا جو سب سے پہلے HISTORY OF MUSLIM PHILOSOPHY. Vol. I. GERMANY. 1960 میں شائع ہوا بعد میں اس کا اردو میں ترجمہ ہوا، اور مولانا کی نظر سے گزرنے کے بعد ترجمان القرآن میں شائع ہوا۔ اور جس کو پروفیسر خورشید احمد نے ۱۹۶۹ء میں ''معاشیات اسلام'' میں شائع کیا جو مولانا مودودی کی متفرق تحریروں پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی ایک کتابچہ کی شکل میں علاحدہ بھی شائع ہوا۔ پروفیسر خورشید احمد کے مطابق اصل میں یہ ایک بڑے مضمون کا حصہ ہے جس میں مولانا مودودیؒ نے قرآن کی معاشی اور سیاسی دونوں تعلیمات کو جمع کیا ہے۔ (راقم کے نام پروفیسر خورشید احمد کا خط مورخہ ۲۵ جون ۲۰۱۰ء)

۳۔ پرویز، غلام احمد

Pervez, Ghulam Ahmad, *Economic System of the Holy Qur'an*, (Translated by Saleena Kareem), Bazm-e Tulu-e Islam, London, 2005.

۴۔ خان، محمد اکرم

Khan, Muhammad Akram, *Economics of the Qur'an: A Study of Sura al-Ma'ida and Sura al-Nahal*, Library and Information Management Academy, Lahore, 1994.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵ـ حسن الزمان، سید محمد

Hasanuz-Zaman, S.M., *Economic Guidelines in the Qru'an*, International Institute of Islamic Thought. Herndon. USA. 1999. 398pp.

۶ـ یحیی، محمد فرید، النظام الاقتصادی القرآن، دار قتیبۃ، دمشق، ۱۹۸۳ء، ص ۳۷۲

۷ـ عطیۃ، محی الدین، الکشاف الاقتصادی لآیات القرآن الکریم، المعہد العالمی للفکر الاسلامی، ۱۹۹۱ء، ص ۵۹۷

۸ـ اصلاحی، عبدالعظیم، تبصرہ، الکشاف الاقتصادی لآیات القرآن الکریم، محی الدین عطیۃ، مجلۃ علوم القرآن، شمارہ ۲، جلد ۷، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۸-۱۳۳

۹ـ المصری، رفیق یونس، الإعجاز الاقتصادی للقرآن الکریم، دار القلم، دمشق، ط ۱، ۲۰۰۵م

۱۰ـ قحف، منذر، النصوص الاقتصادیۃ من القرآن والسنۃ، مرکز النشر العلمی، جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدۃ، ۱۹۹۹ء

۱۱ـ قرآنی معاشیات پر عربی زبان میں کچھ اور کتابیں:

- أبو یحیی، محمد حسن، اقتصادنا فی ضوء القرآن والسنۃ، دار عمار، الأردن، ط ۱، ۱۹۸۹ء

- بابللی، محمود محمد، الآیات القرآنیۃ والأحادیث النبویۃ فی المال والاقتصاد والتعامل المالی والخلقی، المکتب الاسلامی بیروت، دار الخانی بالریاض، ط ۱، ۱۹۹۶م

- دنیا، شوقی محمد، نظرات اقتصادیۃ فی القرآن الکریم، المعہد الاسلامی للبحوث والتدریب، بنک التنمیۃ الاسلامی، جدۃ: الطبعۃ الأولی ۲۰۰۷م

- العوضی، رفعت المنظومۃ المعرفیۃ لآیات الربا فی القرآن الکریم،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نموذج للإعجاز القرآنی فی المجال الاقتصاد، المعهد العالمی للفکر الاسلامی، القاہرۃ، ۱۹۹۷م

- الفضالة، صالح حسن، الدلائل الاقتصادیة فی القرآن والسنة النبویة، غراس، الکویت، ط۱، ۲۰۰۳م

- النجفی، حسن، زینة المصطلحات الاقتصادیة فی القرآن الکریم والأحادیث الشریفة، منشورات اتحاد المصارف العربیة، بیروت، ۱۹۸۹م

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی نظامِ معیشت کی بعض خصوصیات

نسیم ظہیر اصلاحی

قرآن مجید کی تعلیم و ہدایات انسان کے تمام شعبۂ حیات کا احاطہ کرتی ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جس کے متعلق اس کے احکام موجود نہ ہوں۔ لیکن اس کی تعلیم و ہدایت کا ہدف صرف دنیا کی زندگی نہیں ہے، بلکہ اس کی تصریحات کے مطابق دنیوی زندگی کی سعادت، حیاتِ ابدی کی سعادت کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ بنیادی طور پر اس کے پیشِ نظر، انسان کی اخروی کامیابی اور سعادت مندی ہے اور اس کا سارا زور خدا اور اس کے بندوں کے تعلقات ہموار اور استوار کرنے پر ہے۔ اس لیے نظامِ زندگی کے جس پہلو سے بھی وہ گفتگو کرتا ہے، اپنی اصل دعوت اور پیغام کے ضمن میں کرتا ہے۔ چنانچہ وہ پیدائش دولت اور تقسیم دولت سے بھی بحث کرتا ہے مگر اس طرح نہیں جیسے معاشیات کی کتابوں میں کی جاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنے مخصوص اسلوب و انداز کے مطابق مختلف اور موزوں مقامات پر موقع و محل کی مناسبت سے، اپنے بعض معاشی احکام، کبھی صراحتاً کبھی اشارۃً اور کبھی ضمناً بیان کر دیتا ہے۔ اس نے معروف معنوں میں کوئی مرتب و مدون معاشی نظام پیش نہیں کیا ہے، جس کو دورِ حاضر کے معروف معاشی اصطلاحات کے قالب میں دیکھا جا سکے۔ تاہم ان متفرق احکام و نظریات کو جمع کیا جائے تو وہ ایک صالح معاشی نظام کی صورت اختیار کر سکتے ہیں اور ہم ان کو ''قرآن کا معاشی نظام'' کا عنوان دے سکتے ہیں۔ چنانچہ مسلمان علماء و محققین نے قرآن کے معاشی نظام کو مدون و مرتب شکل دے کر، دنیا کے سامنے پیش بھی کر دیا ہے اور آج صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلامی معاشیات پر ایک اچھا ذخیرہ موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانۂ قدیم سے یہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ انسانی معاشرہ کا فساد و اضطراب اور روز بروز بڑھتی ہوئی بے چینی کے پیچھے معاشی اسباب کا بڑا دخل ہے، اس لیے ہمیشہ سے یہ بحث جاری ہے کہ حصولِ دولت کے طریقے کیا ہوں؟ اس کے صرف و خرچ کے اصول کیسے ہوں؟ اور اس کے تلف و ضیاع کے حقیقی اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ اور یہی امور، معاشیات کا بنیادی موضوع تصور کیے جاتے ہیں، جس پر غور و فکر کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

قدیم و جدید مفکرین نے اس مسئلہ کو علمی و عملی ہر دو طریقوں سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تاریخ عالم شاہد ہے کہ قدیم و جدید تمام نظام ہائے زندگی میں سے کوئی ایک بھی ایسا نظام نہیں پیش کیا جا سکتا جس کے مرتب کردہ اصول معیشت نے انسانی دنیا کو عام فلاح اور خوش حالی کے دوش بدوش عدل و انصاف اور امن و سلامتی سے بھی ہم کنار کیا ہو۔ افلاطون انسانوں کو آزاد اور غلام دو طبقوں میں تقسیم کرنا ضروری قرار دیتا ہے اور زیردستوں پر زبردستوں کے قہر و غضب کی راہ کھولتا ہے۔ روم و فارس کا پرشوکت تمدن دنیائے انسانی کو عام خوش حالی اور عدل گستری کا سامان کیا فراہم کرتا، وہ خود اپنی قوم اور اپنے ہم مذہب لوگوں کو بھی فلاح و خوش حالی کا عام پیغام نہ دے سکا۔ اس نے جو کچھ کیا، سب امراء و سلاطین کے لیے خاص رہا۔ اس نے عالم انسانی کو انسانوں کا محکوم بنانے کی ہنگامہ آرائیوں کے علاوہ دنیا کو اور کیا دیا؟ یورپ کی جمہوریت بھی عالم لوگوں کی خوش حالی اور فارغ البالی کے بجائے مخصوص اور مال دار طبقوں کی کفالت کرتی اور ظلم و استبداد کی راہ ہموار کرتی نظر آتی ہے۔ روسی اشتراکیت نے گرچہ عام خوش حالی، فارغ البالی، مساوات اور عدل و انصاف کا نعرہ تو بہت زور و شور سے بلند کیا مگر وہ بھی طبقاتی کشمکش میں الجھ کر رہ گئی اور عالم گیر پیام امن و انصاف بننے کے بجائے ایک مخصوص طبقہ کی حکمرانی کی علم بردار بن گئی۔ فرق صرف یہ رہا کہ وہ طبقہ مخصوص سرمایہ داروں کے بجائے مزدوروں کا تھا۔ اور اس نے سب سے بڑا فساد یہ پیدا کیا کہ خدا سے بغاوت کر کے، خدا اور اس کے بندوں کے فطری رشتہ کو منقطع کرنے کی مذموم کوشش کی۔ جس کے نتیجہ میں ایک قسم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنی، فکری اور روحانی انارکی معاشرہ میں پھیل گئی۔

اس کے برعکس قرآن کا نظام حکومت و معیشت گرچہ دل کش جگمگاہٹ اور مرعوب کن شان و شوکت سے بھرپور نعروں سے عاری ہے، جو دنیا کے عام نظاموں کا طرۂ امتیاز ہے، لیکن اس نے اپنے وجود حقیقی کے عہد میں یہ روشن تاریخ رقم کردی اور اپنی مخلصانہ جدوجہد سے ثابت کردیا کہ نظام معیشت کے حقیقی اغراض کا وہ سب سے بڑا علم بردار ہی نہیں ہے بلکہ عملاً ان کی تکمیل کرنے والا اور بلاتفریق ہر کس و ناکس کو ان کی منفعت سے ہم کنار کرنے والا بھی ہے۔ اس کے نظام معیشت میں نہ طبقاتی تفریق ہے اور نہ اونچ نیچ کا غیر فطری فرق و امتیاز، کہ ایک جماعت کل سرمایہ و دولت کی مالک بن بیٹھے اور دوسری اس کی دست نگر بن کر فقر و افلاس کی زندگی گزارنے اور دیوے استبداد کی قہرمانیوں کا شکار بننے پر مجبور ہو جائے۔

قرآن مجید کے پیش کردہ نظام معیشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام تر عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ کسی خاص طبقے یا گروہ کے ساتھ خصوصی رعایت اور امتیازی سلوک کا روادار نہیں ہے۔ وہ پوری انسانی برادری کے حقوق و مفادات کے تحفظ کا ضامن ہے۔ ظلم و استبداد یا خصوصی مراعات کے چور دروازے کی وہاں کوئی گنجائش نہیں ہے، اس کی روح یہ ہے کہ افراد معاشرہ کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان میں باہمی پیار و محبت اور الفت و یگانگت قائم رہے اور پورا معاشرہ خوش حالی اور فارغ البالی، امن و سلامتی اور بہی خواہی و ہمدردی کا خوش نما گہوارہ اور طبقاتی جنگ کے بجائے عالم گیر اخوت کا دلکش نظارہ بن کر، حیات انسانی کے مقصد وحید یعنی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیانی رشتہ کو مضبوط کرنے اور اخلاق کریمانہ کی رفعتوں تک پہنچانے کی خدمت انجام دے تاکہ حیات دنیوی کی فوز و فلاح حیات اخروی کی سعادت و کامرانی کا ذریعہ بنے۔ اس مضمون میں قرآنی نظام معیشت کے کچھ اہم خصائص و امتیازات مختصراً پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام وسائلِ معاش کا خالق اللہ ہے

معاش کے تعلق سے متعدد آیات میں متنوع اسالیب اور واضح انداز میں قرآن مجید نے یہ واضح کیا ہے کہ جن وسائل و ذرائع پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے انسانی حوائج و ضروریات کی تکمیل کے لیے ان وسائلِ معاش کو پیدا فرمایا اور انھیں انسانوں کے لیے مسخر بنایا۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُم مَّا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعاً۔ (البقرہ:۲۹)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

سورہ واقعہ میں ہے:

أَفَرَأَیْتُم مَّا تَحْرُثُونَ. أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ۔ (واقعہ:۶۳-۶۴)

کیا تم نے غور کیا اس چیز پر جو تم بوتے ہو؟ اس کو تم پروان چڑھاتے ہو یا پروان چڑھانے والے ہم ہیں؟

سورۂ ابراہیم میں ہے:

اللّهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الأَنْهَارَ. وَسَخَّر لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَینَ وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ. وَآتَاکُم مِّن کُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا۔ (ابراہیم:۳۲-۳۴)

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور بادلوں سے پانی اتارا پھر اس سے مختلف قسم کے پھل تمھارے رزق کے لیے پیدا کیے اور کشتی کو تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور اس نے دریاؤں کو بھی تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا اور سورج و چاند کو بھی تمھاری نفع رسانی میں لگا دیا دونوں ایک ہی انداز میں گردش میں ہیں اور دن و رات کو بھی۔ اور تم کو ہر اس چیز میں سے بخشا جس کے تم طالب بنے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو ان کو شمار نہ کر پاؤ گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اور اس طرح کی متعدد آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام وسائل حیات کا اصل خالق و مالک صرف خدا کی ذات والا صفات ہے اس نے ان اسباب و وسائل کو پیدا فرما کر انسان کی دسترس میں اس لیے دے دیا ہے تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور حسب ضرورت ان میں تصرف کرے لیکن ظاہر سی بات ہے جس عظیم ہستی نے اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کر کے انسانوں کے لیے مسخر کیا ہے اس نے اس سے کسب و اکتساب اور صرف و استعمال کے لیے انسانوں کو بالکل آزاد و بے مہار نہیں چھوڑا ہوگا کہ وہ اس میں من مانی کرتا پھرے۔ بلکہ استفادہ و انتفاع کے ضرور کچھ رہنما اصول وضع کر دیے گئے ہیں جن کی پابندی انسان کے لیے لازمی ہے۔ انسان کو یہ بے لگام اختیار نہیں دیا گیا کہ ذرائع معاش میں جسے چاہے ممنوع قرار دے اور جسے چاہے مباح۔ یقیناً اس طرح کا اختیار اسی ہستی کو ہونا چاہیے جس نے ان وسائل کو پیدا کر کے انسانوں کے تصرف میں دے رکھا ہے تا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جائز و ناجائز کے حدود مقرر کرنا اور حرام و حلال کا فیصلہ کرنا انسان کا نہیں بلکہ اللہ کا اختیار ہے۔ سورۂ نحل میں ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَالٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ (نحل:۱۱۶)	اور اپنی زبان کے گڑھے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام معاشی وسائل کا خالق و مالک ہے اس لیے تحریم و تحلیل کا حق بھی صرف اسی کو حاصل ہے۔

وسائل زندگی کا حصول ہر انسان کا حق ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان اور اس کے وسائلِ حیات کو پیدا فرمایا ہے، اسی طرح اس کی تمام ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا کفیل اور ذمہ دار بھی وہی ہے۔ وہ رب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس اور رب العالمین ہے وہ صرف خالق کائنات ہی نہیں بلکہ رب کائنات بھی ہے۔ اس کی ربوبیت کا اثر کائنات کے ذرہ ذرہ میں نمایاں ہے۔ وہی سب کی پرورش کرتا ہے اور ان کو روزی پہنچاتا ہے۔ اس کی ربوبیت کسی خاص طبقہ و گروہ یا قوم و نسل کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ زمین و آسمان کی ہر مخلوق اس میں برابر کی حق دار ہے۔ اس کا فیضان سب کے لیے عام ہے۔ اس سلسلہ میں ابوالبشر حضرت آدمؑ سے فرمایا ہوا، رب کائنات کا یہ فرمان بڑی اہمیت کا حامل ہے:

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ. وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ۔ (سورہ طہٰ: ۱۱۸-۱۱۹)

یقیناً تمھیں وہاں حق حاصل ہے کہ تم نہ بھوکے رہو اور نہ ننگے اور نہ تمھیں پیاس ستائے اور نہ دھوپ کی تپش جھیلو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ چار اہم بنیادی انسانی حقوق یعنی روٹی، پانی، کپڑا اور مکان کے حصول کا ہر انسان حق رکھتا ہے جو رب کائنات کی طرف سے اسے عطا ہوا ہے۔

حرام و حلال کی تفریق

قرآن انسان کی آزادی کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ تاہم اس کی آزادی پر وہاں قدغن لگا دیتا ہے جہاں خود اس کی انفرادی یا اجتماعی و سماجی فلاح و بہبود کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ معاشی پہلو سے بھی اس کی انفرادی آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے قرآن اس پر کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے۔ تاکہ معاشرہ کے افراد میں خود غرضی اور مفاد پرستی راہ نہ پا سکے، جن سے اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچے اور ایک کی کمائی دوسرے کی مفلسی و محتاجی کا سبب بنے۔ اسی لیے قرآن نے سود، جوا، سٹہ بازی، رشوت، چوری، ناپ تول میں کمی اور ان تمام ذرائع آمدنی کو ممنوع قرار دیا ہے جن سے دوسروں کے استحصال اور معاشرہ کی معاشی تنگی کی کوئی صورت نکل سکتی ہو۔ قرآن مجید ہر شخص کو کسب معاش کی ترغیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ۔ (سورہ جمعہ:۱۰)	پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کے طالب بنو۔
إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ۔ (سورۂ عنکبوت:۱۷)	جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمھاری روزی کے مالک نہیں ہیں اس لیے اللہ ہی کے پاس روزی کے طلب گار بنو۔

مگر کسبِ معاش کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اسے انسان کی صواب دید پر چھوڑنے کے بجائے اصولی طور پر خود قرآن ہی نے یہ طے کر دیا ہے کہ ہر وہ کمائی جو دوسرے فرد یا جماعت کے نقصان کی قیمت پر ہو، وہ ناجائز اور حرام ہے اور ہر وہ کمائی جو باہمی رضامندی سے ہو اور منصفانہ مبادلہ کے طور پر انجام پائے وہ جائز اور حلال ہے اس اصول کو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ۔ (سورۂ نساء:۲۹)	اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے پر مت کھاؤ سوا اس کے، کہ باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔

اس آیتِ کریمہ سے کسبِ معاش کے تعلق سے تین رہنما اصول مستنبط کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ کسبِ معاش یعنی حصولِ دولت کے وہ تمام طریقے ناجائز اور حرام ہوں گے جن کو قرآن و سنت نے باطل ٹھہرایا ہے اس کی زیادہ تفصیل تو احادیثِ رسول میں ملے گی تاہم خود قرآن نے بھی بعض باطل طریقوں کی صراحت کی ہے لیکن اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے، مختصراً یہ کہ یہ وہ طریقے ہیں جو خیانت اور بددیانتی پر مبنی ہیں اور جن میں ایک فرد کا فائدہ دوسرے کے نقصان پر منحصر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- وہ تمام آمدنی اور ملکیتیں ناجائز اور حرام ہوں گی جو باہمی رضامندی کے بغیر تصرف میں لائی گئی ہوں۔

۳- حصولِ دولت کے وہ تمام طریقے باطل مانے جائیں گے جو بالآخر اپنے یا اپنے ہم جنسوں یعنی اجتماع و معاشرہ کے لیے مضر ہوں۔

پہلا اصول "لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" کے الفاظ سے مستنبط ہوتا ہے اور اس کے تحت خیانت، بددیانتی، چوری، رشوت، غبن، ناپ تول میں کمی، دھوکہ دہی، سود، جوا، سٹہ اور احتکار جیسے ذرائع آمدنی حرام قرار پاتے ہیں۔

دوسرے اصول کے تحت وہ تمام ذرائع آمدنی آجاتے ہیں جن میں فریقین کی باہمی رضامندی مفقود ہو، دھوکہ یا دباؤ کے ذریعہ طے پانے والے تمام معاملات، غائب سودوں کی ساری شکلیں اور تجارتی قمار بازی کی سب صورتیں اسی اصول کے تحت ناجائز قرار پاتی ہیں۔

تیسرا اصول "لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ" کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے، اس کے ذریعہ حصولِ دولت کے وہ تمام وسائل ممنوع قرار پاتے ہیں جن سے جھگڑے اور فساد کی راہ کھلتی ہو جو فرد کے لیے مضر ہونے کے ساتھ ساتھ مفادِ عامہ کے بھی خلاف ہوں مثلاً فحاشی پھیلانے والے کاروبار، قحبہ گری، شراب اور دوسرے مسکرات کی صنعت و تجارت، نیز دولت اور اس کی پیدائش کے وسائل سے مختلف بہانوں اور ہتھکنڈوں کے ذریعہ بلاوجہ عام لوگوں کو روکنا اور محروم کرنا وغیرہ۔[1]

حق معیشت میں مساوات

چونکہ کائنات کی تمام مخلوقات اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی لیے وہی جیسا کہ عرض کیا گیا ان کی تمام ضروریات کا کفیل اور ذمہ دار بھی ہے، چنانچہ معاشی ضروریات کی تکمیل کا بوجھ بھی اسی کے سر ہے۔ فرماتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (ہود: ۶)

اور زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

چنانچہ وہی حسبِ مشیت سب کو روزی بہم پہنچاتا ہے اور چاہتا ہے کہ بغیر کسی فرق و امتیاز کے کائنات کے ہر فرد کو وسائل زندگی کے حصول کا اختیار ہو اسی مقصد سے اس نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو وجود بخشا۔ انھیں انسانوں کے لیے مسخر کیا اور ان سے انتفاع و استفادہ کے مناسب مواقع اور ضروری صلاحیتیں ان مخلوقات ارضی کو عطا کیں، قرآن کہتا ہے:

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِن رِّزْقِہٖ۔ (سورہ ملک: ۱۵)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رام کردیا پس چلو اس کی پہنائیوں میں اور کھاؤ اس خدا کا رزق۔

دوسری جگہ ہے:

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ۔ (اعراف: ۱۰)

ہم نے زمین میں تم کو اقتدار بخشا اور تمھارے لیے اس میں زندگی کے ذرائع فراہم کیے۔

ایک اور جگہ ہے:

وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَہٗ بِرَازِقِیْنَ۔ (الحجر: ۲۰)

اور ہم نے تمھارے لیے زمین میں معیشت کے سامان رکھ دیے اور ان کے لیے بھی جن کو تم روزی نہیں دیتے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں رکھے ہوئے وسائل معیشت سے استفادہ و انتفاع کا تمام انسان مساوی اور برابر حق رکھتے ہیں۔ رب کائنات نے، کائنات کے اندر، اپنی مخلوقات کے لیے جو ذرائع معاش رکھے ہیں وہ بلاتفریق سب کے لیے یکساں اور مساوی ہیں۔ کسی کو بھی کسی دوسرے کے حق میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مداخلت کا اختیار نہیں ہے، ہر شخص کو برابری کے ساتھ یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو کام میں لاکر باعزت اور حلال طریقے سے اپنی روزی کمائے اور کائنات کا ایک فرد بھی محروم معیشت نہ رہے۔

ان آیات کی روح حسب ذیل آیت میں پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی ہے:

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ۔ (حم السجدۃ: ۱۰)	اور اس نے اس زمین میں اس کے اوپر پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں برکتیں رکھیں اور اس میں اس کے غذائی ذخیرے ودیعت کیے سب ضرورت مندوں کے لیے یکساں طور پر یہ سب ملا کر چار دنوں میں۔

درجات معیشت میں تفاوت

قرآن کے نزدیک اگرچہ ہر شخص کو مساوی حق معیشت حاصل ہے مگر درجات معیشت میں مساوات کے بجائے فرق و تفاوت رکھا گیا ہے، یعنی اپنی قوت وصلاحیت کے مطابق حصول معاش کے لیے جدوجہد کا ہر شخص مساوی حق تو رکھتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ اس جدوجہد کے نتائج وثمرات میں بھی سب برابر اور مساوی ہوں۔ چنانچہ درجات معیشت کا یہ فرق و تفاوت بالکل فطری ہے۔ خدا کی اس کائنات میں، درجات معیشت ہی نہیں بلکہ اپنی کسی چیز میں بھی ایک انسان دوسرے انسان کے مساوی نہیں ہے۔ نہ قد وقامت میں سب برابر ہیں، نہ حسن وجمال میں سب یکساں ہیں، نہ جسمانی طاقت اور ذہنی قابلیت میں سب مساوی ہیں، اور نہ فکر وخیال اور ظرف واخلاق میں سب ہم پلہ ہیں۔ دراصل یہ خدائی تقسیم ہے، جس میں خدا کی بے پایاں حکمت ومصلحت کارفرما ہے۔ جس طرح خدا کی یہ نعمتیں تمام انسانوں کو یکساں عطا نہیں ہوئی ہیں، اسی طرح رزق میں بھی انسان اور انسان کے مابین تفریق رکھی گئی ہے۔ ایسا نظم کائنات کو صحیح اور درست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے لیے خدا نے کیا ہے۔ نظم کائنات کی صحت و بقاء کا تقاضا ہے کہ اس میں امیر اور دولت مند بھی رہیں اور غریب اور ضرورت مند بھی پائے جائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ (زخرف:۳۲)

دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کا سامان تو ہم نے تقسیم کیا ہے اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کیے تاکہ وہ باہم دگر ایک دوسرے سے کام لیں۔

دوسری آیت ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ۔ (انعام:۱۶۵)

اور اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے اوپر بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ بھی تم لوگوں کو اس نے دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے۔

ایک آیت اور ہے بلکہ اس طرح کی کئی آیتیں قرآن مجید میں ہیں:

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ۔ (سبا:۳۹)

اے نبی! کہہ دو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اور انسان کے رزق اور وسائل حیات میں جو فرق و تفاوت پایا جاتا ہے وہ اللہ ہی کی تقسیم اور اس کی تقدیر کا نتیجہ ہے جس میں اس کی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید کے بیانات سے کہیں یہ اشارہ نہیں نکلتا کہ اس کے نزدیک درجات معیشت میں عدم مساوات کے بجائے برابری اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکسانیت مطلوب ہے۔

محولہ بالا آیات کی پہلی آیت کے آخری الفاظ ''لیتخذ بعضھم بعضا سخریا''، خالق کائنات کی اس گوناگوں حکمت ومصلحت کی طرف اشارہ کررہے ہیں جو درجات معیشت یعنی رزق کی کمی بیشی میں مضمر ہے، مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

''یہاں یہ امر واضح رہے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے بنائی ہے اس وجہ سے اس کا نظام اس نے اس طرح رکھا ہے کہ اس میں ہر شخص دوسرے کا محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی۔ بڑے سے بڑا بادشاہ بھی دوسروں کا محتاج ہے اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی اس میں محتاج الیہ ہے۔ یہاں کوئی بھی شخص دوسروں سے مستغنی نہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ معاشرہ میں کسی نہ کسی پہلو سے اس کی افادیت نہ ہو۔''[۲]

آگے لکھتے ہیں:

''دنیا کو درجات ومراتب کے اس فرق کے ساتھ پیدا کرکے اللہ تعالیٰ یہ امتحان کررہا ہے کہ جو لوگ اعلیٰ صلاحیتوں اور بہترین وسائل کے امین بنائے گئے ہیں وہ اپنے وسائل اور اپنی صلاحیتیں کس طرح استعمال کرتے ہیں؟..... اسی طرح وہ ان لوگوں کو بھی دیکھ رہا ہے کہ جو فروتر اور کمتر وسائل کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں کہ وہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں اپنے فرائض کو پہچاننے والے اور اپنے خالق سے ڈرنے والے، اپنی خودی اور اپنی خودداری کی حفاظت کرنے والے ہیں یا اپنے فرائض چھوڑ کر اس خبط میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ انھیں ان لوگوں کو نیچا دکھانا چاہیے جو ان کے حاکم اور افسر بنے ہوئے ہیں۔''[۳]

جو لوگ درجات معیشت کے فرق و تفاوت کو مٹا کر تمام انسانوں کو معاشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے ایک درجہ میں کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں ان پر سخت تنقید کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

> ''اور اگر وہ اس محال کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو گئے یعنی انھوں نے پوری قوم کو صلاحیتوں اور ذہنی و مادی قوتوں کے اعتبار سے ایک درجہ پر کر دیا تو اسی دن باہمی تعاون کی بنیاد ختم ہو جائے گی اور قوم میں انارکی پھیل جائے گی جب ہر شخص لینن اور اسٹالن بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لے گا تو آخر وہ لینن یا ماؤ کی کار چلانے والا ڈرائیور یا ان کے جوتوں پر پالش کرنے والا خدمت گار بننے پر کیوں قانع ہوگا؟ پھر تو ہر شخص خداوند ہی بننے کی کوشش کرے گا اور اتنے خداؤں کی کشمکش میں اس دنیا کا جو حشر ہوگا اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے!!''[۳]

مختصر یہ کہ قرآن مجید حق معیشت میں برابری اور مساوات کو تسلیم کرتا ہے لیکن وہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ درجات معیشت میں بھی مساوات اور برابری ہو۔ اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دولت کی مساوی تقسیم کے بجائے منصفانہ تقسیم ہونی چاہیے۔ ایک پروفیسر اور ایک چپراسی، ایک انجینئر اور ایک موچی، ایک افسر اور ایک کلرک، ایک محنتی اور لائق کاریگر اور ایک بے ہنر مددگار کی خدمات کا صلہ یکساں اور برابر نہیں ہو سکتا بلکہ ان کی خدمات کے اعتبار سے صلۂ خدمات میں بھی لازماً فرق و تفاوت ہونا چاہیے یہی انصاف کا تقاضا ہے۔

ارتکاز دولت کی ممانعت

قرآن مجید یہ تو چاہتا ہے کہ درجات معیشت میں فرق و تفاوت رہے لیکن اس کو یہ گوارا نہیں ہے کہ اس فرق و تفاوت کی بنا پر دولت پھیلنے اور تقسیم ہونے کے بجائے چند مخصوص ہاتھوں اور طبقوں میں سمٹ کر رہ جائے اور بقیہ افراد ان متمول اور اصحاب ثروت حضرات کی معاشی اغراض کے آلۂ کار بن کر رہ جائیں۔ اس لیے قرآن مجید نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف احتکار و اکتناز کو حرام قرار دیتا ہے بلکہ ہر اس صورت کو ممنوع قرار دیتا ہے جس سے دولت، معاشرہ میں گردش کرنے کے بجائے کچھ مخصوص دائرے اور حلقے میں منجمد ہو جائے۔

اس کے لیے قرآن مجید بار بار انفاق کا حکم دیتا ہے اور اصحاب ثروت کے دلوں میں یہ حقیقت ذہن نشیں کراتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مال و دولت کو صرف اپنا مال نہ سمجھیں بلکہ اس میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کا حق بھی تسلیم کریں چنانچہ قرآن کہتا ہے:

وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔ (ذاریات:۱۹)

اور ان کے مالوں میں حق ہے مانگنے والوں کا اور معاشی زندگی سے ہارے ہوئے کا۔

سورۃ المعارج میں:

وَالَّذِيْنَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ. لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔ (المعارج:۲۴-۲۵)

اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے سائل کے لیے اور معاشی زندگی سے ہارے ہوئے کا۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ (بنی اسرائیل:۲۶)

قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو۔

جو لوگ اپنی جائز دولت کو سینت سینت کر رکھتے اور جمع کرتے ہیں۔ حاجت مندوں اور محتاجوں پر خرچ نہیں کرتے قرآن مجید ان کی مذمت کرتا ہے اور ان کو وعیدیں سناتا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ. الَّذِيْ جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ. يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ۔ (ہمزہ:۱-۳)

تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو لوگوں پر طعن اور برائیاں کرنے کا خوگر ہے، جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ باقی رکھے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ توبہ میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ۔ (توبہ:۳۴)	جولوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک سزا کی خوش خبری سنادو۔

دراصل قرآن چاہتا ہے کہ آدمی نے جو کچھ جائز طریقے سے کمایا ہے، اپنی جائز ضروریات پر صرف کرنے کے بعد اگر اس میں سے کچھ بچ رہے تو دوسروں کو دے دے تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں لیکن اگر کسی کو مال جمع کرنے کا شوق ہے تو اسے بلاشبہ یہ حق حاصل ہے کہ اپنا شوق پورا کرے تاہم اسے اپنے جمع کردہ مال کا ایک متعین حصہ محروم المعیشت لوگوں کے لیے لازماً نکالنا ہوگا، جسے قرآن زکوٰۃ سے تعبیر کرتا ہے۔

قرآن مجید نے ارتکاز دولت پر پابندی لگانے ہی کے لیے زکوٰۃ، صدقات، کفارات اور عشر وغیرہ کا نظام قائم کیا ہے۔ اور بالکل دوٹوک انداز میں کہتا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔ (حشر:۷)

وراثت کا نظام بھی قرآن نے اسی لیے وضع کیا ہے کہ اگر دولت کسی شخص کے پاس سمٹ کر رہ گئی تو اس کے مرنے کے بعد یہ دولت اس کے ورثاء میں حسب قرابت پھیل جائے۔

حصول مال کے ذرائع میں جائز و ناجائز کی جو تفریق قرآن کرتا ہے وہ اسی لیے ہے کہ بیش تر حالتوں میں ارتکازِ دولت پیدا ہی ناجائز ذرائع آمدنی سے ہوتا ہے۔ غرض قرآن نے اپنے معاشی نظام کی تعمیر کچھ اس انداز سے کی ہے کہ اس میں نہ ارتکازِ دولت کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے اور نہ گردشِ مال کی کوئی ناہمواری۔

صرف وخرچ میں اعتدال

قرآن مجید آدمی کو اپنے حاصل کردہ جائز مال میں حسب مرضی تصرف کا پورا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی یقینی بناتا ہے کہ ایک شخص کا تصرفِ مال، معاشرہ پر مضر اثرات کا سبب نہ بننے پائے۔ چنانچہ وہ صارفین کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ مال کو صرف جائز اغراض پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح صارفین کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ جائز اغراض پر جو مال صرف کیا جائے وہ ضرورت سے زائد ہرگز نہ ہو۔ ناجائز اغراض پر صرفِ مال کو قرآن تبذیر سے تعبیر کرتا ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا. إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ۔ (بنی اسرائیل:۲۶-۲۷)

فضول خرچی نہ کر، فضول خرچ لوگ شیاطین کے بھائی ہیں۔

اور جائز اغراض پر ضرورت سے زیادہ صرف مال کو قرآن اسراف کا نام دیتا ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ (اعراف:۳۱)

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ماوردیؒ نے اسراف اور تبذیر کا فرق اس طرح بیان کیا ہے:

''کمیت یعنی مقدار خرچ میں حد سے تجاوز کرنا ''اسراف'' ہے اور یہ ثبوت ہے ان عاید شدہ حقوق کی مقدار سے جہالت کا جو اس کے ذمہ ہے۔ اور کیفیت یعنی مواقع صرف وخرچ میں حد سے تجاوز کا نام ''تبذیر'' ہے اور یہ شہادت ہے ان مواقع صرف سے نادان بننے کا جو صحیح اور حق مواقع ہیں۔''[۵]

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:

''اگر ایک شخص نے حق کی خاطر سب کچھ خرچ کر ڈالا تو یہ اسراف نہیں ہے اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے۔''[۶]

جس طرح قرآن ہر جائز ضرورت کی تکمیل، آرزو وتمنا کی تحقیق اور ذوق و شوق کی تسکین اس شرط کے ساتھ، جائز اور درست ٹھہراتا ہے کہ اس میں اعتدال وتوازن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔اس کے لیے اتنا ہی مال صرف کیا جائے جتنا اس کے لیے کافی ہو۔اسی طرح اس بخل اور دل کی تنگی سے بھی روکتا اور منع کرتا ہے، جس سے نہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری ہوسکیں اور نہ دوسرے حق داروں کے حقوق کی ادائیگی ہو سکے، قرآن کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً۔ (فرقان:٦٧)

اور جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی اور اس کے درمیان کی معتدل راہ اختیار کرتے ہیں۔

امام رازیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اسراف اور تقتیر کے متعلق مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کیے ہیں۔ان میں سے قوی تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ معیشت کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں نہ بے جا غلو کرتے ہیں اور نہ بے محل بخل کرتے ہیں اسی لیے قرآن عزیز میں دوسری جگہ نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے:

وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ۔ (بنی اسرائیل:٢٩)

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے ساتھ نہ باندھ لو یعنی بخل نہ کرو اور نہ بالکل ہی کھول دو (یعنی اسراف نہ کرو)

اور آیت ''كان بين ذلك قواما'' میں ''قوام'' سے اعتدال اور میانہ روی مراد ہے۔''[۷]

سورہ بنی اسرائیل کی وہ آیت جس کا حوالہ امام رازیؒ نے دیا ہے یعنی ولا تجعل يدك مغلولة ..... الخ اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اوپر آیات ۲۶-۲۷ میں اسراف وتبذیر کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کے باب میں غلط فہمی سے بچانے کے لیے یہ صحیح نقطۂ اعتدال کی وضاحت فرما دی کہ منشائے الٰہی یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی ضروریات کے معاملہ میں بالکل ہی بخیل وخسیس بن کر رہ جائے بلکہ صرف یہ مطلوب ہے کہ وہ اعتدال وکفایت شعاری کا رویہ اختیار کرے، نہ اپنے ہاتھ بالکل باندھ ہی لے، نہ ان کو بالکل کھلا ہی چھوڑ دے۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ اپنی جائز ضروریات پر بھی خرچ کرے اور دوسروں کے حقوق بھی ادا کرے ۔۔۔ اگر تم اپنے ہاتھ بالکل ہی کھلے ہوئے چھوڑ دو گے تو بالآخر اس کا نتیجہ یہ سامنے آئے گا کہ دوسروں کے حقوق کے معاملے میں سزاوارِ ملامت بھی ٹھہرو گے اور ادائے حقوق سے قاصر اور درماندہ بھی ہو کر رہ جاؤ گے۔''[۸]

حاصل یہ کہ قرآن مجید صارفین کو صرف وخرچ میں افراط وتفریط سے روکتا اور اعتدال وتوازن اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے اس لیے کہ اس کے نزدیک میانہ روی (اقتصاد) ہی معیشت کی عادلانہ راہ اور صالح اجتماعی نظامِ معیشت کا ذریعہ ہے۔

اصل ہدف آخرت ہے

قرآن مجید کے نزدیک انسان کا مسئلہ صرف پیٹ کی بھوک مٹانا اور خوش حالی و فارغ البالی کی زندگی گزارنا نہیں ہے۔ بلکہ انسان کا اصل مسئلہ دنیا کے بعد آخرت میں کامیابی اور خدا کے حضور سرخ روئی کا حصول ہے۔ مال و دولت تو بقائے حیات کا صرف ایک ذریعہ ہیں۔ اس لیے قرآن لوگوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ قیامِ حیات کے ضروری اہتمام و انتظام کے ساتھ ساتھ اپنے اصل اور حقیقی مقصد کے لیے بھی سرگرم رہے اور فاضل مال و دولت کو اپنے مقصدِ حقیقی کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری تگ و دو، صلاحیتیں اور اس کی زندگی کے قیمتی اوقات صرف معیشت کی نذر ہو کر رہ جائیں، چونکہ دنیا اپنی لذت اور کشش کی وجہ سے آدمی کو اس کے مقصد حیات سے غافل اور بے نیاز کر دیتی ہے، اس لیے قرآن معیشت کی فراوانی اور اس سے حاصل ہونے والے اسباب راحت ولذت کی مذمت کرتے ہوئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا حکم دیتا ہے اور معیشت اور حصول معاش کو ثانوی درجہ میں رکھتا ہے۔

حواشی

۱ یہ تفصیل محمد محترم فہیم عثمان کی کتاب ''اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو'' سے قدرے تصرف کے ساتھ ماخوذ ہے، ص ۱۵ تا ۱۷، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۱ء

۲ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۹ء، ج ۷، ص ۲۲۶

۳ مصدر سابق، ص ۲۲۶-۲۲۷

۴ مصدر سابق، ص ۲۲۷

۵ سید محمود آلوسی، روح المعانی، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند، ج ۱۵، ص ۵۹

۶ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۲۴، ص ۱۰۹

۷ مصدر سابق

۸ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج ۴، ص ۴۹۸

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی چند معاشی تعلیمات اور معاشرے سے ان کا ربط

سورۂ بقرہ کی آیات کے حوالہ سے

محمد عمر اسلم اصلاحی

سورۂ بقرہ معاشی فارغ البالی کے حصول اور معاشی مشکلات سے نجات پانے کے بارے میں اصولی ہدایات فراہم کرنے والی ایک اہم سورہ ہے، چونکہ معاشی استحکام کے لیے تجارت کو بڑی بنیادی اہمیت حاصل ہے اس لئے تجارت اور بیع وشراء اور اشتراء کا ذکر بھی سورۂ بقرہ میں بار بار ہوا ہے، پورے قرآن میں ان کا ذکر ۵۵ بار ہوا ہے، جس میں سے صرف سورۂ بقرہ میں ۱۸ بار ہوا ہے، گویا اس موضوع سے متعلق پورے قرآن کا تقریباً ایک تہائی حصہ صرف سورۂ بقرہ میں بیان ہوا ہے، (لیکن یہ بجائے خود ایک مستقل موضوع ہے جس پر گفتگو کی گنجائش اس مقالہ میں نہیں ہے) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سورۂ بقرہ میں معاشی امور ومسائل کو کتنی اہمیت دی گئی ہے۔

سورۂ بقرہ تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ تمہید کا ہے، دوسرا حصہ بنیادی مضامین کا اور تیسرا حصہ خاتمہ بحث کا ہے، بنیادی مضامین چار ابواب پر مشتمل ہیں:

پہلے باب میں قدیم آسمانی صحیفوں کی پیشین گوئیوں کا ذکر کر کے لوگوں کو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، دوسرے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس رسول اور اس کی امت کے لئے دعاء کی تھی وہ رسول یہی ہے، اور اب تم اس کی امت بننے کی کوشش کرو، تمہارا فائدہ اسی میں ہے، تیسرے باب میں متعدد احکام وقوانین بیان ہوئے ہیں، اور چوتھے باب میں خانۂ کعبہ کو کفار کے قبضہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آزاد کرانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ان چاروں ابواب میں جو باب احکام وقوانین سے متعلق ہے، اس کا بڑا حصہ معاشی امور و مسائل سے متعلق ہے، چنانچہ اس میں زکوٰۃ، انفاق، قصاص، دیت، وصیت، یتیموں کے ساتھ سلوک، مہر اور نان ونفقہ کا ذکر مثبت پہلو سے اور حرام خوری، رشوت، شراب، جوا، مال یتیم میں خرد برد اور سود کا ذکر منفی اسلوب میں ہوا ہے، ان آیات میں معاشرے کے معاشی استحکام کے لئے کچھ ہدایات دی گئی ہیں اور معاشی دیوالیہ پن سے حفاظت کی کچھ تدابیر بیان کی گئی ہیں۔

یہی حصہ سورہ کی اصل تعلیمات کا حصہ ہے، باقی تمام حصے انہی اصل تعلیمات تک ذہنی وفکری لحاظ سے پہنچانے کا ذریعہ یا اس چشمۂ خیر سے کماحقہٗ مستفید ہونے کی تدابیر ہیں۔

زکوٰۃ:

زکوٰۃ زَکَا، یَزْکُوْ سے مصدر ہے جس کے معنی پاک ہونے کے ہیں، اس کے اندر بڑھنے اور نشوونما پانے کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔

اصطلاح شرع میں زکوٰۃ اپنے پورے مال میں سے ایک متعین مقدار کو اللہ کی ہدایت کے مطابق خرچ کرنے کا نام ہے، اگر کوئی شخص اللہ کی ہدایت کے مطابق اپنے مال سے زکوٰۃ نکالتا ہے تو گویا وہ اپنے مال کو پاک بھی کرتا ہے اور اس میں افزونی کی راہیں بھی کھولتا ہے، اس کی پاکیزگی کا پہلو حضرت ابراہیمؑ کی اس دعاء میں ہے جسے سورۂ بقرہ میں یوں نقل کیا گیا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ. (البقرہ:۱۲۹)

اے ہمارے رب! تو ان کے درمیان انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افزائش اور برکت کا پہلو بیان کرتے ہوئے ایک دوسری سورہ میں یوں فرمایا گیا:

وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. (الروم:۳۹)

اور جو سود تم دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں پروان چڑھے تو وہ اللہ کے یہاں پروان نہیں چڑھتا؛ البتہ جو زکوٰۃ تم دیتے ہو اللہ کی رضا جوئی کے لئے تو یہی لوگ ہیں جو دے کر اپنا مال بڑھانے والے ہیں۔

جس طرح نماز حقوق اللہ سے متعلق تمام احکام کا سرچشمہ ہے؛ اسی طرح زکوٰۃ حقوق العباد سے متعلق تمام احکام کا منبع ہے، اسی لئے عام طور پر قرآن مجید میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ایتاء زکوٰۃ کا حکم بھی دیا گیا ہے:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ. (البقرہ:۴۳)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں کے ذریعہ جو عہد لیا تھا اس کا ایک حصہ ایتاء زکوٰۃ بھی تھا چنانچہ قرآن نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ. (البقرہ:۸۳)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو گے، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کو ان کا حق دو گے اور یہ کہ تم لوگوں سے اچھی بات کہو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہود کی شر انگیزی سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے دیگر ہدایات کے ساتھ یہ ہدایت بھی دی کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتوا الزَّکوٰۃَ(البقرہ:۱۱۰) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

اسی سورہ کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایتاء زکوٰۃ کو نیکی قرار دیا ہے، فرمایا:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَ آتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّائِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ آتَی الزَّکوٰۃَ (البقرہ:۱۷۷)

نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف رخ کرلو بلکہ برتو اصلاً ان کے اندر ہے جو اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اپنا مال اس کی محبت کے باوجود قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی۔

اور اس طرح کے نیک لوگوں کو اجر آخرت کی بشارت دی ہے، فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتَوُا الزَّکوٰۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. (البقرہ:۲۷۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، وہاں ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ان کو کوئی غم لاحق ہوگا۔

زکوٰۃ کی حیثیت معاشرے کے معاشی مسائل کو حل کرنے میں شاہ کلید کی ہے، سورۂ توبہ میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ . (التوبہ:۶۰)

زکوٰۃ تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور زکوٰۃ کے کام پر مامور لوگوں کے لئے ہیں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہے، نیز گردنوں کے چھڑانے میں، مقروضوں پر، اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کی امداد میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کوئی اختیاری چیز نہیں ہے؛ بلکہ یہ ہر صاحبِ مال پر فرض ہے، اب اگر تمام اصحاب ثروت اس حکم پر عمل کریں تو ضرورت مندوں کے معاشی مسائل بہت حد تک حل ہو سکتے ہیں؛ کیوں کہ اس کے ذریعہ ایک تو اس طبقہ کی مالی مدد ہو جاتی ہے جو خط افلاس سے نیچے رہ کر زندگی گزارتا ہے، دوسرے ان لوگوں کی مدد بھی کی جاسکتی ہے جو ہر چند کہ خط افلاس سے نیچے تو نہیں ہیں؛ لیکن ہنگامی حالات سے دو چار ہوتے ہیں، تیسرے اس سے ان لوگوں کی بھی معاشی مسائل کا حل نکل آتا ہے جو اس نظامِ زکوٰۃ سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اپنی معاش کے لئے الگ سے تگ و دو نہیں کر سکتے، ایسے لوگ خواہ اصحابِ ثروت ہی کیوں نہ ہوں؛ لیکن اگر ان کی یافت کا سلسلہ یکسر منقطع ہو جائے تو انہیں بھی خط افلاس سے نیچے گرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

انفاق

سورۂ بقرہ میں اسی سے ملتا جلتا ایک اور حکم ہے اور وہ ہے انفاق، یعنی اپنے ذاتی استعمال کے مال میں سے خرچ کرنا، زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح طور سے کر دینے کے بعد صاحبِ مال کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ اپنے مال کو وہ جائز طریقے سے جیسے چاہے استعمال کرے، تاہم اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ سماج کے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاشی مسئلہ زکوٰۃ سے حل نہیں ہو پا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے مال میں سے بھی خرچ کریں، زکوٰۃ ایک واجبی انفاق ہے لیکن عمومی انفاق ایک اخلاقی انفاق ہے، اس کے لئے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ وہ لازماً اپنا یہ مال بھی خرچ کریں؛ بلکہ یوں کہا گیا ہے کہ اگر مقامِ بر یعنی اللہ تعالیٰ کی کامل وفاداری کے مقام پر فائز ہونا چاہتے ہیں تو حالات کے تقاضوں کے تحت انہیں ایتاءِ زکوٰۃ سے بھی آگے بڑھ کر اپنا ذاتی مال دوسروں پر خرچ کرنا چاہئے، اس میں یہ نہ دیکھیں کہ مال بہت قیمتی ہے، ہم خود ضرورت مند ہیں یا زمانہ قحط اور انتہائی گرانی کا ہے؛ کیوں کہ اگر سماج کا ہر فرد ان اندیشوں کا شکار ہو جائے تو سماج کے معاشی مسائل پوری طرح حل نہیں ہو سکتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر لوگوں میں انفاق کی یہ خوبی پیدا ہوجائے تو سماج کا ہر فرد ہر حالت میں اپنے بھائیوں کی ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع پا جائے گا، اس طرح سماج سے احساس محرومی ختم ہوگا، اور چوری، ڈاکہ زنی، رہزنی اور غصب مال کی لعنت سے معاشرہ چھٹکارا پا جائے گا۔

سورۂ بقرہ میں انفاق کی ترغیب جن لفظوں میں دی گئی ہے اس کا ذکر آیت ۱۷۷ کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے، اس انفاق کا فائدہ سماج کے دبے کچلے لوگوں کو تو پہنچتا ہی ہے، قرابت دار بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں اور فطری بات ہے کہ قرابت دار کے جس عمل سے اس کے رشتہ داروں کو اپنے معاشی مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے، اس سے ان کا رشتۂ قرابت اور گہرا ہو جاتا ہے، اور وہ اس کی مالی آفتوں میں اس کا مضبوط سہارا بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔

اس انفاق سے اسلامی فوجی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور ان کی اجتماعی دفاعی پوزیشن بھی مستحکم سے مستحکم تر ہوتی ہے؛ اسی لیے سورۂ بقرہ میں جنگی مہم کے موقع پر اسلامی فوج کو استحکام عطا کرنے کے لئے بھی انفاق کا حکم ہوا ہے، فرمایا:

وَ اَنْفِقُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. (۱۹۵)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو اور انفاق دل کھول کر خوبی کے ساتھ کرو، بے شک خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔

بخیل اور کم ہمت لوگ دین داری کے مظاہرہ کے باوجود اس قسم کے انفاق سے جان چراتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ زکوۃ تو ہم نے ادا کر دی اس طرح اپنے مال کو پاک کرلیا اب جو مال ہمارے اپنے استعمال کے لئے بچا ہے اس میں سے کیا خرچ کرنا، مزید خرچ کریں گے تو بے شک مزید ثواب پائیں گے؛ لیکن اگر مزید خرچ نہ کریں تو اس پر کوئی گرفت تو نہیں ہوسکتی، اس ذہنیت کے حاملین کے اس فکر کا ذکر آیت ۲۱۵ میں یوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اب کیا خرچ کریں۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو، خواہ وہ زکوٰۃ کی صورت میں ہو یا عام انفاق کی صورت میں اس کا فائدہ ہم حاصل نہیں کرنا چاہتے؛ بلکہ جو حکم انفاق ہم تمہیں دے رہے ہیں اس کا سارا فائدہ تمہارے سماج ہی کو پہنچتا ہے۔ اس سے تمہارے والدین، تمہارے قرابت دار، تمہارے سماج کے یتیم، مسکین اور مسافر ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب تمہارے مال سے تمہارے سماج کو فائدہ پہنچے گا، تو اس سے تمہارے مال کی حفاظت بھی ہوگی، اور تمہارا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بھی بنے گا، کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارا معاشرہ ایک اچھا مثالی معاشرہ بن جائے جہاں ہر ایک کے جان و مال کی ضمانت فراہم ہو؟ فرمایا:

قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ. (البقرہ: ۲۱۵)

اے نبی! کہہ دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

لیکن جب بخیل طبیعت کے لوگوں کو اس حکم سے پریشانی محسوس ہوئی اور اس وضاحت کے باوجود ان کے اندر ہمت کی کمی نظر آئی اور مطالبۂ انفاق کے جواب میں انہوں نے وہی سوال دہرایا کہ "ماذا ینفقون؟" کیا خرچ کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مزاج کی رعایت سے فرمایا: قل العفو "اے نبی کہہ دو جو ضرورت سے فاضل ہو"، یعنی اگر تم اس اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کرو کہ تمہاری ضرورت سے جو فاضل ہو اسی میں ان کو شریک کر لو۔

اس انفاق کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو اسلوب اختیار فرمایا ہے، وہ غایت درجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوق انگیز اور حوصلہ افزا ہے، فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. (البقرہ:۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے کہ وہ اس کو اس کے لئے کئی گنا بڑھائے، اللہ ہی تنگ دستی بھی دیتا ہے اور کشادگی بھی عطا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹنا ہے۔

اس ترغیبی حکم میں ایک بات تو یہ بتائی گئی کہ جو شخص انفاق کرتا ہے وہ گویا اپنا مال ایک ایسی جگہ محفوظ کرتا ہے جہاں سے ایک دن یہ مال اس کو کئی گنا نفع کے ساتھ واپس ملے گا۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ صاحب مال کو اللہ کی اس عنایت پر خوش ہونا اور اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں کشادگی عطا فرمائی، چنانچہ وہ لینے کے بجائے دینے کے لائق ہوا، اگر اللہ چاہتا تو اس کو بھی محتاج بنا سکتا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو کیا وہ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس کی محتاجگی دور کرنے میں اس کی مدد کریں؟

تیسری بات یہ فرمائی کہ ایک دن بارگاہ خداوندی میں تمہیں حاضری دینی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ تم سے اپنی اس نعمت کے بارے میں سوال کرے گا تو بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟

اس تیسری بات کو اسی سورہ میں دوسری جگہ بالکل واضح کر دیا ہے؛ تاکہ انفاق یا بخل کے نتائج پیش نظر رہیں، فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (البقرہ:۲۵۴)

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو، اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سفارش نفع پہنچائے گی، اور جو لوگ انکار کرنے والے ہیں دراصل اپنے اوپر ظلم ڈھانے والے وہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کی تمثیل اس سورہ میں یوں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (البقرہ:۲۶۱)

ان لوگوں کے مال کی تمثیل جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کے مانند ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور اس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں اللہ برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اللہ بڑی سمائی رکھنے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق کا تجارتی نقطۂ نظر سے بھی فائدہ یہ ہے کہ جو مال بھی اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کیا جائے گا وہ آخرت میں سات سو گنا زیادہ لے کر لوٹے گا۔

یہ حکم انفاق جس معاشی مسئلہ کے حل کے لئے دیا گیا ہے، اس کے ساتھ عزت نفس کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ معاشی لحاظ سے کمزور لوگوں کا مالی مدد کے نام پر استحصال نہ کیا جا سکے، چنانچہ یہ ہدایت ہوئی کہ دینے والا چونکہ اللہ کی بارگاہ میں خاصے نفع کے ساتھ اسے واپس لینے والا ہے؛ اس لئے وہ جس کی مدد کرے اسے دے کر اپنے اس انفاق کو بھول جائے، نہ اس پر احسان جتائے اور نہ اسے مبتلائے آزار رکھے، اسی صورت میں اسے حقیقی نفع ملے گا اور اگر اس نے اس کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچائی تو اس کا یہ انفاق نفع تو کجا اصل راس المال کو بھی برباد کر دے گا۔ ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. (البقرہ:۲۶۲)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے پیچھے نہ احسان جتاتے اور نہ دل آزاری کرتے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، وہاں نہ تو ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ. (البقرہ:۲۶۴)

اے ایمان والو! احسان جتا کر اور دل آزاری کر کے اپنی خیرات کو اکارت نہ کرو اس شخص کے مانند جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، ایسے شخص کی تمثیل یوں ہے کہ ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زور کا پانی برسے اور اس کو بالکل سپاٹ پتھر چھوڑ جائے، ان کی کمائی میں سے کچھ بھی ان کے پلے نہیں پڑے گا اور اللہ ناشکروں کو بامراد نہیں کرتا۔

اس زکوٰۃ اور انفاق کے نظام کو عملی جامہ پہنانے سے معاشرے کے ایک بہت بڑے طبقہ کے معاشی مسائل کو بآسانی حل کیا جا سکتا ہے۔

قصاص

ان دو شکلوں کے علاوہ اور بھی کئی شکلوں کا اس سورہ میں ذکر کیا گیا ہے، جن میں سے ایک شکل قصاص بھی ہے، لغوی اعتبار سے قصاص قصص سے ہے جس کے اصل معنیٰ کسی کے پیچھے پیچھے جانا اور کسی کے نقش قدم کو دیکھتے ہوئے چلنا، مثلاً سورۂ قصص میں ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. (۱۱)

اور اس نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا، چنانچہ وہ گئی اور دور سے اسے دیکھتی رہی اور لوگوں کو احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔

اسی طرح سورۂ کہف میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا. (۶۴) تو وہ دونوں اپنے نقوش قدم دیکھتے ہوئے لوٹے۔

اسی سے قصہ نکلا ہے کیوں کہ اس میں قصہ بیان کرنے والا اس کے مرکزی کردار کے پیچھے پیچھے چلتا ہے، اسی سے قصاص نکلا ہے کیوں کہ یہ ایک ایسی سزا ہے جس میں مجرم کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہے، چنانچہ اس میں قاتل کو بھی قتل کیا جاتا ہے، اصلی قصاص یہی ہے لیکن بعض حالات میں قاتل کے قتل کا نہ صرف یہ کہ سماج کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے، ایسی صورت میں اسلام نے اس کا بدل مہیا کیا ہے، جو ہر چند کہ ہے تو قصاص ہی لیکن اصطلاحاً اسے دیت یعنی خوں بہا کہا جاتا ہے، سورہ بقرہ میں اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے، فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ. ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض ٹھہرایا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت۔ پس جس کسی کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ رعایت کی گئی اس کے لئے دستور کی پیروی کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کو ادا کرنا واجب ہے، یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک تخفیف اور رحمت ہے، پس اس کے بعد جو زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں تین پہلو خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، ایک تو آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت کا قانون ہے، اس قانون کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی آزاد آدمی قتل کیا گیا ہو تو خواہ اس کا قاتل کوئی غلام ہی کیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو اس کے بدلے بہر حال ایک آزاد آدمی ہی کو قتل کیا جائے گا، خواہ اس کا تعلق اس قتل سے ہو یا نہ ہو، اسی طرح غلام کے بدلے غلام ہی قتل کیا جائے گا خواہ اس کا قاتل آزاد شخص ہی کیوں نہ ہو یا اسی طرح اگر کسی عورت کا قتل ہوا ہے تو قاتل چاہے کوئی مرد ہی کیوں نہ ہو، بہر حال اس کے بدلے ایک عورت ہی کی گردن ماری جائے گی، اس فرمان کا اگر یہ مطلب لیا جائے تو یہ ایک ظالمانہ فرمان ہوگا؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل قانون تو یہی ہے کہ مقتول کے بدلے میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے خواہ قاتل، مقتول کے معیار و مستوی کا ہو یا نہ ہو؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پہلو کا ذکر نہیں کیا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اگر قاتل معاشرے کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو تو خواہ مخواہ ایک جان اور گنوائی جائے اس لئے بدلے کے قانون میں اس نے دیت کی توضیح کی تاکہ قصاص میں اصل توجہ اس پر مرکوز رہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر مقتول آزاد مرد ہے تو دیت آزاد مرد کی لی جائے گی، اور مقتول غلام ہے تو دیت غلام کی لی جائے گی اور اگر مقتول عورت ہے تو دیت عورت کی لی جائے گی، اس سے سماج میں مقتول کی حیثیت کا بھی تعین ہوگا اور اس کی حیثیت کے لحاظ سے دیت کا بھی تعین ہوگا، اس قانون بدل میں معاشرہ کی معاشی پوزیشن کے استحکام کی ایک عمدہ شکل اختیار کی گئی ہے، قانون قصاص کے نفاذ سے انسانی زندگی کی ضمانت فراہم ہوتی ہے کیوں کہ قتل کے بدلے قتل ہوگا یا قتل کے بدلے دیت؟ اس کا فیصلہ مقتول کے وارثوں کو کرنا ہے، اب اگر مقتول کے وارث قتل کے بدلے قتل کا مطالبہ کرتے ہیں تو قاتل کو بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا یہ ایک ایسا قانون ہے جس کے تصور ہی سے لوگ دہل جائیں گے اور کسی کو قتل کرنے کی ہمت نہیں کریں گے؛ لیکن اگر مقتول کے ورثا، اس کے بدلے مالی منفعت حاصل کرنا چاہیں تو یہ مالی جرمانہ بھی اتنا معمولی نہیں ہوگا کہ قاتل آسانی کے ساتھ دے دے، مقتول کی سماجی حیثیت اور اہمیت کے لحاظ سے دیت کا تعین ہوگا، مالی جرمانہ بھی عام حالات میں بہت آسان نہیں ہوتا، اس لئے اس تصور سے بھی عمل قتل کی حوصلہ شکنی ہوگی اور لوگ جذبات کی رو میں بہہ کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدام قتل سے گریز کریں گے، اسی کو قرآن نے قصاص حیات کی ضمانت سے تعبیر کیا ہے، فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرہ:۱۷۹)

اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، اے عقل والو! (یہ قانون اس لئے بنایا گیا ہے) تاکہ تمہارے اندر خوف پیدا ہو (اور تم حدود الٰہی کی پابندی کرو)

اس میں دوسرا پہلو جو خصوصی توجہ کا مستحق ہے وہ یہ ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء اس بات پر راضی ہو جائیں کہ قاتل کو قتل کرنے کے بجائے اس سے دیت لے لی جائے تو یہ از روئے قرآن ایک تخفیف ہے، اور تخفیف کا فائدہ جسے حاصل ہو رہا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اولاً تخفیف کی شکل پیدا کرنے والوں کا احسان مند ہو، ثانیاً دیت کی ادائیگی میں زیادہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرے؛ تاکہ مقتول کے ورثاء کی اشک شوئی ہو سکے اور ان کی معاشی پوزیشن اس قدر بہتر ہو سکے کہ معاشرہ میں ان کی حیثیت کچھ اوپر اٹھ جائے۔ اس کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لینے کے بجائے احسان کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ان کے زخموں پر فوری مرہم رکھنے کی کوشش کرے۔

اور تیسرا اہمیت کا حامل پہلو یہ ہے کہ اس قانون کو انسانی حقوق کی پامالی قرار دینا صحیح نہیں ہے، اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا جائے تو بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس سے انسانی حقوق کی حفاظت کی بہت سی راہیں کھلتی ہیں۔

ایک راہ تو یہ ہے کہ دیت کی ادائیگی کے بعد قاتل کو بے فکر رہنے کا موقع مل جاتا ہے، دوسری راہ یہ کھلتی ہے کہ مقتول کے ورثاء پہلے کے مقابلہ میں اب زیادہ خوش حال زندگی گزار سکتے ہیں، اور تیسری راہ یہ کھلتی ہے کہ چونکہ قتل کے بدلہ قتل یا دیت کا اختیار مقتول کے ورثاء کو ہوتا ہے، اس لئے آئندہ کے لئے یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء نے قصاص کی پہلی ہی شکل کو باقی رکھا تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑ سکتا ہے، یوں قتل کا ارادہ کرنے والا اپنے اس اقدام سے باز رہتا ہے، اس لیے یہ قانون

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کی پامالی نہیں جیسا کہ عہد جدید میں کہا جاتا ہے؛ بلکہ ان کی حفاظت کی ضمانت ہے۔

وصیت

اس سورہ میں معاشی استحکام کی ایک اور صورت وصیت کا بھی بیان ہے، وصیت کا مطلب ہے کسی بڑے کی طرف سے کسی چھوٹے کو کوئی تلقین یا ہدایت کرنا، یہ تلقین و ہدایت زندگی کے آخری وقت میں ہو تب بھی وصیت ہے اور زندگی کے کسی اور مرحلے میں ہو تب بھی وصیت ہے۔ قرآن نے ان دونوں موقعوں کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو جو دین دے کر بھیجا اس دین کی تعلیم و تبلیغ کی ہدایت کے لئے خود اس نے وصیت کا لفظ استعمال کیا ہے، فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ (الشوریٰ:۱۳)

اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کی ہدایت اس نے نوح کو فرمائی اور جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کرنا۔

یہاں وصیت کرنے والا اللہ ہے جو ایک زندہ جاوید ہستی حی لا یموت ہے۔

اور انتقال سے پہلے کی ہدایت و تلقین کے لئے تو اس لفظ کا استعمال اس قدر عام ہے کہ اب وہ ایک اصطلاحی لفظ بن گیا، یہاں بھی جس وصیت کا ذکر کیا جا رہا ہے اس سے یہی اصطلاحی وصیت مراد ہے، یہ وصیت بھی معاشی استحکام کی ضمانت فراہم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے، اس سے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے اور باہمی عداوت اور دشمنی کی راہیں مسدود ہوتی ہیں اور مستقبل میں مال کے ضیاع کے امکانات محدود ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر دنیا سے جانے والا اپنے جانے سے پہلے اپنے مال کی وصیت کر جاتا ہے تو وہ مستقبل کے بہت سارے جھگڑوں کا راستہ بھی بند کر جاتا ہے اور سماج کے بعض کمزور طبقات کے معاشی مسائل کو بھی بہت حد تک حل کر کے جاتا ہے، ابتدائے اسلام میں تو ایک عبوری حکم کے تحت وارثوں کے لئے بھی وصیت کی تلقین کی گئی تھی؛ تاکہ اس وقت تک رائج استحصالی نظام کو لگام لگائی جا سکے اور جب اس نظام پر لگام لگ گئی تو باقاعدہ وراثت کا قانون مقرر کر کے قرابت داروں کے حقوق محفوظ کر دیے پھر بھی وصیت کو یکسر کالعدم قرار نہیں دیا کیوں کہ اس قانون کی سماج کو ضرورت ہے۔ اس کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں جن میں سے:

ایک شکل تو یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنی مسلسل بیماری یا ضعف پیرانہ سالی کی وجہ سے خارجی سہارے کا محتاج ہے اور اس کی جانب وہ لوگ توجہ نہیں دے رہے جو کل اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کے وارث ہوں گے تو ایسے شخص کے لیے اسلام نے یہ گنجائش چھوڑی ہے کہ وہ اپنی جائیداد کا دو تہائی حصہ تو بہر حال اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ دے؛ لیکن ایک تہائی مال کی کسی کو وصیت کر کے اس سے اپنی اس مجبوری میں سہارا حاصل کر سکتا ہے۔

اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی زندگی ہی میں اس کے بیٹوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں کی اولاد اس کی جائیداد میں قانون وراثت کی رو سے حصہ دار نہیں بن پاتیں جب کہ ان معصوموں کا دوسرا کوئی اور سہارا نہیں تو کیا دادا اپنے ان پوتوں کو بے سہارا چھوڑ کر دنیا سے چلا جائے اور وہ بھوکے مریں؟ ایسی صورت میں ضرورت ہوتی ہے کہ دادا ان کے لئے اپنی جائیداد کے ایک حصہ کی وصیت کر جائے؛ تاکہ وہ بھی بالکل بے سہارا نہ رہیں۔

اس طرح کی کئی صورتیں ہیں جن میں معاشی ضرورت کے تحت وصیت ناگزیر ہوتی ہے، انہی میں سے ایک صورت حال کا ذکر بطور مثال سورۂ بقرہ میں یوں ہوا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ. (۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے وصیت کر دیں کہ ایک سال تک ان کو گھر سے باہر کئے بغیر خرچ دیا جائے۔

اور اس قانون وصیت کو بیان کرنے کے بعد وارثوں کو سخت قسم کی تنبیہ بھی کی ہے کہ اگر انہوں نے اس وصیت میں اپنے مفاد کی خاطر کوئی تبدیلی کی تو وہ آخرت میں اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔ فرمایا:

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَاِنَّمَا اِثْمُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهُ. (البقرہ:۱۸۱)

جس کسی نے وصیت کو سننے کے بعد اس کو بدل ڈالا تو جو لوگ اس کو بدلیں گے اس کا گناہ انہیں پر ہوگا۔

یہ وصیت بہت سارے حاجت مندوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل کا ایک اہم وسیلہ ہے، اس قانون کو قانون وراثت سے کم اہمیت حاصل نہیں: بلکہ اس کی اہمیت اس سے زیادہ ہے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے کہ پہلے وصیت پوری کی جائے پھر وراثت تقسیم ہو فرمایا:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهُ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا. (النساء:۱۱)

اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اور اگر عورتیں دو سے زائد ہوں تو ان کے لئے دو تہائی ہے اس مال میں سے جو مورث چھوڑ کر گیا ہے اور اگر وہ اکیلی ہے تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اس مال کا جو وہ چھوڑ کر گیا ہے بشرطیکہ مورث کے اولاد ہو اور اگر مورث کے اولاد نہ ہو تو اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے اور اگر اس کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے، یہ حصے اس وصیت کے بعد ہیں جو وہ مرنے سے پہلے کر جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ بقرہ میں وصیت کا جو قانون اصولی طور سے بیان ہوا ہے دوسری سورتوں میں اس کی تفصیل آ گئی ہے۔

اس سورہ میں وراثت کا قانون بیان نہیں کیا گیا ہے اس لیے کہ دور جاہلیت میں حقوق کی جو پامالی ہو رہی تھی اس پر پہلے قدغن لگانے کی ضرورت تھی اور جب تک ذہن پوری طرح ہموار نہ ہو جائے وراثت کا قانون کچھ زیادہ مفید مطلب نہیں ہو سکتا تھا؛ البتہ چونکہ وصیت اور معاہدہ کو اس عہد میں بھی خاصی اہمیت حاصل تھی اس لئے وارثوں کے حقوق کی ضمانت بھی وصیت کے ذریعہ ہی فراہم کی گئی، جیسا کہ ایک حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ. (البقرہ: ۱۸۰)

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ پہنچے اور وہ کچھ مال چھوڑ رہا ہو تو تم پر فرض کیا گیا ہے وصیت کرنا والدین اور قرابت داروں کے لیے دستور کے مطابق خدا سے ڈرنے والوں پر یہ واجب ہے۔

زکوٰۃ سے سماج کے کمزور طبقات کے معاشی مسائل کو حل کرنے کی راہ ہموار کی گئی اور انفاق کے ذریعہ ان کمزور طبقات کے علاوہ والدین، قرابت داروں اور یتیموں کے بھی معاشی مسائل کو حل کرنے کا بھاؤ دیا گیا، قصاص کے ذریعہ احترام جان کا درس دینے کے ساتھ ساتھ مقتول کے ورثاء کی معاشی مشکلات میں سہارا بننے کا راستہ کھولا گیا اور وصیت کے ذریعہ اہل ثروت کے معاشرتی سکون کے لئے مزید کچھ لوگوں کی معاشی پوزیشن کو مستحکم بنانے کی تدبیر کی گئی، اب بظاہر مزید تفصیلات کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن چونکہ والدین، اولاد، بیویوں اور یتیموں کی معاشرہ میں خاص نوعیت اور اہمیت ہے اس لیے ان کے علیحدہ ذکر کی ضرورت تھی، چنانچہ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر مختلف اسالیب میں ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہے، سورہ بقرہ میں اولاد کے معاشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل سے تعرض نہیں کیا گیا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ والدین ان کے معاشی مسائل حل کرنے کے لئے خود ہی فکرمند رہتے ہیں؛ بلکہ معاشی پہلو سے اولاد کو اپنی ذات سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ البتہ والدین کا ذکر اس پہلو سے ایک جگہ آیت ۲۱۵ میں ہوا ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاد کے مقابلہ میں والدین کسی حد تک نظر انداز ہو جاتے ہیں اس لئے ان کا ذکر کر کے ان کی طرف خصوصی توجہ دلا دی گئی۔

بیویوں کے معاشی حقوق

بیویوں کے سلسلہ میں دو متضاد رویے سامنے آتے ہیں، جن میں سے ایک اسراف پر مبنی ہوتا ہے تو دوسرا استحصال پر؛ اس لیے ان کے ساتھ صحیح طرز عمل کی بھی نشان دہی کر دی گئی، ایک بات تو اصولی طور سے یہ کہی گئی کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ (البقرہ: ۱۸۷) — وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

اس بات سے دونوں کے باہمی تعلق کا پتہ چلتا ہے، پھر فرمایا:

لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ. (البقرہ: ۲۲۸) — مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ ترجیح کا ہے۔

ترجیح کے اس درجہ کی وضاحت سورۂ نساء میں یوں فرمائی کہ:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ (النساء: ۳۴) — مرد عورتوں کے قوام ہیں۔

پھر اس قوامیت کے دو اسباب گنائے ہیں:

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ (النساء: ۳۴) — اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے۔

ان دونوں اسباب میں سے ایک سبب اس صنف نازک کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل بتائی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل اس کے شوہر کے فرائض میں سے ہے۔ اس کی دو خاص شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شکل تو یہ ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے تو پہلے ایک متعینہ رقم اسے بطور مہر دے، ادائیگی مہر کی تین صورتیں بنتی ہیں:

جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر منکوحہ عورت سے صحبت ہو چکی ہے تو پورا کا پورا مہر ادا کیا جائے چونکہ یہ معروفات میں سے ہے اسی لئے اس کا اس سورہ میں ذکر نہیں ہوا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ منکوحہ عورت کو صحبت سے پہلے ہی طلاق دے دی گئی؛ لیکن مہر متعین ہے ایسی صورت میں متعینہ مہر کا نصف حصہ دینا ہے، فرمایا:

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ. (البقرہ:۲۳۷)

اور اگر تم نے ان کو طلاق دے دی ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے لیکن ایک متعین مہر ٹھہرا چکے ہو تو مقررہ مہر کا آدھا ادا کرو۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ منکوحہ عورت کو صحبت سے پہلے طلاق دے دی گئی اور مہر کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے تو ایسی صورت میں دستور کے مطابق دے دلا کر ہی رخصت کرنا ہے، فرمایا:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ. (البقرہ:۲۳۶)

اور اگر تم عورتوں کو اس صورت میں طلاق دو کہ ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ ان کے لئے متعین مہر مقرر کیا ہو تو ان کے مہر کے باب میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے البتہ ان کو دستور کے مطابق دے دلا کر رخصت کرو، صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق اور غریب اپنی حالت کے مطابق، یہ بھلے لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

دوسری خاص شکل یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے نان نفقہ کی ذمہ داری سنبھالے جیسا کہ " بما انفقوا اموالهم " سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر اور نان ونفقہ کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر عورت کو بحیثیت بیوی کچھ اور بھی دیا گیا ہے تو طلاق کے وقت اسے واپس لینے کی اجازت نہیں ہے چنانچہ جو کچھ بھی ہدیۃً وتحفۃً دے دیا گیا ہے سب اس کا ہے، فرمایا:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا. (البقرہ:۲۲۹)

اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم نے ان کو جو کچھ دیا دلایا ہو وہ ان سے واپس لے لو۔

یہ ساری شکلیں بیوی کی معاشی پوزیشن کے استحکام کی ضمانت کے لئے بتائی گئی ہیں۔

یتامیٰ

اور یتیموں کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ چونکہ باپ کے انتقال کے بعد وہ محتاج اور بے وسیلہ ہو جاتے ہیں؛ اس لئے ان کی معاشی ضرورت کی تکمیل مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔ وہ یتیم صاحب مال و جائیداد بھی ہوسکتا ہے اور محتاج و مسکین بھی، اگر وہ صاحب مال و جائیداد ہے تو اس کے مال کی حفاظت و نگرانی، اور اگر وہ محتاج ہے تو اس کی ضروریات زندگی کی تکمیل، اپنی جانب سے مسلم معاشرہ پر لازم ہے، صاحب مال و جائیداد ہونے کی صورت میں اس کے مال کو نشو ونما دینے کی ترغیب بھی ہے اور یہ اجازت بھی ہے کہ اس کے مال میں سے حق المحنت لیا جا سکتا ہے اور اس بات کی صراحت بھی ہے کہ انتظامی سہولت کے پیش نظر اگر یتیم کے مال اور کاروبار کو اپنے مال اور کاروبار میں شامل کر لیا جائے اور اس کے حقوق کی حفاظت کو یقینی اور عملی بنانے کے لئے اس کی ماں سے اس کی اجازت اور آمادگی کے بعد شادی بھی کر لی جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ تمام تفصیلات قرآن کے دوسرے مقامات میں بیان کی گئی ہیں؛ لیکن سورۂ بقرہ میں صرف اتنا کہا گیا ہے:

اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ. (البقرہ:۲۲۰)

جس میں ان کی بہبود ہو وہی بہتر ہے اور اگر تم ان کو اپنے ساتھ شامل کر لو تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں۔

یہ تو وہ صورتیں ہوئیں جن میں معاشرہ کی معاشی ضرورتوں کی تکمیل کی ہدایت مثبت پیرائے میں دی گئی ہے، اسی سورہ میں بعض ان صورتوں کا بیان بھی ہے جن سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشی استحکام کے لئے اجتناب ناگزیر ہے، اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصولی ہدایت دی گئی کہ مال کے استعمال وتصرف میں ناجائز طریقہ نہ اختیار کرو، فرمایا:

لا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸) اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

رشوت

اس انسانی معاشرہ میں مال کے ناجائز استعمال وتصرف کی بہت ساری صورتیں اپنائی جاتی ہیں، ایک صورت تو ایسی ہے جسے معاشرہ کے وہ افراد اختیار کرتے ہیں جنہیں ذہین اور دانا تصور کیا جاتا ہے، یہ لوگ دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے لیے انتظامیہ اور عدلیہ کو رشوت دیتے ہیں، اور اس ناجائز کام کو وہ ذہانت اور تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اوپر والی اصولی ہدایت کے معاً بعد یہ حکم دیا کہ دوسروں کی جائیداد ہڑپ کرنے کے لئے رشوت نہ دو، یہ غلط اور ناجائز ہے، اس سے عادلانہ نظام قائم نہیں ہوگا بلکہ ظالمانہ اور استحصالی نظام کو تقویت ملے گی، اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آج تمہارا فائدہ ہوگا تو کل کوئی دوسرا تم سے زیادہ رشوت دے کر تمہاری غصب کردہ جائیداد کے ساتھ تمہاری اصل جائیداد کو بھی اپنے نام کرا سکتا ہے، اس سے سماج میں امن واطمینان کے بجائے بدامنی اور اضطراب کا ماحول بنے گا جو ہر ایک کے لئے پریشانی کا سبب ہوگا، فرمایا:

وَ تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . (۱۸۸) اور اس کو حکام رسی کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اس طرح دوسروں کے مال کا کچھ حصہ حق تلفی کر کے ہڑپ کر سکو دراں حالیکہ تم (اسے حق تلفی) جانتے ہو۔

سود

اسی طرح کی ایک اور بڑی بیماری کا ذکر اس سورہ میں کیا گیا جو غریبوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشی استحصال کا سب سے خطرناک ذریعہ ہے اور وہ ہے سود، سود انفاق کی ضد ہے، انفاق کا محرک بلند ہمتی، ہمدردی، فیاضی، ایثار اور رحم دلی ہے جب کہ سود کا محرک پست مزاجی، بے مروتی، استحصال، خودغرضی اور سنگ دلی ہے، انفاق کا مزاج افادہ ہے جب کہ سود کا مزاج استفادہ ہے، ایک سود خور اللہ کی نعمت کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اس لائق بنایا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنا مال دے سکے اگر وہ چاہے تو اس کی اس حیثیت کو چھین سکتا ہے، اس لئے اسے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور شکر گزاری کا سب سے عمدہ ذریعہ انفاق ہے؛ لیکن وہ انفاق کے بجائے لوگوں کو اس لئے مال دیتا ہے کہ وہ قرض خواہ کا لباس تن بھی اتار لائے اس لیے اس کے ناجائز ہونے میں تو شبہ ہی نہیں، یہ سود چونکہ قرض کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں جہاں سود کی حرمت کا بیان کیا ہے وہیں قرض کے لین دین سے متعلق ضروری ہدایات بھی دے دی ہیں، سودخوری کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ، وَ اَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ. (البقرہ: ۲۷۵۔۲۷۶)

جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کے مانند جس کو شیطان نے اپنی چھوت سے پاگل بنا دیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام تو جس کو اللہ کی تنبیہ پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ لے چکا وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو اب بھی اس کے مرتکب ہوں گے تو وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ سود کو گھٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا اور اللہ ناشکروں اور حق تلفوں کو پسند نہیں کرتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سودی نظام ایک شیطانی نظام ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو اس سودی نظام سے مستقل وابستگی اختیار کر لیتا ہے، اس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے، اس لئے وہ حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سود خور حق تلفی کا مرتکب ہوتا ہے اور حق تلف، اللہ کا محبوب نہیں بلکہ مبغوض بندہ ہوتا ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ دنیا سے سودی نظام کا خاتمہ اور انفاق وصدقات کے نظام کو جاری ساری رکھنا چاہتا ہے۔

موجودہ معاشرے میں سودی نظام دو طرح کا ہے ایک تو یہ ہے کہ حکومت یا کوئی پرائیویٹ ادارہ قرض دیتا ہے اور اس پر ایک خاص مقدار میں سود وصول کرتا ہے، اس سودی نظام سے میری معلومات کی حد تک دو طرح کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں: ایک تو وہ ہیں جو اپنی خستہ معاشی حالت کی وجہ سے قرض لینے پر مجبور ہیں، اس طرح کے لوگ قرض تو لے لیتے ہیں لیکن اگر سیاسی فائدے کے لئے یہ ادارے یا حکومتیں چند سال بعد قرضوں کی معافی کی کوئی اسکیم نہ بنائیں تو اس قرض کی سزا کئی نسلوں کو بھگتنی پڑتی ہے، اس معافی کے باوجود ایک بڑا طبقہ ہے جو اس کی وجہ سے اپنی رہی سہی پونجی بھی گنوا بیٹھتا ہے۔

دوسرا طبقہ جو اس سے قرض لے کر فائدہ اٹھاتا ہے، وہ عام طور پر ان لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنے کالے دھن کو سفید بنانا چاہتے ہیں، وہ پہلے اپنے آپ کو ضرورت مند دکھاتے ہیں اور بعد میں اپنے کالے دھن کو اسی سے کمائی کا نتیجہ بتاتے ہیں، یوں اپنی چوری کا سرکاری سرٹیفکٹ حاصل کر لیتے ہیں۔

دوسرا سودی نظام وہ ہے جس میں سرمایہ دار بڑے اداروں یا حکومتوں کو ایک خاص شرح سود پر قرض دیتے ہیں، یا وہ ادارے اور حکومتیں خود مانگتی ہیں، اس سے بے شک دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے؛ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان اداروں یا حکومتوں پر کوئی بڑی آفت آ جاتی ہے اور وہ دیوالیہ ہو جاتی ہیں، اس میں جو نقصان ہوتا ہے وہ تمام تر ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اداروں یا حکومتوں کا ہوتا ہے، ایک تو اس آفت ہی سے ان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے، دوسرے وہ ان سرمایہ داروں کے مقروض ہونے کی وجہ سے ان کے دباؤ میں آکر ان کے مقاصد کو تقویت دینے کا کاروبار شروع کر دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورا ملک یا خطہ ان چند سرمایہ داروں کی مٹھی میں آجاتا ہے، پھر تو کیا عوام اور کیا حکومتیں انہی کے اشارۂ چشم ابرو پر ناچنے کے لئے مجبور ہوتی ہیں، اس لئے معاشی نظام کو بے داغ اور سود مند بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سود کو ناجائز ٹھہرایا۔

لاٹری اور امدادی شو

اسی پر لاٹری اور امدادی شو کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ لاٹری ڈالنا، فلم اسٹاروں کا امدادی شو منعقد کرنا اور مصیبت زدوں کی امداد کے لئے بے حیائی پر مبنی کلچرل پروگرام کرنا وغیرہ بھی ناجائز ہے، بظاہر یہ ایک اچھا کام ہے اور اس کے ذریعہ معاشرہ کے ایک بڑے ضرورت مند طبقہ کے معاشی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن ان طریقوں کا مزاج عامیانہ اور غیر اخلاقی ہے، اس لئے یہ شکلیں اپنی تمام تر افادیت کے باوجود ناجائز اور غلط ہیں کیوں کہ ان میں عارضی اور محدود فائدہ ہے، دیرپا اور لامحدود نقصانات ہیں، ان پروگراموں سے سماج کا مزاج بگڑتا ہے اور ان کی اخلاقیات پر ان کے بالکل منفی نہایت گہرے اثرات پڑتے ہیں؛ اس لئے ان طریقوں سے بھی اجتناب لازم ہے۔

جوا اور شراب

عرب جاہلیت میں لوگ قحط کے زمانے میں جوئے اور شراب کی محفلیں منعقد کرتے تھے ان میں جو کچھ جیتتے قحط زدہ لوگوں میں مفت تقسیم کرتے تھے، اس لئے جب جوا اور شراب کی حرمت کا قرآن نے اعلان کیا تو لوگوں نے ان کے بعض خاص فوائد کی طرف توجہ دلائی اور پوچھا کہ اس نقطۂ نظر سے ان محفلوں کے انعقاد کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (البقرہ:۲۱۹) — وہ تم سے جوئے اور شراب کے متعلق پوچھتے ہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ:۲۱۹) — کہہ دو ان دونوں چیزوں کے اندر بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت میں جوا اور شراب کی محفلوں کے انعقاد کو یکسر ناجائز قرار دیا گیا ہے خواہ وہ معاشرے کے معاشی استحکام کے نقطۂ نظر ہی سے کیوں نہ منعقد کی جائیں۔

قرض

اس حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے قرض کے سلسلہ میں ایک ہدایت تو یہ دی کہ اگر کوئی قرض خواہ اپنی ضرورت کے لئے کسی سرمایہ دار سے قرض مانگتا ہے تو وہ اسے دے دے، اور بغیر کسی نفع کے ایک معین وقت پر اپنا دیا ہوا قرض واپس لے لے؛ لیکن یہ ہدایت بھی دے دی کہ اگر قرض خواہ اپنی مجبوری کی وجہ سے وقت معین پر قرض واپس نہ کر سکے تو قرض دہندہ اسے مزید مہلت دے دے، اور اگر دیکھے کہ وہ قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہو پا رہا ہے تو معاف کر دے، اللہ تعالیٰ دوسری طرف سے اس کی اس کمی کو پورا کر دے گا، فرمایا:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۲۸۰) — اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو فراخی تک اس کو مہلت دو اور بخش دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔

رہن

اسی کے ضمن میں یہ وضاحت بھی فرما دی کہ اگر تحریر و شہادت کی صورت نہ بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارہی ہو یا کسی اور صورت میں قرض نہ مل پا رہا ہو تو کوئی چیز بطور رہن بھی رکھی جا سکتی ہے، لیکن جس کے پاس کوئی چیز بطور رہن رکھی جائے وہ اسے اپنے پاس ایک امانت سمجھے، اس میں خرد برد یا تصرف نہ کرے، اور جیسے ہی رہن کی واپسی کے امکانات پیدا ہو جائیں اسے واپس کر دینا چاہئے، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ.

(البقرہ:۲۸۳)

اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ مل سکے تو رہن قبضہ میں کرا دو اگر ایک دوسرے پر اعتماد کی صورت نکل آئے تو جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور شہادت کو چھپاؤ مت اور جو اس کو چھپائے گا وہ یاد رکھے کہ اس کا دل گنہگار ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔

یہ ہیں معاش کی وہ صورتیں جو سورہ بقرہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان صورتوں کو اختیار کیا جائے تو تمام معاشی مسائل بآسانی حل کئے جا سکتے ہیں اور مسلم معاشرہ کو گہوارۂ امن بنایا جا سکتا ہے، اس سورہ میں پہلے معاشی مسائل کے حل کے مثبت پہلوؤں کا بیان ہوا اور ان کے ذریعہ یہ بتایا گیا کہ کس طرح پورے سماج کو معاشی لحاظ سے مضبوط کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد اس کے منفی پہلوؤں کو بیان کر کے یہ بتایا گیا کہ موجودہ رائج معاشی استحکام کے وسائل میں سے کون کون سے وسائل ہیں جو ہیئت اجتماعیہ کو نقصان پہنچانے والے ہیں، اس لیے ان سے اجتناب ناگزیر ہے۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فساد فی الارض کا مالی اور معاشی پہلو قرآن مجید کی روشنی میں

محی الدین غازی

قرآن مجید مختلف اعمال اور رویوں کے لیے فساد فی الارض کا فقرہ استعمال کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اس فقرہ کا بکثرت استعمال اسے ایک قرآنی اصطلاح کا درجہ دیتا ہے۔ یہ اصطلاح بڑی معنی خیز ہے۔ یہ زمین انسانوں کے لیے بنائی گئی ہے اور تا قیامت پیدا ہونے والے انسانوں کا واحد ٹھکانہ ہے، اگر کسی فرد یا گروہ کا رویہ اس ٹھکانے کو نقصان پہونچانے یا برباد کرنے کا سبب بنتا ہے تو اس کے خلاف سارے انسانوں کا اٹھ کھڑا ہونا عین تقاضائے عقل وفطرت ہے۔ کسی برائی کو فساد فی الأرض کہہ کر قرآن مجید اس مسئلہ کو انسانوں کا ذاتی مسئلہ بنا دیتا ہے، کہ اسے حل کرنے کی ذمہ داری انھیں خود آگے بڑھ کر قبول کرنا چاہیے، کسی عمل کے فساد فی الارض ثابت ہو جانے کے بعد اس کے خلاف احتجاج ہر فرد کے اندر پیدا ہو جانا عین متوقع ہے ماسوا اس کے جس کا اپنا مفاد اس فساد سے وابستہ ہو چکا ہو۔

یوں تو فساد فی الارض کا اطلاق ان ساری برائیوں پر ہوتا ہے جن کا ارتکاب کرۂ ارض پر کیا جائے، لیکن قرآن مجید کے استعمالات بتاتے ہیں کہ معاشی انحراف اور مالی جرائم سے اس لفظ کا گہرا تعلق ہے۔ غالباً اس لیے کہ زمین ان وسائل کا مخزن ومنبع ہے جن پر انسانی زندگی کی بقاء کا انحصار ہے۔

قرآن مجید کے استعمالات کے علاوہ اہل لغت کی صراحتوں سے معلوم ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ عربی زبان میں بھی فساد کے لفظ کا اطلاق مالی جرائم پر خصوصیت کے ساتھ ہوتا ہے، فیروز آبادی لکھتے ہیں: والفساد: أخذ المال ظلما، والمفسدة ضد المصلحة، وتفاسدوا قطعوا الأرحام (۱)۔ تاج العروس میں مزید وضاحت ہے: والفساد: أخذ المال ظلما بغير حق، هكذا فسر مسلم البطين قوله تعالى: للذين لايريدون علوا في الأرض ولافسادا۔ (۲)

فساد فی الارض اور قوم مدین کے مالی جرائم

اس لفظ کا معاشی انحراف سے کس قدر گہرا تعلق ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مدین کی قوم کا تذکرہ کم وبیش تفصیل سے چار مقامات پر ہے، سورۂ اعراف آیت نمبر ۸۵ تا ۹۳، سورۂ ہود آیت نمبر ۸۴ تا ۹۵، سورہ شعراء آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۰ اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۳۶ اور ۳۷۔ اور چاروں جگہ فساد فی الارض کا ذکر بھی موجود ہے، یہ اہتمام ہمیں کسی اور قوم کے واقعہ میں نہیں ملتا، گویا قوم مدین کے جرائم سے جو بیش تر مالی تھے اس فقرہ کی گہری مناسبت ہے۔ تین مقامات پر ان کے مالی جرائم کا تذکرہ ہے اور اس کے ساتھ انھیں فساد فی الارض سے باز رہنے کو کہا گیا ہے، جب کہ سورۂ عنکبوت میں ناپ تول سے متعلق مالی جرائم کی تفصیل کے بجائے صرف وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ کہا گیا، گویا قوم مدین کی برائیوں کا عنوان فساد فی الارض ہے کہ اس کے ذکر سے ہی برائیوں کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔ جس طرح قوم لوط کی برائیوں کا عنوان فحاشی اور مجرمانہ عمل ہے۔

قوم مدین کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، نیت یہ ہوتی کہ فریق ثانی کی مرضی کے بغیر بلا عوض اس کا کچھ اور مال بھی ہاتھ آ جائے۔ اس رویہ کا سب سے خطرناک پہلو یہ تھا کہ ناپ تول کا پورا نظام اپنا اعتبار کھو رہا تھا۔ یہ بات رحمان کی ناراضگی کو بجا طور پر دعوت دینے والی تھی، جس نے اہتمام سے زمین بنائی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کے اوپر آسمان بنائے اور زمین میں ناپ تول کا نظام قائم کیا۔ (سورہ رحمٰن: ۱۲) زمین میں میزان کا تعارف رب کریم کی بڑی عطا ہے کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا سفر ناممکن تھا۔ عقلاء کا اتفاق ہے کہ زندگی کا قیام مال سے ہے اور عمران کی اساس میزان ہے۔ مال کے ساتھ زیادتی زندگی کے ساتھ زیادتی ہے۔ اور میزان کو نقصان پہنچتا ہے تو عمران کو نقصان پہنچتا ہے۔

معاشی نظام کی اصلاح کی معتبر تاریخ میں پہلا نام شعیب علیہ السلام کا آتا ہے، قرآن مجید میں اس واقعہ کو ایک سے زائد بار اور قدرے تفصیل سے بیان کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ حکمت قرآنی کی جستجو میں رہنے والوں کے لیے اس میں غور وفکر کے زبردست امکانات موجود ہیں، معاشی نظام کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس اولین نظیر کو اپنی کوششوں کا سنگ بنیاد قرار دیں۔

فساد کا دروازہ، بے قید آزادی

دور حاضر کے پے در پے معاشی بحرانوں کی ایک بڑی وجہ وہ بے قید آزادی ہے جو بازار کے بڑے کھلاڑیوں کو حاصل ہے، اور جس پر نظر ثانی کے لیے آوازیں اٹھنے لگی ہیں اور بعض حکومتیں غور بھی کر رہی ہیں۔ اس آزادی کا سب سے تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اخلاقی قدروں سے عاری ہے۔ علامہ محمد رشید رضا کا ایک اقتباس اس مقام پر نقل کرنا مفید ہوگا، وہ لکھتے ہیں: شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ میں دنیائے تمدن کا ایک سماجی مسئلہ مذکور ہے، جو اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے اور وہ ہے اہل ثروت اور مصلحین کے درمیان یہ کشمکش کہ آیا دولت کمانے کی بے قید آزادی انسان کو حاصل ہو، یا کمائی کے ساتھ حلال کی شرط لگائی جائے اور دولت کے سارے کاروبار میں اخلاقی قدروں کا لحاظ ضروری ہو۔ شعیب علیہ السلام کی قوم یہ مانتی تھی کہ دولت میں اضافہ کا ہر ممکن طریقہ درست ہے، خواہ وہ ناپ تول میں کمی کیوں نہ ہو۔ وہ ناپ تول کے بیچتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ڈنڈی مارتے تھے اور جب ناپ تول کے لیتے تھے تو پورا لیتے تھے بلکہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ بڑھا کر لیں۔ لوگوں کی چیزیں کم بتا کر اصل سے کم قیمت میں لے لینے میں انھیں کوئی باک نہ تھا۔ شعیب علیہ السلام انھیں اس سے روکتے تھے، وہ انھیں سمجھاتے کہ ناپ تول میں راست روی اختیار کریں، لوگوں کا مال ناحق نہ کھائیں اور حلال پر قناعت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق قوم شعیب کی دلیل یہ تھی کہ انسان کو عقیدہ کی بھی آزادی ملنی چاہیے اور ساتھ ہی کمانے میں بھی آزادی ہونی چاہیے۔ ''انھوں نے کہا اے شعیب، کیا تمھاری نماز تمھیں حکم دیتی ہے کہ ہمارے آباء جسے پوجتے تھے ہم اسے چھوڑ دیں، یا ہم اپنے مال میں من چاہا تصرف نہ کریں'' (قالوا أصلاتک تأمرک أن نترک مایعبد آباؤنا أو أن نفعل فی أموالنا مانشاء) (ہود: ۸۷)۔ مالی کشمکش سدا سے اجتماعیات کی سب سے پیچیدہ گتھی رہی ہے۔ معاشیات کے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ مالی اصلاح اسلام کی سب سے بڑی اساس ہے اور اسی کے باعث قریش کے سرداروں نے محمد ﷺ کی نبوت سے دشمنی کی تھی۔ (۳)

جب پیمانے بدل جائیں

مدین کے واقعہ پر غور کریں تو ایک اور حقیقت آشکارا ہوتی ہے، وہ قوم عذاب الٰہی کے ذریعہ مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیے جانے کی مستحق اس وقت ہوئی جب سارے کے سارے لوگ جرم کے عادی اور اس سے مانوس ہو گئے، یہاں تک کہ جرم ہی ضابطہ اور آئین بن گیا، اس مقام پر پہونچ کر وہ قوم پورے انسانی تمدن کے لیے ضرر رساں بن چکی تھی۔ اگر کسی آبادی میں ایک یا چند لوگ ناپ تول میں کمی کا ارتکاب کرتے ہوں تو معاملہ کسی قدر آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ عرف اور قانون دونوں کی نظر میں وہ عمل جرم ہوتا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ قانون کے ہاتھ اور سماج کی ملامت مجرموں کو قابو میں رکھیں گے۔ چنانچہ آج بھی مذہب اور نظریہ سے قطع نظر ہر ملک میں فراڈ اور دھوکہ دہی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روک تھام کے لیے سخت قوانین موجود ہیں۔

لیکن اگر کسی قوم پر ایسا وقت آجائے کہ پیمانے بدل جائیں، دھوکہ عرف عام بن جائے، دیانت داری کو سادہ لوحی اور حماقت سمجھا جانے لگے، اور جرم قانون کی نظر میں جرم نہ رہے، رات کو رات کہہ دینے پر دنیا بوکھلا اٹھے، اور جو دھوکہ دہی کے خلاف بولے وہ معتوب خاص و عام ہو جائے، پستی کی اس کیفیت میں مبتلا ہو جانے کے بعد کوئی بھی قوم عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ مدین والوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

آج کے انسانوں کو اگر آفتوں اور بحرانوں سے ڈر لگتا ہو تو صنعت و تجارت کے ان بہت سارے طریقوں پر فوری نظر ثانی کریں، جو انسانوں کے لیے ضرر رساں ہیں اور فساد فی الارض کی اصطلاح ان پر صادق آتی ہے، بایں ہمہ انھیں قانونی جواز حاصل ہو گیا ہے۔ مثلاً

(Debt Trading, Factoring, Short sale, Forward sale, Risk Trading)

ان معاہدوں اور معاملات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ قوم مدین میں بھی معاملات کی ایک طویل فہرست ہے، جو آسمانی شریعت میں درست نہ تھے اور زمین پر بسنے والوں کے حق میں بہتر نہ تھے، انھیں رواج کا جواز ملا اور انجام کار فساد فی الارض کے دروازے وا ہوئے۔

قوم ثمود کے مالی جرائم

قوم مدین کے علاوہ جس قوم کے ساتھ فساد فی الارض کا تذکرہ خاص طور سے آیا ہے، وہ قوم ثمود ہے۔ ایک مقام پر بتایا گیا کہ ان کے نبی نے انھیں نصیحت کی اور کہا (وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ) (سورۂ اعراف: ۷۴) ''اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ''۔

دوسری جگہ بتایا گیا کہ اس بستی میں نو ٹولے ایسے تھے جو اصلاح کے بجائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فساد فی الارض کرتے تھے۔ (وکان فی المدینة تسعة رهط یفسدون فی الارض ولا یصلحون) (سورہ النمل: ۴۸) ''اور شہر میں نو آدمیوں کا جتھا تھا جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے''۔

گو کہ قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ نہیں بتایا کہ یہ قوم کن مالی جرائم میں مبتلا تھی، تاہم اونٹنی کے ذریعہ جس طرح ان کی آزمائش ہوئی، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ مال کی حرص میں کس طرح گرفتار تھے۔

بستی کے یہ لوگ جس فساد فی الارض میں ملوث تھے، اس کے بارے میں مفسرین کی صراحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ دہی میں بہت دور جا چکے تھے، عطا بن رباح اور زید بن اسلم جیسے ائمہ تفسیر کا بیان ہے کہ وہ درہم و دینار میں کاٹ چھانٹ کر کے ان کے وزن کو کم کر دیتے تھے۔ سعید بن مسیّب کا یہ قول بھی اس سیاق میں ذکر کیا جاتا ہے کہ سونے اور چاندی میں کاٹ چھانٹ کرنا فساد فی الارض میں شامل ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ مفسرین نے ان کے مالی جرائم میں سے بھی صرف ایک جرم کا بطور مثال ذکر کیا ہے، ورنہ جو لوگ عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے سکوں میں کاٹ چھانٹ کر سکتے ہیں انھیں دھوکہ دہی کے دوسرے طریقوں میں بھی کوئی باک نہیں ہوتا ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ''مقصد یہ ہے کہ ان فاسق و کافر لوگوں کی سرشت میں فساد فی الارض کا ہر ممکن طریقہ شامل ہو گیا تھا، وہ بھی جو ان ائمہ نے ذکر کیا اور وہ بھی جو ذکر نہ کیا۔ (۴)

حرام خوری بھی فساد فی الارض ہے

بنی اسرائیل کے جرائم کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید نے بتایا: (وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ) مائدہ: ۶۲ ''اور تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم و زیادتی کی طرف اور سحت خوری کی طرف لپک بھاگ رہے ہیں'' اور آگے چل کر کہا (وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ) (مائدہ:۶۴) ''یہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا'' اپنی مرضی سے اپنی چیز دینا نیکی اور انفاق ہے، دوسرے کی رضا کے بغیر اس کی چیز پر قابض ہو جانا زیادتی اور سحت خوری ہے، اول الذکر سے دنیا سنورتی ہے، دوسرے سے دنیا بگڑتی ہے، اور فساد فی الارض رونما ہوتا ہے، ہر کوئی دست دراز بن جاتا ہے اور ہر کوئی غیر محفوظ۔ سحت خوری اور چھین جھپٹ کی لت لگ جاتی ہے، تو چھوٹ کے نہیں دیتی۔ اس غلط راستے پر آدمی چل پڑتا ہے تو اس کے قدم تیز تر ہی ہوتے ہیں، وہ پیچھے مڑ کر کسی کی سنتا ہے، نہ آگے کا انجام اسے نظر آتا ہے۔ عدوان اور اکل سحت میں یہودی اور ان کے ہم مشرب یوں ہی بہت تیز تھے، جدید تیز رفتار وسائل نے ان کی اس مسارعت میں بے حد اضافہ کر دیا۔ ساتھ ہی فساد فی الارض میں بھی اسی قدر تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

اونٹنی اللہ کی نشانی تھی، انسان بھی اللہ کی نشانی ہے

ثمود کے واقعہ میں ایک اونٹنی کا ذکر آتا ہے، قوم ثمود کو تاکید کی گئی تھی کہ اس کو گزند نہ پہونچانا اور اسے اللہ کی زمین میں کھانے کے حق سے محروم نہ کرنا، آگے چل کر کہا: وَلَا تَعْثَوْا فِی الْأَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (سورہ اعراف:۷۴)۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اس مخصوص اونٹنی کو کھانے سے روکنا بھی فساد فی الارض تھا۔

وہ اونٹنی اللہ کی نشانی تھی، انسان بھی اللہ کی نشانی ہے، ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ اسے زندگی کی بقا کے لیے ضروری غذائی سہولت حاصل رہے، اگر کچھ لوگوں کو زیادہ مال دار بننے کا شوق اس قدر بے رحم بنا دے کہ ان کے منصوبے دوسرے جیتے جاگتے انسانوں کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیں تو یہ فساد فی الارض ہے۔ اور اس کا سامنا کرنے کی ذمہ داری ہر اس فرد کی ہے جو اس خوبصورت زمین کو جہنم میں تبدیل ہوتے دیکھنا گوارا نہ کرے۔

وہ تمام ترقیاتی منصوبے اور سائنسی ایجادات جن کے نتیجہ میں بے روزگاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ ہو اور اس بے روزگاری کے ازالہ کی کوئی یقینی صورت اور سنجیدہ تدبیر بھی پیش نظر نہ ہو، دراصل اللہ کی اونٹنی کو کھانے سے روکنے اور فساد فی الارض کو بڑھاوا دینے کے مترادف ہے۔

چوری اور ڈاکہ زنی فساد فی الارض ہے

فساد فی الارض کا تعلق مالی جرائم سے کس قدر گہرا ہے اس کا اندازہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ان پر چوری کا الزام لگا تو انھوں نے کہا: مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ (سورہ یوسف:۷۳)۔ ''ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور ہم چور نہیں ہیں''۔

جب چوری فساد فی الارض ہے تو ڈاکہ زنی کے فساد فی الارض ہونے میں کیا شبہ ہے۔ یاجوج ماجوج کی وقتاً فوقتاً لوٹ مار کی کارروائیوں سے تنگ آکر متاثر لوگوں نے جب ذوالقرنین سے ان کی شکایت کی تو اس میں کہا: إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ (سورہ کہف:۹۴) ''یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں''۔ اس کے علاوہ سورہ مائدہ کی جس آیت میں محارب کی سزا بیان کی گئی ہے اس کا اطلاق عموماً لٹیروں اور ڈاکوؤں پر کیا گیا، آیت کے الفاظ ہیں: إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً (سورہ مائدہ:۳۳) ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلائیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلاوطن کردیا جائے''۔

قدرتی وسائل کی بربادی فساد فی الارض ہے

سورہ بقرہ میں ایک مقام پر سماج کے بدخواہوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا: وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُحِبُّ الفَسَادَ (سورہ بقرہ: ۲۰۵)۔ ''اور جب وہ تمھارے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ اس لیے ہوتی ہے کہ زمین میں فساد مچائیں اور کھیتی اور نسل کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا'' اس آیت کی روشنی میں ایسی تمام معاشی پالیسیاں اور صنعتی سرگرمیاں فوری نظر ثانی کی محتاج ہیں جن سے زمین کے قدرتی وسائل کو مستقبل قریب یا بعید میں ناقابل تلافی نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو۔

صحیح نظریہ معاشیات وہ ہے جس سے زمین کے عمران میں اضافہ ہو نہ کہ زمین میں فساد کو بڑھاوا ملے۔ مغربی نظریہ ہائے معاشیات کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ ان کے پیچھے زمین کو سنوارنے کے بجائے، اپنے ملک یا ملکوں کو زیادہ مالدار بنانا مقصود تھا۔ انھوں نے آزاد تجارت کی وکالت کی تو بھی اپنے ملک کی معاشی ترقی کے لیے اور پابندیوں کی یا حکومت کے عمل دخل کی بات کہی تو بھی اپنے ہی ملک کے پس منظر میں۔ پوری زمین کے عمران کے متعلق وہ کبھی فکر مند ثابت نہیں ہوئے۔ بقول علامہ اقبال:

وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندان مغرب کو
ہوس کے پنجہ خونیں میں تیغ کارزاری ہے

قرآن مجید پوری زمین کے عمران کی بات کرتا ہے۔ کیوں کہ پوری زمین اللہ کی ہے، اور انسان بحیثیت انسان پوری زمین پر خلیفہ ہے۔

خوش حالی سے پیدا ہونے والی خرابیاں

قرآن کہتا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُوْلُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (سورہ ہود: ۱۱۶)۔ ''پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ تم سے پہلے کی امتوں میں سے ایسے حاملین حق ہوتے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے، سوائے ان تھوڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی، اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اسی عیش میں پڑے رہے جس میں وہ تھے اور وہ مجرم تھے'' اس آیت سے ظلم و جرم اور خوش حالی و عیش پرستی کا تعلق کھل کر سامنے آتا ہے۔ ظلم اور جرم دونوں کو خوش حالی زیادہ راس آتی ہے۔

مادہ پرستی کے اس دور میں یہ نقطۂ نظر بہت عام ہوا کہ دولت مند کے پاس محض ایک انتخاب ہوتا ہے کہ وہ دولت مند بنا رہے، جب کہ غریب کو دو مواقع میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے، وہ اپنی حالت پر برقرار رہنا چاہتا ہے یا اسے بدلنا چاہتا ہے۔ گویا غریب کے غریب بنے رہنے میں سارا قصور اس غریب کا ہے کہ اس نے دولت مند بننے کا انتخاب کیوں نہیں کیا۔

یہ بات کہاں تک صحیح ہے اور جدید معاشی استعماریت غریب کو یہ انتخاب کہاں تک دیتی ہے اس سے قطع نظر، غریب کے سامنے فساد فی الارض کے مواقع کم ہوتے ہیں خوش حال افراد کو یہ مواقع بہت زیادہ حاصل ہوتے ہیں، اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ ان مواقع کا بھرپور استعمال بھی کرتے ہیں۔ سوائے خدا ترس لوگوں کے۔

در اصل دولت انسان کو طاقت ور بنا دیتی ہے، اور ساتھ ہی خود سر بھی، اور دوسروں کے لیے دردِ سر بھی۔

قارون نے اپنی دولت کے ذریعہ زمین میں جو فساد برپا کیا، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے دولت اور اس سے حاصل قوت کے ذریعہ اپنی قوم کے ساتھ زیادتیاں کیں۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ. وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ

قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا، ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقت ور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے۔ ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت، اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدَّارَ الآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (سورہ قصص:۷۶-۷۷)

کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تمھیں دے رکھا ہے اس میں آخرت کے طالب بنو، اور دنیا میں سے اپنے حصہ کو نہ بھولو۔ اور جس طرح خدا نے تمھارے ساتھ احسان کیا ہے تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو۔ اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

سید قطب اس واقعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''قارون کا تعلق موسیٰ کی قوم سے تھا، اللہ نے اسے بہت دولت دی، اس کی کثرت کی تصویر کشی کے لیے کنوز کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کنز اس زائد از استعمال دولت کو کہتے ہیں جو چھپا کر رکھی جاتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ان کنوز کی چابیاں طاقت ور انسانوں کے ایک گروہ سے بھی بمشکل اٹھتی تھیں ... اس وجہ سے قارون نے اپنی قوم کے ساتھ زیادتی کی۔ زیادتی کی صورت نہیں بتائی گئی، اسے بلا عنوان چھوڑ دیا گیا کہ زیادتی کی ہر شکل اس میں شامل ہو جائے۔ ہوسکتا ہے، زیادتی کی صورت یہ رہی ہو کہ اس نے ان پر ظلم روا رکھا ہو ان کی زمینوں اور قیمتی چیزوں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہو۔ جیسا کہ دولت کے نشہ میں دھت سرکش لوگ اکثر کیا کرتے ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مال میں ان کا جو حق بنتا تھا اس سے انھیں محروم کر دیا ہو، وہ حق جو مال داروں کے مال میں غریبوں کے لیے ہوتا ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ دولت مال داروں میں محصور رہے اور ان کے آس پاس محتاجوں کا جمگھٹا رہے، آخر کار دلوں میں خرابی آئے اور کاروبار زندگی بگاڑ کا شکار ہو جائے۔ اس کے علاوہ ممکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے زیادتی کی کوئی اور بھی شکل رہی ہو۔

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۔فساد خواہ زیادتی اور ظلم کی صورت میں ہو۔ یا فساد اللہ کی نگرانی اور آخرت کی فکر کے بغیر بے قید عیاشی کی صورت میں ہو۔فساد لوگوں کے سینوں میں حسد دشمنی اور نفرت کی آگ جلا کر کے ہو۔ یا فساد غلط راستے پر مال لٹا کر کے ہو، یا صحیح راستے پر خرچ کرنے کے سارے دروازے بند کر کے ہو۔ اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا جس طرح اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔(۵)

دیوار ذوالقرنین

یاجوج ماجوج اپنے پڑوسی علاقوں میں گھس کر لوٹ مار کیا کرتے تھے، ان کے اس عمل کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا، اور ان کے تجاوزات کو روکنے کے لیے ایک زبردست دیوار کھڑی کر دی گئی۔ یقیناً دیوار کی تیاری پر بہت زیادہ صرفہ آیا ہوگا مگر اپنی دولت کے مستقل تحفظ کے لیے یہ اقدام ناگزیر تھا۔ اگر کمزور اور غریب ملکوں پر طاقت ور ممالک ایسی معاشی پالیسیاں مسلط کرتے ہیں جن سے ان کی غربت اور دوسروں پر انحصاریت میں اضافہ ہو، اور ان کے معاشی وسائل کا مختلف سمجھوتوں کے ذریعہ استحصال ہوتا ہو، تو ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہونا چاہیے جو یاجوج ماجوج کے ساتھ کیا گیا، کہ ایسے سارے راستوں کو بند کر دیا جائے جہاں سے ان کی یا ان کی استعماری پالیسیوں کی دراندازی کا اندیشہ ہو۔ یہ فیصلہ دشواریوں سے بھرپور ہوتا ہے، قوموں کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں جب جا کر ایسی دیواریں کھڑی ہوتی ہیں، اور وہ خود کفیل اور ان کے وسائل دوسروں کی نظر بد سے محفوظ ہوتے ہیں۔

لالچ، سود اور بے رحمی

فساد فی الارض کے مفہوم کی تلاش میں ذیل کی آیتیں بڑی معاون ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ. اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ. ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ (سورہ روم: ۳۸-۴۱)

پس قرابت دار کو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دو۔ یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ وہ دوسروں کے مال کے اندر پروان چڑھے تو وہ اللہ کے ہاں پروان نہیں چڑھتا اور جو زکوٰۃ دو گے اللہ کی رضا جوئی کے لیے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کے ہاں اپنے مال کو چند در چند پانے والے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو زندہ کرے گا۔ کیا تمھارے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو، وہ پاک ہے اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں، خشکی اور تری ہر جگہ لوگوں کے اعمال کے نتیجے میں فساد چھا گیا ہے، تاکہ اللہ ان کی بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے تاکہ یہ رجوع کریں۔

آخری آیت میں فساد فی الارض کا ذمہ دار انسانوں کے ہاتھوں کی کمائی کو بتایا گیا ہے، گو کہ عام طور سے لوگوں نے اس مقام پر فساد کا رشتہ شرک سے جوڑا ہے، تاہم آیت کا سیاق واضح اشارہ دیتا ہے کہ یہاں مالی بدعنوانیاں اور بے اعتدالیاں بھی خاص طور پر پیش نظر ہیں۔ فساد کے دروازے اس وقت کھلتے ہیں جب انسان کے پیش نظر یہ ہو کہ صرف اپنے مال میں اضافہ ہو جائے، وہ سماجی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرے محض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وجہ سے کہ ان کی ادائیگی مال میں بظاہر کمی کا سبب بنتی ہے، سود پر قرض فراہم کرنا اس کی ترجیح اول بن جائے کہ اس میں اضافہ کی ضمانت ہوتی ہے۔ ایسا انسان حد درجہ بے رحم ہوتا ہے، اس کے لیے اس کے قریب ترین لوگوں کی پریشانی اور مفلوک الحالی بھی بے معنی ہوتی ہے، وہ ہر کسی کے احتیاج کا صرف ایک علاج تجویز کرتا ہے۔ سود۔

علامہ اقبال کے درج ذیل اشعار میں آیات مذکورہ کا فہم صاف نظر آتا ہے:

ازربا آخر چہ می زاید؟ فتن
کس نداند لذتِ قرضِ حسن
از ربا جاں تیرہ، دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندۂ بے دندان و چنگ
زندگانی چیست؟ کانِ گوہر است
تو ایمنی صاحبِ او دیگر است
طبع روشن مردِ حق را آبروست
خدمت خلق خدا مقصودِ اوست
خدمت از رسم و رہِ پیغمبر یست
مزد خدمت خواستن سوداگریست

(جاوید نامہ)

مذکورہ بالا آیتوں پر علامہ فراہی کا ایک بہت مختصر مگر جامع نوٹ ہے، انھوں نے لکھا ہے: اس میں اشارہ ہے کہ فساد کی بنیاد شرک ہے، شرک سے دنیا کی محبت، شح اور قلت مواسات وتقویٰ جنم لیتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں، گویا فساد کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں۔ (۶)

www.KitaboSunnat.com

نظام مشارکت کی حفاظت تمدن کی ضرورت ہے

فساد فی الارض کا ایک اور ذکر داؤد علیہ السلام کے ایک واقعہ کے معاً بعد آیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ (سورہ ص: ۲۸)

پورے واقعہ کو پڑھنے پر مفسدون فی الأرض کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ میں دعوی سننے کے بعد داؤد علیہ السلام نے کہا: وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ (سورہ ص: ۲۴)

خلطاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بھی پہلو سے اور بطور خاص مال و دولت میں باہم شریک ہوتے ہیں، گویا خلطاء کے دو فریق ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے مال پر بغی اور زیادتی کرتے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح سے متصف ہیں۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ دوسری آیت میں ایمان اور عمل صالح سے متصف گروہ کے بالمقابل جس گروہ کا المفسدین فی الأرض کہہ کر ذکر ہوا ہے وہ وہی مذکورہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے پر بغی اور زیادتی کرتے ہیں۔

علامہ فراہی نے وعملو الصالحات کی تفسیر الذین یصلحون فی الدنیا کی ہے جو اس سیاق میں معنی خیز ہے۔ کیونکہ مقابل میں مفسدون فی الارض ہے۔

گویا جہاں مصالح اور مفادات میں اشتراک ہو، دولت اور جائیداد میں مشارکت ہو، وہاں بھی آپس کی زیادتیاں فساد فی الارض کے دائرے میں داخل ہیں۔ اس کی ایک وجہ غالبًا یہ بھی ہے کہ دنیا کا عمران مشترک سرمایہ اور مشترک کوششوں سے قائم اور ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اگر آپس کی زیادتیاں اشتراک سرمایہ وعمل کے رجحان کو نقصان پہونچاتی ہیں اور باہم اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کا براہ راست اثر دنیا کے عمران پر پڑے گا جس کا قیام شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

سنن أبی داؤد کی ایک مرفوع روایت اس کی بھرپور تائید کرتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: (ان اللہ یقول أنا ثالث الشریکین مالم یخن أحدهما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحبہ، فاذا خانہ خرجت من عندھما)(۷) اللہ فرماتا ہے میں شرکت کے دونوں حصہ داروں کا تیسرا ہوں جب تک کوئی ایک اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ خیانت نہ کرے، خیانت کی صورت میں میں وہاں سے ہٹ جاتا ہوں۔

فساد فی الارض اور قطع رحمی

قرآن مجید میں تین مقامات پر تو فساد فی الارض اور قطع رحمی میں تعلق ہونا بالکل واضح ہے: الَّذِيْنَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۔ (سورہ بقرہ:۲۷) ''جو لوگ اللہ سے کیے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نامراد ہونے والے ہیں''۔ وَالَّذِيْنَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۔ (سورہ رعد:۲۵) ''جو لوگ اللہ سے کیے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا ٹھکانہ ہے'' فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ (سورہ محمد:۲۲) ''پس اگر تم نے منہ پھیرا تو اس کے سوا تم سے کچھ متوقع نہیں کہ تم زمین میں فساد برپا کرو اور اپنے رحمی رشتوں پر چھری چلاؤ''۔

گویا نظم قرآنی کے مطابق انسان صلہ رحمی کرتا ہے تو اس کا مثبت اثر زمین کے عمران پر ہوتا ہے، اسی طرح قطع رحمی فساد فی الارض کا دروازہ کھولتی ہے، صلہ رحمی اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم باب ہے، جس معاشرہ کی رگ و پے میں قربت والوں کے لیے صلہ رحمی اور دور و نزدیک والوں کے لیے انفاق کا جذبہ سرایت کر چکا ہو، اس میں اجتماعی کفالت کے مصنوعی اور بیش تر استحصالی ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آئے گی، انشورنس کا نظام جس کے پیچھے محض تجارتی ذہنیت اور استحصالی مزاج کارفرما ہوتا ہے، اور جس کے پھیلاؤ کا سبب محض انسانوں کے دلوں میں چھپا ہوا خوف ہے جسے تجارتی مقاصد کے تحت اجاگر کر دیا جاتا ہے، صرف اس وجہ سے ساری دنیا میں رواج پا رہا ہے کہ خاندان کے تانے بانے بکھر گئے ہیں، اور معاشرہ نے خود غرضی اور بے حسی کی دوہری چادریں اوڑھ رکھی ہیں۔

منصفانہ تقسیم کا احترام

سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل پر انعامات کے ذیل میں بتایا گیا، کہ ان کے لیے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، ہر فرد کو معلوم ہو گیا کہ اسے کہاں سے پانی لینا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا: وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۔ (بقرہ:۶۰) اس آیت میں معاشیات کا ایک قیمتی اصول بڑی خوبصورتی سے بیان کر دیا گیا ہے، وہ یہ کہ جب پانی کی واضح اور منصفانہ تقسیم ہو گئی ہو تو پانی کے مسئلے پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرنے کا کوئی جواز نہیں بچتا، ہر شخص اپنے مشرب سے واقف رہے اور اس سے تجاوز کرنے کا جرم نہ کرے۔

گویا معاشی وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو جائے اور لوگ اس کے پابند ہو جائیں اور ایک دوسرے کے حصہ کی حرمت کا خیال کریں تو فساد فی الارض کا ایک بڑا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

آزاد تجارت اور آزاد سرمایہ کاری کے نام پر اگر کچھ طاقت ور قومیں اپنے خطہ کے معاشی اور خاص کر قدرتی وسائل پر قانع نہ ہو کر دوسرے خطوں میں موجود وسائل پر قابض ہو جائیں اور وہاں کے لوگوں کو ان سے محروم کر دیں تو یہ معاشی استعماریت یقینی طور سے فساد فی الارض ہے۔ قد علم کل أناس مشربهم ایک زبردست اصول ہے جس کا انطباق ہر سطح پر ہونا چاہیے، چھوٹے دسترخوان سے لے کر بین الاقوامی اقتصادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پالیسیوں اور معاہدوں تک۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس اصول کی براہ راست تعلیم بنی اسرائیل کو دی گئی اور آج اس اصول کی سب سے زیادہ بے حرمتی بنی اسرائیل اور ان کے ہم مشرب کر رہے ہیں۔ اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ خواہ کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑیں ہم اپنے سوا کسی کو پانی نہیں پینے دیں گے۔

حواشی

۱۔ القاموس المحیط، فسد، محمد بن یعقوب الفیر وز آبادی، ناشر: دار الفکر

۲۔ تاج العروس من جواہر القاموس، فسد، محمد بن محمد عبدالرزاق الحسینی، الزبیدی، ناشر: دار الہدایۃ

۳۔ تفسیر المنار، ۱۲/۲۰۰، محمد رشید بن علی رضا، ناشر الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب۔

۴۔ تفسیر ابن کثیر، ۶/۱۹۹، دار طیبہ، ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی

۵۔ فی ظلال القرآن، ۵/۲۷۱۰، سید قطب، دار الشروق القاہرۃ

۶۔ تعلیقات فی تفسیر القرآن الکریم، الجزء الثانی، الامام عبدالحمید الفراہی، دائرہ حمیدیہ، ص: ۱۷

۷۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، ناشر: دار الکتاب العربی بیروت

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی معاشرہ، معیشت اور تجارت: ایک مختصر خاکہ

شاہ محمد وسیم

اس مقالہ میں عصر جدید کے معاشی مسائل، ان کے محرکات بیان کرنا اور ان کے تجزیہ کے ساتھ ساتھ ان کے قرآنی حل پیش کرنا مقصود ہے، تاکہ ہم عادلانہ نظام معیشت کے عوامل کو سمجھیں اور اصولوں پر عمل پیرا رہیں، تاکہ استحصال کا سدّ باب ہو اور ہم سب بقائے باہم (Mutual Existence) کے نظریہ پر کاربند رہتے ہوئے، صمیم قلب کے ساتھ ایک دوسرے پر اعتبار کریں اور اس طرح رشتۂ وحدت میں ایک دوسرے سے منسلک ہو جائیں۔

اس مقالہ میں (۱) معاشرہ، انسان اور وحدت انسانی، (۲) عدل اور بقائے باہم (Mutual Existence)، (۳) اسلام اور معیشت، اور (۴) اسلام اور تجارت پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔

-۱-

اسلام وحدت کا علم بردار ہے۔ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی خاندان تصور کرتا ہے کہ ارشاد رب العزت ہے: يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔ (الحجرات:۱۳) (اے لوگو! ہم نے تو تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم ہی نے تمھارے قبیلے اور برادریاں بنائیں، تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو، بے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک اللہ بڑا واقف کار خبردار ہے)۔ اس طرح اسلام ایک انسان کی دوسرے انسان کی طرف ذمہ داری اور ایک دوسرے پر حق عائد کرتا ہے۔ وسائلِ زندگی، جنھیں اللہ نے خلق کیا ہے، سب کے سب اس کی مخلوق کے لیے ہیں۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ بشرط محنت و مشقت اور خلوص نیت ان سے فائدہ اٹھائے۔ استحصال اور اسراف سے گریز کرے کہ یہ باعث فساد فی الارض ہیں۔ وسائل کا استعمال عادلانہ ہو اور صارفین (Consumers) کا عمل اسراف کے دائرہ میں نہ آئے، کہ حکم الٰہی ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الاعراف:۳۱) (کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو [کیونکہ] اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)۔ قرآن کی یہ چھوٹی سی آیت حقوق انسانی کی ضمانت ہے۔ اسراف آمدنی اور اخراجات دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے، ہوا اور ہوس پروان چڑھنے لگتے ہیں، اور پھر اس طرح سے شروع ہوتا ہے غیر عادلانہ معاشی اقدامات کا سفر، جو بتدریج اپنی نہج پر ترقی کرتے کرتے نظام معیشت کو وہاں پہونچا دیتا ہے، جہاں سماجی بٹوارہ (Social Divide) معاشرہ اور معیشت کو محروم (Have-nots) اور متمول (Haves) افراد میں منقسم کر دیتا ہے اور پھر، جیسا کہ ہمارا روز کا مشاہدہ ہے، معاشرہ اور معیشت دونوں طبقاتی کشمکش (Class Tension) سے دوچار ہو جاتے ہیں، ایسی کشمکش میں جو اپنے مضر اثرات آپ رکھتی ہے۔ اس کا اثر ثقافت (Culture)، طرز زندگی (Way of life) اور انسانی روابط (Human Relations) وغیرہ سبھی پر پڑتا ہے۔ اس صورت حال میں ہر طبقہ صرف اپنے مفاد کے پیش نظر سرگرم عمل نظر آتا ہے، ان میں سے کسی کو دوسرے کے مفادات سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ نتیجتاً معاشرہ کا سامنا بدعنوانی اور استحصال سے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں معاشرہ اور معیشت دونوں اتھل پتھل کے شکار ہو کر رہ جاتے ہیں اور خود غرضانہ اقدامات کے تحت غیر صحت مند رجحانات پروان چڑھتے ہیں۔ ایسے میں حرص و طمع کے تحت وسائل پر زیادہ سے زیادہ قبضہ کرنے کا جذبہ، افراد اور گروہوں میں پروان چڑھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگتا ہے اور جلد امیر بن جانے کی ہوس کے تحت دھوکہ دھڑی، ذخیرہ اندوزی اور بے جا منافع خوری کے ساتھ ساتھ دولت پر ناجائز طور سے قبضہ کر لینے کی روش کی وجہ سے صحت مند طریقے، سماجی اور معاشی روابط، مجروح ہو جاتے ہیں، لوگوں کے دل ایک دوسرے سے کشیدہ رہنے لگتے ہیں اور بے اعتباری انسان کو انسان سے جدا کر دیتی ہے، حقوق کی پائمالی ہوتی ہے، خاصکر ان کے حقوق کی، جو کمزور اور پچھڑے ہوئے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کے حقوق کی جو کچلے ہوئے پس ماندہ اور مجبور ہیں، جن کا شمار غریب اور نچلے درجہ کے محنت کش طبقہ میں کیا جاتا ہے۔

اس پس منظر میں یہ حقیقت ہمیں ٹھوکے دیتی رہتی ہے کہ ارباب حل وعقد، بلکہ ہم سب کو مل جل کر ایک ایسے معاشرہ اور اقتصادی نظام کی ضمانت دینا چاہیے کہ جہاں ہر ہر فرد کو عادلانہ طور پر اس کا حق ملتا رہے، جہاں مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری مل جائے، کہ حکم رسولؐ ہے کہ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُهٗ (مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو)۔ اگر ہمارے معاشرہ میں اس سے سبق لے کر مزدو کو اس کا حق ملنے لگے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آبادی کا ایک بڑا حصہ پریشانیوں، مصیبتوں اور پسماندگی سے نجات حاصل کر سکے گا۔

استحصال، نابرابری، پسماندگی، ظلم اور بربریت کے شکار انسان کی تمنا ہے ایک ایسا معاشرہ اور ایک ایسی معیشت جس میں عظمت انسانی (Human Diginity) اور حقوق انسانی (Human Rights) کی ضمانت ہو، جہاں ہر فرد کام کرے اور ہر منتظم کار (Manager) روزگار کے مواقع فراہم کرتا رہے۔ ایسے میں جو لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے کے قائل ہوں گے، ان کا شمار معاشرہ کے مشلول افراد کی طرح ہوگا۔ لیکن معذور، بے سہارا اور مجبور کی کفالت کا قرآنی معاشرہ میں معقول انتظام ہوگا کہ احکامات زکوٰۃ کی ادائیگی کے ہیں۔ اس ضمن میں مختلف آیات الٰہی نے انسان کو متوجہ کیا ہے مثلاً سورہ بقرہ کی آیات: ۳۴، ۴۳، ۸۳، ۱۱۰، ۱۷۷، ۲۰۵، ۲۶۴ اور ۲۷۷۔ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کا ذکر اور اس پر تاکید کا بیان سورہ النساء (آیات ۷۷ اور ۱۶۲)، سورہ المائدہ (آیات ۱۲ اور ۵۵)، سورہ الانعام (آیت ۱۴۱)، سورہ الاعراف (آیت ۱۵۶)، سورہ التوبہ (آیات ۵، ۱۱، ۱۸، ۳۴، ۷۱ اور ۱۰۳)، سورہ مریم (آیات ۳۳ اور ۵۵)، سورہ الانبیاء (آیت ۷۳)، سورہ الحج (آیات ۴۱ اور ۷۸)، سورہ المومنون (آیت ۴)، سورہ النور (آیات ۳۷ اور ۵۶)، سورہ النمل (آیت ۳)، سورہ الروم (آیت ۳۹)، سورہ لقمٰن (آیت ۴)، سورہ الاحزاب (آیت ۳۳)، سورہ حٰم السجدہ (آیت ۷)، سورہ المجادلہ (آیت ۱۳)، سورہ المعارج (آیات ۲۴ اور ۲۵)، سورہ المزمل (آیت ۲۰) اور سورہ البینۃ (آیت ۵) میں موجود ہے۔ ان کے مطالعہ سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ خالق اپنے بندوں کی زندگانی اور اس کے لیے ضروریات کو بہم پہونچانے کے لیے کیا حکم دیتا ہے؟ کہ وہ اپنی کتاب میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کرتا ہے، یعنی حقوق اللہ بھی ادا کرو اور حقوق العباد بھی۔ سورہ الذّٰریٰت میں ارشاد رب العزّت ہے: وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات: ۶) (اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے [محروم] کا حق ہوتا تھا)۔ اس طرح قرآنی معیشت میں محروم و مجبور افراد کی امداد و کفالت کی ذمہ داری متمول اور صاحبان دولت پر عائد ہوتی ہے، کہ ان کے حصہ میں جو فراوانی آتی ہے، وہ سب اللہ کی دی ہوئی نعمت اور اسی کا عطیہ ہے۔ لہٰذا معاشرہ اور معیشت کا توازن حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے میزان عدل پر کھرے اترنے میں مضمر ہے۔ اور اسی میں انسان کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

-۲-

اس طرح احکام قرآنی پر عمل کرنے سے وہ نظام قائم ہوتا ہے جو 'بقائے باہم' (Mutual Existence) کے اصول پر عمل پیرا رہتے ہوئے، اپنی ذمہ داریوں کو میدان علم و عمل میں پورا کرتا ہے، نہ کہ اپنا تا ہے۔ نظریۂ 'بقائے باہم' (Co-existence)، جو دراصل ایک سیاست گرانہ نظریہ ہے۔ بلکہ نظریۂ وجود باہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت ہر ہر فرد باہمی میل جول ، باہمی ہمدردی، باہمی امداد اور باہمی رواداری پر ہمیشہ کاربند رہتا ہے، کہ قرآن ہمیں بندوں سے، بسبب ان کے اعمال اور نیکوکاری کے، باہمیت کے ساتھ زندگی گزارنے کی ہدایت کرتا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگ بمثل کنگھی کے دانوں کے ہیں (النَّاسُ كَأَسْنَانِ الْمِشْطِ) اگر کنگھی کا ایک دانہ بھی خراب ہوجائے تو الجھی ہوئی زلفیں سنور نہیں سکتیں۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں بھی انسانوں میں باہمیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ تب ہی نظام زندگی اپنی منزلوں کو سر کرسکتا ہے، مگر عدل وانصاف کی بنیاد پر کہ یہ امن عالم کی ضمانت دیتے ہیں۔ قرآن کا اعلان ہے کہ سچی گواہی دو، عدل کرو، چاہے وہ تمھارے خلاف ہی کیوں نہ آن پڑے۔ حتی کہ دشمن قوم کے ساتھ بھی عدل کرو۔ اسلام نے عدل کی وسعت کو کہاں تک پھیلایا ہے، اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے مندرجہ ذیل دو آیاتِ ملاحظہ ہوں:

۱- يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوْا وَإِنْ تَلْوُوْا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (النساء: ۱۳۵)

اے ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو، اگرچہ (یہ گواہی) خود تمھارے یا تمھارے ماں باپ یا قرابت داروں کے خلاف (ہی کیوں) نہ ہو، چاہے مال دار ہو یا محتاج (فقیر)، اللہ (تم سے زیادہ) ان پر مہربان ہے۔ تو تم حق سے کترا کے خواہش نفس کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم گھما پھرا کے گواہی دوگے یا بالکل انکار کروگے، تو یاد رہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲-یَـاأَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ آمَـنُـوْا کُـوْنُوْا قَـوَّامِیْـنَ لِـلّٰهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی أَلاَّ تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَی وَاتَّقُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔(المائدہ:۸)

اے ایمان والو! خدا کی (خوشنودی) کے لیے عدل کے ساتھ گواہی دینے کے لیے تیار رہو اور تمھیں کسی قوم کی عداوت اس جرم میں نہ پھنسوادے کہ تم نا انصافی کرنے لگو (خبردار، بلکہ) تم (ہر حال میں) انصاف کرو، یہی پرہیزگاری سے بہت قریب ہے اور خدا سے ڈرو، کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو (اچھا یا برا) خدا اسے ضرور جانتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات عدل پر دلیل ہیں، عدل کی مار کسی پر پڑے، حتی کہ خود اپنے پر تو بھی اس پر کاربند رہنے کا حکم ہے۔ ان احکامات کا اطلاق معاشرتی معاملات کے ساتھ اقتصادی معاملات پر بھی ہوتا ہے۔ عدل کی بنیاد پر معاشرہ اور معیشت ہر طرح کی بدعنوانی سے پاک صاف ہوں گے۔ مزید یہ کہ اسلام عدل کے معاملہ میں حاکم اور حکام پر بھی ذمہ داری عائد کرتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُکُمْ أَن تُؤدُّوْا الأَمَانَاتِ إِلَی أَهْلِهَا وَإِذَا حَکَمْتُم بَیْنَ النَّاسِ أَن تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُکُم بِهِ إِنَّ اللّٰهَ کَانَ سَمِیْعاً مبَصِیْراً (النساء:۵۸) [(اے ایمان والو!) اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں (امانت رکھوانے والوں) کے حوالے کردو۔ اور جب (لوگوں کے مابین) فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ اللہ تم کو بے شک کیا ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ سب کی سنتا ہے اور (سب کچھ) دیکھتا ہے۔

معاشرہ اور معیشت کی بقا اور ترقی کا اہم اور بنیادی عنصر عدل ہے۔ جہاں جہاں قرآن عدل کی بات کرتا ہے، اس کے احاطہ میں انسان کا ہر عمل، حتی کہ اس کا طرز فکر، معاشرت کا ہر پہلو، تجارت، صارفین کا ہر عمل اور زری لین دین، معاہدے، سرمایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارڈ بنک کاری کے سبھی معاملات آجاتے ہیں۔ انسانی معاشرہ اور معیشت کو احکام کا پابند قرار دے کر اسلام ایک ایسا نظام حیات — ایسا معاشرہ و معیشت باضابطہ خرید و فروخت اور لین دین کے ساتھ — مرتب کرتا ہے، جس میں نہ کوئی مستضعف ہو اور نہ کوئی مستکبر۔ افراط و تفریط، استحصال اور بدعنوانی، دھوکہ دھڑی اور بے ایمانی کے لیے اسلامی نظام عدل کے تحت سزا بھی مقرر ہے، لیکن یہ موضوع اس مقالہ میں بیان کے تحت نہیں آتا ہے۔ سوال کرنے والا سوال کرسکتا ہے کہ اسلامی نظام معاشرہ اور معیشت اور غیر جانب دار معاشرہ اور معیشت میں کیا بنیادی فرق ہے؟ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اُدھر قانون اور سزا ہے اور مختلف نہج کے سماجی اداروں اور آزادانہ تربیت سبھی کا اپنا اپنا رول ہے اور ادھر عقیدہ اور خوف خدا خود اپنے آپ کو ٹھوکے دیتے ہیں، کیونکہ مسلمان حیات بعد الموت کا قائل ہے اور اسے یوم حساب پر بھی یقین ہے، قانون اور سزا تو یہاں ضمنی باتیں ہیں۔

-۳-

معیشت کو پابند احکام الٰہی ہونا چاہیے، معاشی معاملات میں بھی عدل کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ دغابازوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (الأنفال:۵۸) اور یہ بھی کہ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ. (الشعراء:۱۸۲-۱۸۳) (تم (جب کوئی چیز ناپ کر دو تو) پورا پیمانہ دیا کرو اور نقصان کرنے (کم دینے والے) نہ بنو اور تم (جب تولو تو) ٹھیک ترازو سے (ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولو) اور لوگوں کو ان کی چیزیں (جو خریدیں) کم نہ دیا کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھرو) اور یہ بھی کہ ''تاکہ تم لوگ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم نہ کرو أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (الرحمٰن:۸-۹) (تاکہ تم لوگ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم نہ کرو)۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ "اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو، (شعیبؑ) تم کو آسودگی میں دیکھ رہا ہوں (پھر گھٹانے کی کیا ضرورت ہے) اور میں تو تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو (سب کو) گھیر لے گا وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ (ھود: ۸۳-۸۴) اسی سورہ ہود کی ۸۵ ویں آیت میں تاکید ہو رہی ہے کہ شعیبؑ نے کہا "اور اے میری قوم! پیمانہ اور ترازو انصاف کے ساتھ پورے پورے رکھا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو"۔ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (ھود: ۸۵) بغیر نیت ایفائے عہد کے معاہدے کرنے اور بدنیتی سے وعدہ کرنے کی وجہ سے دلوں میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے، بے اعتباری بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے نتیجتاً بحث و مباحثہ پھر جنگ و جدال نمایاں ہوتے ہیں لہٰذا حکم قرآن ہے کہ: جب معاہدہ کرو تو اس پر عمل کرو اوفوا بالعقود (المائدۃ: ۱) اور جو بات پوری نہ کر سکو اس کا ذکر نہ کرنا کہ حکم ہے کہ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف: ۲) (وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو پورا نہیں کرتے)۔

ان آیات کی روشنی میں یہ سمجھنا آسان ہے کہ ایک بہترین معاشرہ اور معیشت کے طریقۂ کار کو قرآن نے صاف صاف واضح الفاظ میں بیان کر کے، انسانوں پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ خود اپنے ہی بھلے کی خاطر نظام زندگی (سماجی اور معاشی) کو بہترین نہج پر گذاریں اور اس طرح اس آیت وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (اور دنیا میں اپنے حصہ سے منہ نہ موڑو) (القصص: ۸۲) کے اصول پر دیانت دارانہ طور پر قائم رہیں۔ تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عقیدہ کی رو سے معاشرہ اور معیشت دونوں کو عدل کی بنیاد پر قائم و دائم رکھنے کے لیے اسلام ہمیں "باہمی ذمہ داری (Mutual

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Responsibility) اور سماجی توازن (Social Balance) کی تعلیم دیتا ہے اس طرح ہمیں ہماری پہچان بھی ''اسلامی تصور سماجی عدل [Social Justice] دو عام اصولوں کو سموئے ہوئے ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنا طریقۂ کار ہے اور پہچان (بھی)۔ ان میں سے پہلا 'باہمی ذمہ داری' سے وابستہ ہے اور دوسرا اصول 'سماجی توازن' کے تصور سے تعلق رکھتا ہے۔ دراصل خالص سماجی اقدار، باہمی ذمہ داری اور سماجی وجود کے دائرہ میں رہ کر ہی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ انھیں کے ذریعہ سماجی عدل کے سنہرے اصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اسلام نے اپنے تابناک تاریخی تجربہ میں اس طرح کے مؤثر اقدامات کیے کہ جن کی وجہ سے بہترین انسانی معاشرہ کی (مع شمولیت معیشت) ترقی ہوئی۔ یہ اصول نہایت ہی آسان اور واضح تھے کیونکہ ان سب کا تعلق معاشرہ کے اصل جزو سے تھا''۔[۲]

اسی طرح اسلام نفسیاتی عوامل (psychological Factors) کو بھی اہمیت دیتا ہے، اس رابطہ کے ساتھ کہ ''اس کی تعمیر روحانی اور عقلی ہو، تاکہ بصیرت اور مقصد میں رابطہ برقرار رہے''۔

اسلام اس طرح کے عادلانہ نظام معاشرہ اور معیشت کے پنپنے، پھلنے اور پھولنے کے حق میں ہے کہ ''جس میں زور زبردستی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی، جس میں متمول افراد محروم افراد سے غیر منصفانہ طور پر گفتگو نہیں کرسکتے، ان کا استحصال نہیں کرسکتے اور کم اجرت پر ان سے زبردستی کام نہیں لے سکتے ... اس طرح محروم افراد کو تقویت پہونچائی جانا چاہیے اور ان کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کو بروئے کار لایا جانا چاہیے''۔[۳]

یہاں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ استحصال جس طرح بھی کیا جائے اور جس نوعیت کا بھی ہو، سب کا سب سراسر غلط ہے۔ استحصال کرنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تمام وسائل، عقل سمیت، صحت اور جسمانی قوت سب کے سب خالق کا عطیہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا حاملانِ وسائل کو اسی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور کمزور و محروم افراد کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیے۔ ہم سب کو لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کے پیغام کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہنا چاہیے اور قارون کے قصہ سے سبق لینا چاہیے کہ اس نے کہا تھا:

...إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ۔ (القصص:۷۸)

بے شک! یہ (مال و دولت) تو مجھے اپنے علم (کیمیا) کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ کیا اس (قارون) نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ بے شک اللہ اس کے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے، جو اس سے قوت اور جمعیت میں کہیں بڑھ چڑھ کے تھے اور گنہ گاروں سے (سزا کے وقت) ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی۔

اس طرح اسلام اہل علم و دانش اور طاقت ور لوگوں سے تقاضۂ انسانیت کر رہا ہے کہ انھیں اپنی توانائی اور ذہنی طاقت کی وجہ سے استحصال کا مرتکب نہ ہونا چاہیے، کہ ان کی بڑی ذمہ داری ہے، اس لیے کہ انہیں جو کچھ عطا ہوا ہے، مالک کائنات کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اگر اس قرآنی فرمان پر عصر جدید کے عالمی پس منظر (Global Perspective) میں سرگرم عمل ہوا جائے، تو افراد، گروہ اور اقوام سب کے سب استحصال، ظلم و ستم اور دھوکہ دہڑی کی صعوبتوں سے نجات پا کر اپنی اپنی ذمہ داری اس طرح نبھائیں گے کہ اس کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ اور ایسی معیشت پنپنے لگے گی کہ جو انسانی بھائی چارہ اور وحدت انسان (Unity of Man) کی نہج کو کارگرانہ طور پر حاصل کرے گی۔

حالاں کہ معاشرہ میں پچھڑے ہوئے اور مفلوک الحال افراد تو پھر بھی نظر آئیں گے، مگر اس کے وجوہات اور محرکات استحصال، محرومی اور زور زبردستی نہ ہو کر، خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی کم ہمتی، حرکت اور اقدامات کی کمی، اپنے نشانوں (Goals) کو موثر طور پر طے نہ کر پانا، دور اندیشی سے کام نہ لینا اور صحت کی خرابی اور معذوری وغیرہ ہوں گے۔ البتہ جو اپنی مجرمانہ حرکتوں سے باز نہ آئیں، ان کے خلاف حکومت اور انتظامیہ کو اقدامات کرنے ہوں گے، اور جو مجبور ہیں ایسے مستحقین کے لیے زکوٰۃ کا نظام ہے۔ اس ضمن میں ان کی ذمہ داری ہے جنھیں اللہ نے وسائل سے نوازا ہے۔ انسان کو اپنی بہتری کے لیے خالق کے فرمان پر عمل کرنا چاہیے کہ وان لیس للانسان الا ما سعی (النجم: ۳۹) (اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے)۔ خود سعی کرنا چاہیے اور باعمل رہنے کے ساتھ ساتھ اپنی نجی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتے ہوئے اپنی زندگی کو سنوارتے رہنا چاہیے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر خالی نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اس طرح عظمت انسان خود اس کی کارکردگی پر منحصر ہے۔

بھیک مانگنے اور بے جا مراعات حاصل کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا کہ پیغمبروں نے بھی اپنے دور کے حالات اور معیشت کے ڈھانچہ اور زندگی گذارنے کے طریقوں کی مناسبت سے کام کیا اور نمونۂ عمل پیش کیا۔ خود اپنی کفالت کی اور اپنی امت کے لیے محنت اور کارگری کی ضرورت اور اس کی عظمت کو بیان کیا۔ مشکوٰۃ میں باب الاجارہ کے تحت ہمیں یہ ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ" (اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں کیا، مگر (یہ کہ) اس نے گلہ بانی کی)۔ یہ سن کر جب اصحاب نے آپؐ سے کہا "وَأَنْتَ (اور آپؐ؟) تو انھوں نے فرمایا "نَعَمْ (ہاں) كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ (میں بھی اہل مکہ کی بکریاں بھیڑیں اجرت پر چرایا کرتا تھا (روایت از بخاری)۔[۴] اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے مزدوری کرنے کا جو ذکر قرآن میں موجود ہے، اس کو بیان کر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اٰجَرَ نَفْسَهُ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ اَوْ عَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهِ وَطَعَامِ بَطْنِهِ۔[۵] (انھوں نے آٹھ یا دس برس تک اس طرح مزدوری کی کہ اس پوری مدت میں وہ پاک دامن بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اور اپنے طعام بطن کو بھی (پاک رکھا)۔

مندرجہ بالا بیان محنت و مشقت کرنے کی ترغیب دلانے کے علاوہ پابند شرع رہنے کی طرف اشارہ کر کے ہر محنت کش، ہر نوکری کرنے والے اور تجارت اور دوسرے طریقوں سے کسب معاش کرنے والوں کو یہ سبق دے رہا ہے کہ ہمیں ہر حال میں قرآن میں بیان کردہ اصولوں اور سنت نبوی پر عمل پیرا رہنا چاہیے، اور حرص دولت میں گرفتار ہو کر کسی طرح کے استحصال، غلط کاری اور حقوق انسانی (Human Rights) کی ان دیکھی کرنے کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے، کہ یہ ظلم کے مترادف ہیں، اور ظلم کی سزا ہے اور ظالمین پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

ایک صحابی کے یہ پوچھنے پر کہ "اَیُّ الْکَسَبِ اَطْیَبُ (کونسا پیشہ سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟)، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ" [۲] "کسی شخص کے ہاتھ کا عمل (یعنی اس کے ہاتھ (محنت) کی کمائی)۔ بے شک جو بے کار بیٹھ رہتا ہے، اپنا حق کھو دیتا ہے، خود بھی پریشان رہتا ہے اور دوسروں پر بوجھ بن کر، ان کی پریشانی کا سبب بھی بنتا ہے۔ ہاں! یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بے کار بیٹھ کر دولت کمانے کا ایک طریقہ اور ہے، جس کی قرآن، اس کے نقصانات کی وجہ سے، مخالفت کرتا ہے اور وہ ہے اپنے مال کو قرض پر دے کر، اس سے آمدنی (یعنی سود) حاصل کرنا۔

سود کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دراصل سود قیمتوں میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے: جب بنک افراد اور اداروں کی رقم کو مختلف النوع کھاتوں میں جمع پر حاصل کرتے ہیں، تو ایک شرح مقررہ پر انھیں سود دے کر، ان کی جمع کردہ رقم کو دوسروں کو ایک مقررہ شرح سود پر ادھار دیتے ہیں، اور یہ شرح سود رقم جمع کرنے والوں کے لیے مقررہ شرح سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ بنک اپنے تمام خرچوں، مع جمع شدہ رقم پر سود کی بھرپائی کے علاوہ کچھ اور بھی کمانا چاہتا ہے، تاکہ اس طرح جمع شدہ رقم سے وہ مختلف النوع فنڈ میں سرمایہ کو محفوظ کر کے رکھ سکیں، اور بروقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص مدوں کے مقاصد کے مطابق استعمال کر سکیں۔ اس طرح بنک سے حاصل کی جانے والی رقم پر واجب الادا سود بنائے جانے والی مصنوعات اور اشیاء کی لاگت کا حصہ بن جاتا ہے اور لاگت (Cost) بڑھتی ہے، تو قیمتوں میں اچھال آتا ہے۔ اس صورت حال کے تحت بنکوں میں اپنی رقم جمع کرنے والے سوچتے ہیں کہ سود پر رقم جمع کر کے جو آمدنی ہوئی تھی وہ یا تو سب کی سب یا اس سے زیادہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کی نذر ہو گئی، لہٰذا پس ماندہ رقم کو کسی اور جگہ اور کسی اور طریقہ سے لگا کر آمدنی حاصل کرنا چاہیے۔ ادھر بنک رقم جمع پر حاصل کرنے کے لیے شرح سود بڑھا دیتے ہیں، جو آگ میں ایندھن کا کام کرتی ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے بڑھتی ہوئی شرح سود اور قیمتوں کا اپنا اپنا لائحۂ عمل، اور یہ سب بنک و بازار میں بتدریج شرح سود اور قیمتوں میں تفاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن میں سود پر بیان ہوئے نقصانات کے مدنظر، غیر سودی بنک کاری کو بروئے کار لایا جائے، تاکہ ایک صحت مند معاشرہ و معیشت اور اس کے تحت مالیاتی نظام (Financial System) کی تشکیل ہو، اور صحت مند اقتصادی رجحانات اپنے فوائد کیساتھ جاری اور ساری ہوں۔ بعض ناقدین ''غیر سودی بنک کاری'' (Interest Free Banking) کو قرآنی نظریہ (اسلامی نظریہ) کہہ کر ٹال سکتے ہیں، مگر انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ 'سود' ہمیشہ سے ماہرین اقتصاد کے مابین موضوع بحث رہا ہے۔ مشہور زمانہ اور مقتدر ماہر اقتصاد گاڈ فرائڈ ہیبرلر (Godfried Heberler) نے لکھا ہے:

> ''نظریۂ سود اقتصاد کی سائنس میں ہمیشہ سے ایک کمزور نکتہ رہا ہے، جو سود کی شرح کو بیان کرنے اور اس کا تعین کرنے میں، مابین ماہرین اقتصاد بمقابلہ عام اقتصادی نظریہ کے، کہیں زیادہ اختلاف رائے کو سامنے لاتا ہے''۔ [۷]

اس لیے چاہے صارف کی نظر سے دیکھا جائے یا تجارتی نقطہ نگاہ سے، سودی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنک کاری معیشت کے لیے خود ایک بڑا مسئلہ ہے، ایسا مسئلہ جو دوسرے مسائل کو جنم دیتا ہے۔ لہٰذا غیر سودی نظام بنک کاری (Interest Free Banking System) کو مسئلہ کے حل کی طرح دیکھنا اور سمجھنا چاہیے، اور اس پر عمل و درآمد بھی کیا جانا چاہیے۔ ۸

-۴-

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں قرآنی معیشت کا ایک ایسا خاکہ ہمارے ذہنوں میں اُبھرتا ہوتا ہے جہاں معیشت صحت مند نظر آتی ہے اور کارگزار مطمئن اور آسودہ۔ بے ایمانی پر قدغن لگتی ہے کہ الٰہی فرمان ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔ (النساء:۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو۔ لیکن (ہاں) تم لوگوں کی باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ اور ہلاک نہ کرو اپنے نفسوں کو، یقیناً اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم تجارت پر نظر کریں، اس آیت کی روشنی میں ہمیں مال دبا کر رکھنے کے متعلق بھی غور و فکر کر لینا چاہیے۔ مال کا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں خرید و فروخت کی وجہ سے یا خدمات (Services) کے بدلے میں آتے جاتے رہنے سے افراد اور اداروں کے ہاتھ میں قوت خرید آتی جاتی رہتی ہے۔ تجار حضرات نقدی کے بدلے اشیاء دے کر اور کاری گر اور مزدور اپنی خدمات بیچ کر وسائل (زر) کو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر زر کو دبا کر گھروں میں رکھ لیا جائے، یعنی Hoard کر لیا جائے تو اسی تناسب سے پیداواری عمل اور خرید و فروخت پر اثر پڑے گا۔ معیشت کی کل آمدنی (Gross National Income) اور افراد کی آمدنی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ گردش زر (Circulation of Money) پر روک لگنے کی وجہ سے مناسب مقدار میں زر لوگوں کے ہاتھوں میں نہ پہونچے گا۔ اس لیے صحت مند معیشت اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے زر ہمیشہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں گردش کرتے رہنا چاہیے کہ اس میں اقتصادی بہتری مضمر ہے۔ قرآن زر کے دبا رکھنے (Hoarding) کو سراسر غلط ٹھہراتا ہے۔ اعلان ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُوْآ إِنَّ كَثِيْراً مِّنَ الْأَحْبَـارِ وَالـرُّهْبَـانِ لَيَـأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّـاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ ط وَالَّـذِيْـنَ يَكْـنِـزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْـفِـضَّـةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ. (التوبہ:۳۴)

اے ایمان والو! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے بہتر ے عالم زاہد لوگوں کے مال ناحق چٹ کر جاتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (تو اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔

اس لیے ایک صحت مند معاشرہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ زر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جائز طریقہ سے۔تجارت اور خرید و بیع اور خدمات لینے دینے کی وجہ سے۔ آتا جاتا رہے۔ البتہ تجارت جائز اشیاء کی جائز طریقہ سے ہو کہ جو شئے انسان کے لیے مضر ہے، نہ تو اس کو بنانا یا پیدا کرنا چاہیے اور نہ اس کی تجارت ہونا چاہیے۔ اس امر کا بیان آج فلاحی اقتصاد (Normative Economics) میں موجود ہے، اسلام اس کو بہت پہلے بتا چکا ہے[19] اگر کوئی تجارت سے اور اپنے ذہن کی کدو کاوش سے سب کچھ حاصل بھی کر لے، مگر اس خیال کے تحت کہ وہ نمایاں شخصیت کا حامل بن جائے اور دوسرے پر فوقیت حاصل کر لے، تو اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"باوجود صاف ستھرے ذرائع کے استعمال کے بعد بھی اگر کوئی دولت حاصل کر لیتا ہے (مگر) اس خیال سے کہ وہ دوسروں پر فوقیت حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لے اور اس کے بابت بڑے بول بولے، تو اسے اللہ کے غضب کا سامنا ہوگا"۔[۱۰]

تجارت پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ایک صحت مند معیشت کی ترقی اشیاء اور خدمات کے عین ضرورت کے وقت مہیا کیے جانے سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر انھیں طلب (Demand) کے عین مطابق مہیا (Supply) کیا جاتا ہے، تو عام حالات میں قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، لیکن اگر طلب (Demand) کے بموجب اشیاء اور خدمات (Goods and Services) کو صارفین (Consumer) تک نہیں پہونچایا جاتا ہے، تو طلب اور فراہمی (Demand & Supply) میں توازن (Equilibrium) کے بگڑ جانے، اور طلب کے زیادہ ہونے اور اس کے بموجب فراہمی کے نہ ہونے کی وجہ سے قیمت میں اچھال آجاتا ہے، اگر اہل تجارت منافع خوری کے لیے فراہمی اور طلب میں تفاوت کو جان بوجھ کر پیدا کرتے ہیں تو یہ بمعنی استحصال (Exploitation) کے ہے۔ اس کے لیے بدنیتی سے ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے۔ اس کا برا اثر معیشت پر پڑتا ہے، صارفین کو دقت پیش آتی ہے اور انہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی لیے ذخیرہ اندوزی اور نقصان دہ اجارہ داری (Monopoly) کی بھی ممانعت ہے۔

استحصالی سودی نظام

استحصالی سودی نظام کے بدلے اسلام مضاربت کو حلال و جائز قرار دیتا ہے۔ سودی نظام کے تحت سود خور (Usurer) خود اپنے مال کو محض سود خوری کے لیے استعمال کرتا ہے اور خود معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنی تمام کدو کاوش کو سود کے ذریعہ مال کو بڑھانے میں لگا دیتا ہے۔ مضاربہ میں نہ تو سرمایہ معطل رہتا ہے اور نہ سرمایہ کاری کرنے والا اور اس طرح سے نہ سرمایہ کو مضاربت پر لینے والا عامل بھی۔ جو صاحب مال اپنا مال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاروبار کے لیے پیش کرتا ہے، اسے مضارب کہتے ہیں، اور عامل وہ ہوتا ہے، جو اپنی صلاحیتوں اور محنت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک ایجنٹ (Agent) کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ مضاربت میں بنک، مضارب اور عامل، دونوں کے مابین صاحب مال کا وکیل بن کر اس کا مال عامل کے حوالے کرتا ہے۔ اس طرح ''اسلامی فقہ میں 'مضاربت' وہ مخصوص معاہدہ (Agreement) ہے، جو سرمایہ کے مالک اور کاروبار کرنے والے کے درمیان اس شرط پر طے پاتا ہے کہ کاروباری آدمی، صاحب مال سے اس کا مال لے کر کمیشن (Comission) پر کاروبار کرے، اس طرح سے کہ ایک فریق کا مال رہے اور دوسرے کی محنت، اور فائدہ میں دونوں فریق فی صد کے اعتبار سے حصہ دار ہوں۔[۱۱] اب اگر کاروبار میں منافع ہوگا، تو دونوں فریق معاہدے کے بموجب منافع کو آپس میں تقسیم کرلیں گے، اور اگر مال اصلاً مثل ماسابق رہے گا، (یعنی) نہ تو منافع ہوا اور نہ نقصان، تو اس صورت میں صاحب مال کو اس کا پورا مال واپس مل جائے گا اور محنت کرنے والے کی ساری محنت اکارت ہوجائے گی۔ اس طرح صاحب مال نے وہ منافع حاصل نہ کیا، جو وہ اپنے مال کو کہیں اور لگا کر حاصل کرتا اور عامل نے اپنی محنت کا اجر۔ اور اگر سرمایہ گھٹ گیا یعنی خسارہ (Loss) ہوا، تو اس خسارہ یا نقصان کو سرمایہ کے مالک کو برداشت کرنا ہوگا، کام کرنے والے عامل کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ اس سے کوئی تاوان طلب کیا جائے گا ''اس کی سزا کے لیے اس کی محنت کا اکارت ہوجانا کافی ہے''۔ ''البتہ اگر ایجنٹ کو مال مضاربت کے بجائے قرض پر دیا گیا ہے تو اس سے خسارہ کی تلافی کا مطالبہ کیا جائے گا، اس لیے کہ نقصان سے قرض کے مطالبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس صورت میں منافع ہونے پر بھی صاحب مال کچھ نہیں لے سکتا ہے، اس لیے کہ قرض دے کر فائدہ اٹھانا سود ہے، اور سود اسلام میں حرام ہے''۔[۱۲]

اس مقالہ کے اختتام پر ہم شہید سہروردی کے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''... عیسائیت کے حق میں بمقابلہ اسلام جو بھی فوائد بتائے جاسکتے ہیں (ان کے باوجود) مسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی ثقافت عیسائیوں سے کہیں زیادہ بلند پایہ تھی، مگر اس وقت تک جب تک ان کے قبضہ میں عالمی تجارت کے بڑے تجارتی راستے تھے...''۔ [۱۳]

اسی طرح آصف اے-اے-فیضی نے خوارزم (Khawarzim) اور والگا (Volga) کی وادی کے مابین تجارتی قافلوں کے آنے جانے کا اور اس کے علاوہ عربوں اور ایرانیوں کی روس سے تجارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''۱۷ویں صدی کے اختتام اور اٹھارویں صدی کے شروع میں یورپیوں (Europeans) نے پیش گامی حاصل کر لی، تجارتی راستوں کے مربوط جال، خاص کر سمندری (راہوں) پر دسترس حاصل کر کے اور اس طرح ثقافتی قیادت (لیڈرشپ) ان کو منتقل ہو گئی''۔ [۱۴]

اس صورت حال پر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کہاں تھے اور اب کیوں اور کہاں گم ہو گئے!

حوالے

۱۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الرھون، باب اجر الاجراء، ۲۴۴۳

۲۔ علامہ سید محمد باقر الصدر، اقتصادنا، اس کے علاوہ ملاحظہ ہو اسلامی معیشت (Islamic Economy) سروش (انگریزی)، نمبر ۳، تہران، ایران، مئی ۱۹۹۱ء

۳۔ آیت اللہ خمینی، تقریر یوم تاسیس اسلامی جمہوریہ ایران، ۳۰ اپریل، ۱۹۷۹ء

۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ۲۲۶۲

۵۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الرھون، باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ، ۲۴۴۴

۶۔ رواہ احمد، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

"The Theory of Interest has for long time been a weak spot in the Science of Economics, and the explanation

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

and determination of the interest rate still gives rise to more ohsagreements among Economists than any other branch of Ecomomic Theory"

۷۔ League of Nations, Prosperity and Depression, First Edition, p.195

۸۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو پروفیسر نجات اللہ صدیقی کی کتاب 'غیر سودی بنک کاری'، مرکزی مکتبۂ اسلامی، دہلی، ۱۹۶۹ء

۹۔ ملاحظہ ہو شیخ انصاری کی کتاب المکاسب

۱۰۔ الشیخ ابی جعفر بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی، اصول کافی، ج۲، الموسسۃ العالمیۃ للخدمات اسلامی، تہران، ایران، ۱۹۸۰ء، ص ۳۰۷

۱۱۔ سید محمد باقر الصدر، غیر سودی بینکنگ کا نظام، ترجمہ سید ذیشان حیدر جوادی، جمالی پبلی کیشن، بمبئی، ۱۹۷۴ء، ص ۴۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۳

۱۳۔ Musssulman Culture, University of Colcutta, 1934, p.xxviii

۱۴۔ Islamic Culture, International Book House, Bombay, 1934, p.33

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں ربا کی تحریم۔مختلف جہات کا تنقیدی تجزیہ

محمد یٰسین مظہر صدیقی

قرآنی املا اور رسم عثمانی کے مطابق سود کو ''الربوا'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض جگہ ''الربا'' بھی ملتا ہے۔ کتب حدیث وسیرت اور مآخذ تاریخ وفقہ میں بھی اسی طرح اس خاص لفظ واصطلاح کے یہ دونوں املا ملتے ہیں۔ ماہرین فن نے اس مسئلہ پر بحث بھی کی ہے کہ کون سا املا صحیح تر ہے اور دو دو رسوم کی ضرورت کیونکر پیش آئی۔ فتح الباری شرح بخاری کے گرامی مؤلف امام ابن حجر عسقلانیؒ نے وضاحت کی ہے کہ ''الربا'' مقصور ہے اور اس کا مد بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ شاذ ہے۔ وہ 'ربا، یربو' سے ہے لہٰذا الف سے لکھا جاتا ہے لیکن مصحف کے خط میں واؤ کے ساتھ واقع ہوا ہے ...'' حافظ موصوف کا خیال جزوی طور پر صحیح ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۷۵-۲۷۶، ۲۷۸-۲۷۹؛ سورۂ آل عمران: ۱۳۰ اور سورۂ النساء: ۱۶۱ میں ''الربوا'' ہے جب کہ سورۃ الروم: ۳۹ میں ''ربا'' ہے۔ بخاری/ فتح الباری، مکتبہ دارالسلام ریاض ۱۹۹۷ء، ۴/ ۳۹۵-۳۹۹ میں دونوں طرح کا املا ہے۔ آیاتِ کریمہ کے حوالے سے واؤ اور مد کے ساتھ اور تراجم ابواب بخاری وغیرہ میں مقصورہ صورت میں۔ یہی صورت دوسری کتب حدیث وغیرہ کی ہے۔

دوسرا مسئلہ، جو ربا کی اصل سے متعلق ہے، وہ اس کی اقسام سے متعلق ہے۔ ربا کی صرف کوئی ایک قسم نہ تھی۔ مفسرین نے مختلف آیاتِ ربا کی تفسیر میں اور محدثین نے احادیثِ نبوی کی تشریح میں اور سیرت نگاران رسول نے عہدِ نبوی اور دورِ خلافت کے واقعات کے ضمن میں ان کی متعدد اقسام کا ذکر کیا ہے۔ ربا کی دو بنیادی قسمیں ہیں: ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرض/ دین کا سود/ ربا اور دوسری تجارت کا ربا۔ محدثین نے خاص کر ان کا ذکر کیا ہے۔ امام مالک بن انس اصبحی (۹۵/۱۴/۷۱۴ء-۱۷۹/۷۹۵) نے اور دوسرے اکابر حدیث نے اس کی صراحت کی ہے۔ (مالک بن انس، الموطا، یاسر ندیم اینڈ کمپنی غیر مورخہ، ۲۷۸ و مابعد میں مختلف تراجم ابواب ہیں جیسے ماجاء فی الربا فی الدین وغیرہ۔ اسی طرح تجارت کے ابواب سے متعلق تراجم میں ربا کا ذکر ملتا ہے۔۲

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ربا سے مراد کیا ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق ربا کی اصل کسی چیز میں زیادتی ہے: ''واصل الربا الزیادة إما في نفس الشيء كقوله تعالى: اهتزت وربت'' (الحج-۵) یا مقابلہ میں اضافہ ہے جیسے ایک درہم دو درہموں کے بدلے میں: ''واما في مقابلة كدرهم بدرهمين ...'' پھر انھوں نے یہ مختصر بحث کی ہے کہ وہ دونوں میں جیسا کہ کہا گیا حقیقت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ اول الذکر میں حقیقت ہے اور دوسری میں مجاز۔ ابن شریح نے اضافہ کیا ہے کہ دوسری صورت میں وہ ''حقیقتِ شرعیہ'' ہے اور ربا کا اطلاق ہر حرام خرید وفروخت پر کیا جاتا ہے: ''... ويطلق الربا على كل بيع محرم ...''۔ غالباً ربا کی یہ توسیع شدہ تعریف ہے۔۳

سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اسلام میں ربا حرام ہے اور اس کی حرمت اصلی و دائمی ہے؟ اسلام سے بالعموم بدقسمتی سے ہم مسلمان خصوصاً متاخرین صرف حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کے لائے ہوئے آخری دین وشریعت ہی مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علماء اور دوسرے اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ رسولِ آخر الزماں اور خاتم النبیین ﷺ جو دین وشریعت لائے تھے وہ کامل ترین اور آفاقی وابدی تھی۔ اور وہ تمام پیشرو انبیائے کرام کی شریعتوں کی بھی جامع تھی۔ دین کے تمام اصول واحکام میں تمام رسولوں کا دین یکساں تھا، صرف بعض فروع وجزئیات میں فرق تھا۔ اسی طرح شریعت میں بھی اتفاق واتحاد زیادہ تھا، صرف چند شرائع میں عصری تقاضوں سے اختلاف رہا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (احمد بن عبدالرحیم فاروقی م: شوال ۱۱۱۴/۲۱: فروری ۱۷۰۳-۲۹: محرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۷۶/ ۲۰: اگست ۱۷۶۲) نے اپنے مختلف حکیمانہ مباحث میں وضاحت کی ہے کہ اختلافِ شرائع بھی بہت کم تھا، صرف چند چیزوں میں تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت فخرِ آدم ﷺ تک دین و شریعت اسلامی کا تسلسل و دوام بھی رہا اور اتفاق و اتحاد بھی قائم رہا۔ لہٰذا تاریخی، منطقی اور اسلامی طور پر یہ غور کرنا ضروری ہے کہ شریعت و دینِ محمدی سے قبل پیش رو شرائع اسلام میں ربا کی حرمت تھی یا حلت؟[۴]

ربا کی اصل تحریم

کتب سماویہ سابقہ، آیات قرآنی، احادیثِ نبوی، تفسیراتِ مفسرین اور تشریحاتِ محدثین و علماء سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سود (ربا) اپنی اصل میں ہمیشہ حرام ہی رہا ہے۔ وہ کبھی حلال نہیں رہا۔ خواہ سابقہ شرائع اسلام کا معاملہ ہو یا شریعتِ محمدی کے کلی یا مدنی دور کا معاملہ ہو۔ دینِ حنیفی – ابراہیمی و اسمٰعیلی – میں ربا کی حرمت کا ذکر واضح طور سے نہیں ملتا کیونکہ اس کے بنیادی مآخذ موجود نہیں ہیں لیکن دینِ حنیفی کی دو ذیلی شریعتوں – موسوی و عیسوی – میں ربا کی حرمت کے شواہد مختلف نوعیتوں کے ملتے ہیں۔ مسلم شارحینِ قرآن کریم کے علاوہ دیگر اہل علم و تحقیق نے ان پر کافی تحقیقات کی ہیں اور وہ اصل کتب و مآخذ پر مبنی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

شریعتِ موسوی

قرآن مجید کی شہادت ہے کہ یہود کو ربا لینے دینے سے منع کیا گیا تھا۔ سورۂ نساء: ۱۶۱ میں ربا کی ممانعت اور یہود کی نافرمانی دونوں کی پکی گواہی ملتی ہے۔ یہودی ظلم و ستم میں ایک سود کھانے کی عادت بد بھی ہے۔ مفسرین و شارحین نے ثابت کیا ہے کہ موجودہ تورات میں بھی سود کی حرمت کے احکام آج تک لکھے چلے آرہے ہیں: عہد جدید کے ایک فلسفی مفسر اور کتب سماویہ کے متبحر محقق مولانا عبدالماجد دریابادی نے تورات کی کتب کے حوالے سے لکھا ہے: ''اگر تو میرے لوگوں میں سے جس کسی کو جو تیرے آگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محتاج ہے کچھ قرض دیوے تو اس سے بیاجیوں کی طرح سلوک مت کر اور سود مت لے۔۵'' تو اس سے سود اور نفع مت لے، اپنے خدا سے ڈرتا کہ تیرا بھائی تیرے ساتھ زندگانی بسر کرے، تو اسے سود پر روپیہ قرض مت دے، نہ اسے نفع کے لیے کھانا کھلا''۔۶

مولانا موصوف نے اس پر دو تبصرے کیے ہیں اور وہ دونوں میں سود کی حرمت اور اس کی شناعت بیان کرتے ہیں:

''۱- یہ اور بات ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ سود خور قوم یہی یہود ہیں اور ان کے ''شائی لاک'' دنیا کے ادبیات میں ضرب المثل بن گئے ہیں۔

''۲- یعنی ان کی شریعت میں سود، رشوت، خیانت وغیرہ آمدنی کے جن ذریعوں کو حرام کر دیا گیا تھا انہی کو اختیار کر کر کے جن نعمتوں سے یہود محروم کر دیے گئے تھے، وہ جتنی اور جو کچھ بھی ہوں، بہر حال ان سے محرومی کے اسباب یہاں کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں:...''۷

شریعت عیسوی

بزرگ تر دین و شریعتِ حنفی ابراہیمی کی دوسری جانشین شریعتِ عیسوی میں بھی سود حرام ہے۔ ان کی کتاب انجیل اور اس کی تفسیروں سے اس کی حرمت کا اتنا پتہ نہیں چلتا جتنا اسلامی مآخذ سے چلتا ہے۔ امام سیرت ابن اسحاق (محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی، ۸۵/۷۰۴-۱۵۰/۷۶۷) نے اپنی جامع سیرت کبریٰ میں نجران کے عیسائیوں سے رسولِ اکرم ﷺ کے ایک مفصل معاہدے کا ذکر کیا ہے بلکہ اس کا متن نقل کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ایک شرط صلح و معاہدہ تھی کہ نجران کے عیسائی سودی کاروبار نہیں کریں گے، نہ سود لیں گے نہ دیں گے اور اس کے خلاف ورزی کرنے کی صورت میں رسولِ اکرم ﷺ ذمہ باقی نہیں رہے گا یعنی وہ محارب بن جائیں گے جن سے جنگ کی جا سکے گی۔ اس معاہدۂ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی میں شریعتِ عیسوی میں سود و ربا کے حرام ہونے کا واضح ذکر نہیں ہے مگر شارحین اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے مذہب میں بھی سود لینا/کھانا حرام تھا۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ان سے یہ شرط بھی رکھی تھی۔ ۸

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ کی سند پر اس معاہدہ کا مختصر ذکر کیا ہے۔ اس کے آخر میں ربا کھانے سے ممانعت کا ذکر ہے: "... أو یاکلوا الربا" ایک راوئ حدیث حضرت اسماعیل بن عبدالرحمٰن قرشیؒ جنھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت/حدیث نقل کی ہے، تبصرہ کیا ہے کہ انھوں نے بہر حال سود کھایا: "فقد اکلوا الربا"۔ ۹

بعد کے جدید شارحین و محققین کی اپنی تحقیقاتِ عالیہ کے باوجود قدیم مفسرین اسلام نے شریعت یہود میں سود و ربا کے حرام ہونے کی وضاحت اپنے الفاظ و بیانات میں کی ہے۔ امام المفسرین طبریؒ نے سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کے بارے میں لکھا ہے:

> "و أخذهم الربا" وهو اخذهم ما افضلوا على رؤوس اموالهم لفضل تاخير في الاجل بعد محلها، وقد بينت معنى الربا فيما مضى قبل بما اغنى عن اعادته، "وقد نهو عنه" يعني عن اخذ الربا..." ۱۱

امام طبری کے اس بیان و شرح میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اپنا مال قرض دیتے تھے تو قرض کی مدت کے ختم ہونے پر اس کو بڑھا دیتے اور اصل مال سے زیادہ رقم قرض دار سے وصول کرتے تھے۔ یہ خالص دین کا سود ہے جس کا ذکر تورات کی آیات میں گذرا ہے۔ اور جس کو امام مالکؒ نے ایک قسم ربا بتایا ہے۔ موطا مالک میں قرض کی ماہانہ اقساط ادا کرنے پر سود کی رقم میں اور مدت ادائیگی میں اضافہ کر دینے کے طریقے بھی منقول ہیں۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ماثور کے ایک اور امام ابن کثیر دمشقی [۱۳] نے اس کی حرمت اور یہودی نافرمانی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"ای ان اللہ قد نھاھم عن الربا فتنا ولوہ واخذوہ واحتالوا علیہ بانواع من الحیل وصنوف من الشبہ ..." [۱۴]

دوسری تفاسیر اور تشریحات مفسرین سے اسے مزید موکد کیا جا سکتا ہے مگر ان سب کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ یہ حقیقت واضح کرنی مطلوب ہے کہ شریعتِ موسیٰ علیہ السلام میں ربا حرام تھا اور تورات میں تمام تحریفات کے باوجود آج تک اس کی تحریم لکھی چلی آرہی ہے۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بحیثیت قوم یہود نے سود کھانا حلال کرلیا تھا اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے تاہم ان کے کچھ احبار و علماء اور دوسرے افراد ایسے بھی تھے جو اسے حرام سمجھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے ورنہ غالباً تحریم ربا کی یہ آیات بھی تورات میں باقی نہ رہتیں۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں کتاب اللہ سے تمسک کرنے والے احبار و علماء اور عوام یہود کی تعریف بھی آئی ہے۔

عرب جاہلی عہد میں

بعثتِ نبوی سے قبل کی صدیوں میں عرب عام طور سے اور قریشِ مکہ اور دوسرے تجار قبائل خاص طور سے سودی کاروبار کرتے تھے۔ وہ دونوں قسم کے تھے: عام قرضوں پر سود لیتے تھے اور تجارت و اکتساب کے مال پر بھی سود کھاتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ "سودخواری بھی ان اخلاق ذمیمہ میں سے ہے جو اہل عرب کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئے تھے... قریش عموماً تجارت پیشہ تھے، ان میں سے جو امیر تھے اور دولت مند سوداگر تھے وہ غریبوں اور کاشت کاروں کو بھی شرحِ سود پر روپیہ قرض دیتے اور جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا، اصل سرمایہ کو ہر سال بڑھاتے جاتے [۱۵]۔ خود آنحضرت ﷺ کے چچا عباس (اسلام سے پہلے) بہت بڑے سودی کاروبار کے مالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے..."[۱۶] مولانا موصوف نے ان دونوں بیانات کے لیے بالترتیب موطا امام مالک باب الربوا اور ابن جریر طبری آیت الربوا کا حوالہ دیا ہے۔[۱۷]

موطا امام مالک میں باب ماجاء فی الربا فی الدین میں کئی احادیث و مسائل و فتاویٰ امام مالک ہیں۔ ان میں ایک حدیث حضرت زید بن اسلمؒ سے امام مالکؒ نے یہ نقل کی ہے:" کان الربا فی الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى اجل فاذا اجل الحق قال: أتقضى ام تربى؟ فان قضى اخذ، والازاده فى حقه واخّر عنه فى الاجل۔

فتویٰ مالک ہے:۱-"قال مالک والامر المكروه الذى لااختلاف عندنا ان يكون للرجل على الرجل الدين الى اجل فيضع عنه الطالب ويعجله المطلوب"۔

دوسرا فتویٰ ہے:۲-"قال مالک وذلک عندنا بمنزلة الذى يوخر دينه بعد محله عن غريمه ويزيده الغريم فى حقه، قال: فهذا الربا بعينه لاشک فيه"۔

تیسرا مسئلہ مالک ہے:۳-"قال مالک: فى الرجل يكون له على الرجل مائة دينار الى اجل فاذا حلت قال الذى له عليه الدين بعنى سلعة يكون ثمنها مائة دينار نقدا بمائة و خمسين الى اجل، قال مالک: هذا بيع لايصلح ولم يزل اهل العلم ينهون عنه"۔

چوتھا فتویٰ مالک ہے:۴-"قال مالک وانما كره ذلک لانه انما يعطيه ثمن ماباعه بعينه ويوخر عنه المائة الاولىٰ الىٰ الاجل الذى ذكر له آخر مرة ويزداد عليه خمسين دينارا فى تاخيره عنه فهذا مكروه لايصلح، وهو ايضا يشبه حديث زيد بن اسلم فى بيع اهل الجاهلية انهم كانوا اذا احلت ديونهم قالوا للذى عليه الدين اما ان تقضى واما ان تربى، فان قضى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخذوا ،والازادهم فی حقوقهم وزاده فی الاجل"۔

قریش مکہ میں حضرت عباسؓ کا ہی سودی کاروبار نہ تھا۔ ان کو وہ کاروبار ان کے والد ماجد عبدالمطلب ہاشمی سے ملا تھا۔ دوسرے قریشی تاجر جو سودی کاروبار میں امتیاز رکھتے تھے حضرت خالد بن ولید مخزومی کے والد ولید بن مغیرہ مخزومی تھے اور وہ بھی اپنے والد کے کاروبار کے مالک و جانشین بنے تھے۔ ان اکابرِ قریش کے سودی کاروبار کا ذکر بہت وضاحت سے آتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے اکابرِ قریش وتجارِ مکہ بھی سودی لین دین کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ابھی تحقیق باقی ہے۔ ۱۷؎

ہوازن وثقیفِ طائف قریشِ مکہ کے ہر طرح حریف وہم پلہ تھے۔ ان کا صرف تجارت پر انحصار نہیں تھا کہ ان کا علاقہ مکہ مکرمہ کے برعکس سرسبز وشاداب اور زرخیز تھا۔ اور ان کے مختلف علاقوں میں زراعت و باغبانی ہوتی تھی۔ ثقیف کے بیش تر اکابر تجارت اور زراعت دونوں کرتے تھے اور ان دونوں میں سودی کاروبار کا غالباً بہت دخل تھا۔ بلکہ بعض مآخذ کے مطابق ان کا سب سے بڑا کاروبار ربا اور سودی لین دین پر ہی منحصر تھا۔ ''آبادی کے بعض طبقوں کا تو واحد کاروبار ہی یہ تھا''۔ ... طائف کے سودی کاروبار پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

مکہ مکرمہ اور طائف وثقیف کے درمیان بڑے گوناگوں اور وسیع تعلقات تھے جن میں کاروباری بھی شامل تھے ثقفی تجار اور سودی کاروباری مکہ والوں کو سودی لین دین میں الجھائے رکھتے تھے اور ان کو سود پر قرض فراہم کرتے تھے۔ تجارتِ باہمی کے علاوہ دونوں شہروں کے اکابر کے اموال / باغات طائف اور اس کے نواحی علاقوں میں بھی تھے۔ مکی اکابر اور قریشی شیوخ ان سے سود پر قرض لینے کے لیے مجبور ہو جاتے تھے۔ خالد بن ولیدؓ کے خاندان بنو مغیرہ کے اہل ثقیف و طائف سے سودی کاروبار کے وسیع تعلقات تھے۔ وہ صرف ان ثقفی سود خوروں کے گاہک ہی نہ تھے۔ تفسیر طبری وغیرہ میں ہے:"...

ان الأيتين نزلتا في العباس ورجل من بني المغيرة كانا شريكين في

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجاھلیة ... ولھما اموال عظیم فی الربا "۔ ۱۸؎

عرب جاہلی میں ربا اور اس کی اقسام کا ذکر بہت دلچسپ ہے اور ان کا دائرہ عمل وسیع تر ہے۔ صرف ثقیف طائف اور قریش مکہ کے تاجروں اور مال داروں نے سودی کاروبار کو نہیں اپنایا تھا اور فروغ دیا تھا بلکہ دوسرے تجارتی مراکز کے دولت مندوں نے بھی اس کے فروغ میں اپنی بساط بھر حصہ لیا تھا۔ ان میں مدینہ/ یثرب کے یہودی اور عرب تاجر دونوں شامل تھے۔ یہودی سودخوری کے واقعات بہت معروف ہیں۔ یثربی تاجرانِ عرب کے سودی کاروبار کا ذکر براہ راست کم ملتا ہے اور بالعموم ہجرتِ نبوی کے بعد کے ضمن میں ملتا ہے حالانکہ ان کا سودی لین دین اور تجارتی سودخوری کا عمل جاہلیت کے زمانے سے اسی طرح چلا آ رہا تھا۔ دراصل سود پر قرض دینے کی فطرت دولت مندی کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور وہ تمام خدانا ترس معاشروں میں عام تھی۔

لیکن عرب جاہلی معاشرے میں بعض طبقات و افراد ایسے بھی تھے جو سودی کاروبار سے اجتناب کرتے تھے۔ اگرچہ ان کے بارے میں اور خاص کر عربی معاشرۂ جاہلی کے باب میں سود/ ربا کے حرام ہونے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ کتبِ حدیث وتفسیر اور نگارشاتِ علماء میں مدینہ کا ذکر ہجرت نبوی کے بعد کیا جاتا ہے۔ مزید بحث آگے آتی ہے۔ ۱۹؎

علماء اسلام اور محققینِ شریعت نے سود/ ربا کی دو تقسیمیں کی ہیں: ایک حقیقی ربا /سود اور قرض کے معاملات میں قرض کی رقم پر اضافہ تھا۔ حضرت شاہؒ نے اس کو "الحقیقی فہوالدین" سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی تشریح یوں کی ہے: "الربا وھو القرض علیٰ ان یودی الیه اکثر او افضل مما اخذ سحت باطل، فان عامة المقترضین بھذا النوع ھم المغالیس المضطرون، وکثیرا ما لایجدون الوفاء عند الاجل فیصیر اضعافا مضاعفة لایمکن التخلص منه ابدا وھو مظنة لمناقشات عظیمة وخصومات مستطیرة ..."۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربا کی دوسری قسم کو "محمول علیہ" کہا ہے اور اس کے اطلاق و وسعت کا ذکر یوں کیا ہے: "... وان الناس کانوا منهمکین فیه فی الجاهلیة اشد انهماک، وکان حدث لاجله محاربات مستطیرة، وکان قلیله یدعو الی کثیره، فوجب ان یسد بابه بالکلیة ولذلک نزل فی القرآن فی شانه مانزل"۔

ربا کی دوسری قسم کو ربا الفضل بتایا ہے اور اس میں حدیث کو اس کی اصل قرار دیا ہے جس کے تحت ایک جنس کی چیز کا تبادلہ اسی جنس میں اضافہ کے ساتھ سود قرار دیا گیا ہے جیسے سونا کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، کھجور کا کھجور سے، نمک کا نمک سے، وہ دونوں برابر سرابر ہوں اور نقد ہوں تو ربا نہیں ہے۔[۲۰]

شریعتِ محمدی: مکی دور میں رِبا

بالعموم علمائے اسلام شریعتِ محمدی کے مکی دور میں احکام سے ہی بحث نہیں کرتے لہٰذا بعثتِ نبوی کے تیرہ سالہ مکی دور (۶۱۰-۶۲۲ء) میں سود و ربا کے احکام سے کیا تعرض کرتے؟ حالانکہ ان کے سامنے قرآن و حدیث کے واضح احکام، رسولِ اکرم ﷺ کے صریح ارشادات کے علاوہ سابقہ شرائع اسلام کے احکام و فرامین موجود تھے۔ دراصل عام اذہان میں یہ خیال راسخ ہوگیا ہے کہ اسلامی احکام کا نزول و ارتقاء بنیادی طور سے نبوتِ محمدی ﷺ کے دس سالہ مدنی دور (۶۲۲-۶۳۲ء) میں ہی ہوا تھا۔[۲۱] اس ضمن میں حضرت شاہؒ کے دو تبصرے قابلِ ذکر ہیں:

۱- خرید و فروخت اور لین دین کے دوسرے معاملات میں وہ ملتِ حنفی کے اکثر قواعد کی پابندی کرتے تھے۔

۲- مالی معاملات میں وہ سود اور ربا کے مرتکب ہو گئے تھے، مگر اس کو بہت پسند نہیں کرتے تھے:

سابق شرائع اسلام میں خاص دین حنفی کے پیرو عرب جاہلی تھے اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین وشریعت میں بہر حال ربا حرام تھا۔ شریعتِ موسوی اور شریعتِ عیسوی میں بھی اس سود/ ربا کی حرمت عرب جاہلی اور اولین مکی مسلموں کے سامنے واضح تھی۔ اس سلسلہ میں یہ بہت اہم اور دلچسپ حقیقت ہے کہ متعدد چیزوں کو وہ اصلاً حرام ہی سمجھتے تھے اگر چہ اس کے مرتکب تھے ان میں شراب خوری، زنا، نکاح المقت اور بعض اور چیزیں شامل ہیں اور ان ہی میں ربا شامل ہے جو اپنی اصل میں حرام ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیاتِ کریمہ اور رسولِ اکرم ﷺ کی متعدد احادیث شریفہ میں اصل حرام اشیاء کا ذکر بہت واضح ہے۔ ان کا ذکر آیات واحادیث تحریم ربا کے ضمن میں آگے آتا ہے۔

حرمتِ ربا کی اولین آیتِ کریمہ

سورۂ روم بالاتفاق مکی سورہ ہے جو مکی دورِ نبوی کے اوائل ہی میں اتری تھی۔ اس کی آیت کریمہ ۳۹ میں فرمانِ الٰہی ہے کہ ''وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ''۔ اس آیتِ کریمہ میں دو احکام کا ذکر کر کے ان کا موازنہ کیا گیا ہے: اول ربا سے لوگوں کے مال میں اضافہ کے خیال عام کے باوجود وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا دوسرے زکوٰۃ دینے والے ہی چند در چند مال کرتے تھے۔ اور وہی مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ زکوٰۃ پر یہاں بحث نہیں ہے البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ زکوٰۃ اور ربا کا موازنہ مال میں اضافہ سے بھی کیا گیا ہے اور مرضی الٰہی کے حصول کے ضمن میں بھی۔ زکوٰۃ کے دینے سے شخصی مال میں بظاہر کمی نظر آتی ہے مگر وہ اجتماعی دولت مندی اور سماجی فلاح کی ضامن ہے اسی لیے اس کے دینے والوں کو مضعفون (مال بڑھانے والے) کہا گیا ہے۔ یہ زکوٰۃ کا اجتماعی وسماجی فیض ہے جب کہ ربا/ سود سے شخصی مال اور سود خور کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے مگر سماجی واجتماعی اموال سمٹتے جاتے ہیں اور معاشرہ کے بہت سے افراد و طبقات کے اموال میں اضافہ کے بجائے نقص وکمی واقع ہوتی جاتی ہے جو اضافہ مال نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بالعموم مفسرین و شارحین نے ان دونوں کے موازنے میں آخرت کے سودا اور اس میں اضافہ و نقص کا ذکر کیا ہے وہ اپنے تئیں کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے لیکن دنیاوی مالی معاملات میں زکوٰۃ و ربا کا باہمی موازنہ اجتماعی لحاظ سے کرنا ضروری ہے۔۲۲

مکی سورۂ روم-۳۹ میں وارد لفظ ''ربا'' کو بلاشبہ بعض عظیم ترین امامان تفسیر نے عطیہ وغیرہ سے تعبیر کیا ہے مگر وہ قرآنی اصطلاح، روح شریعت، مقصدِ دین اور بہبودِ انسانی کے لحاظ سے صحیح نہیں اور صرف روایتی تعبیر ہے۔ اس کے بالمقابل متعدد قدیم و جدید مفسرین اور علماء و فقہاء نے ربا سے مراد خالص سود لیا ہے جو اس وقت مروج تھا۔ حضرت شاہؒ اور ان کے نامی گرامی فرزند شاہ عبدالقادر دہلوی (۱۱۶۷/۱۷۵۴-۱۲۳۰/ ۱۸۱۵ء) نے اپنے اپنے حواشی میں اسے ربا ہی سمجھا ہے۔ فتح الرحمٰن میں ربا کا ترجمہ سود کر کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''مترجم گوید: مالے را کہ بشرط زیادت میدہند ربا نام نہادہ شد''۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں بھی سود لفظ ربا کے لیے لکھا ہے بلکہ اس کا ہندی مترادف نام ''بیاج'' بھی لکھا ہے جو زیادہ شنیع و کریہہ ہے اور اس سے اس کی اجتماعی کراہت کا پتہ ملتا ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) نے اپنی تحقیق میں قدیم و جدید کو جمع کر دیا ہے۔ ان کا اولین تبصرہ و حاشیہ یہ ہے کہ ''قرآن مجید میں یہ پہلی آیت ہے جو سود کی مذمت میں نازل ہوئی''۔ پھر دونوں طبقاتِ مفسرین کے نظریات و دلائل سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں اس سے مراد وہی معروف ''ربا'' ہے جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ یہ رائے حضرت حسن بصریؒ اور سدیؒ کی ہے اور علامہ آلوسیؒ کا خیال ہے کہ آیت کا ظاہری مفہوم یہی ہے کیونکہ عربی زبان میں ربوا کا لفظ اسی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی تاویل کو مفسر نیساپوری نے بھی اختیار کیا ہے، ہمارے خیال میں بھی یہی دوسری تفسیر صحیح ہے...''۲۳ نیز عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ قرآن جن کی تشریح آیت کریمہ یوں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Riba is any increese sought through illegal means such as usury, bribery, profiteesing, fraudutent trading etc."

انگریزی مترجم و شارح نے بہر حال ربا کی تشریح میں دوسری چیزیں بھی شامل کر لی ہیں جو قرآنی اصطلاح کے خلاف ہیں وہ غالباً اس کے لغوی معانی کی طرف چلے گئے ہیں۔

''ربا کی مذمت'' کے فقرے سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے حرمت و تحریم مراد نہیں ہے۔ مولانا مودودیؒ اور متعدد دوسرے مفسرین و شارحین نے ایک ''مقدمہ'' یہ ترتیب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید کو جب کسی شے کے حرام قرار دینے کا خیال ہوتا ہے تو پہلے اس کی مذمت کی جاتی ہے تاکہ صالح اذہان تیار ہو جائیں اس صغریٰ کبریٰ اور مقدمہ میں دو شدید جھول ہیں: ایک یہ کہ قرآن مجید حرام و مکروہ چیزوں کے لیے ہی ایسی ترہیب کا پس منظر نہیں بناتا بلکہ وہ حلال و طیب چیزوں کے لیے بھی اسی طرح ترغیب کا منظر نامہ تیار کرتا ہے۔ دراصل قرآن مجید کا یہ ایک عظیم الشان نظریاتی و فکری اسلوب اور بلیغ و حکیمانہ طرز ادا ہے جو آفاقی ہے۔ دوسرے بعد میں حرام قرار دینے کا خیال بھی باطل ہے اور وہ اس سوچ پر مبنی ہے کہ سود بعد میں حرام قرار کیا گیا۔ اس کی تردید و تغلیط کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ تمام اسلامی شریعتوں میں حرام ہی رہا تھا لہٰذا اب مکی دور میں حرام قرار دینے کے لیے مذمت کی کیا ضرورت ہے۔ مذمت بجائے خود تحریم کا پیمانہ اور اصول ہے اور اسے قرآن مجید نے بہت سے معاملات و مقامات میں استعمال کیا ہے۔ مذموم چیز بہر حال حرام و ممنوع ہوگی اس کی بہت سی نظیریں قرآن مجید سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً زنا، بدکاری، شراب خوری، مال ناحق کھانے وغیرہ کے بارے میں یہی مذمت آتی ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کی حرمت اس وقت نہ تھی اور بعد میں آنے والی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکی احادیثِ نبوی میں تحریمِ سود

حدیث و سیرت کی کتابوں میں سود/ ربا کی مذمت و حرمت کا ذکر ملتا ہے۔ امام ابن اسحاقؒ نے اپنی سند سے جو حدیث معراج بیان کی ہے اس میں رسولِ اکرم ﷺ کے مشاہداتِ جنت و جہنم کا بیان بہت مفصل ہے۔ ربا/ سود کھانے والوں کے بارے میں جو بیان ہے وہ سود کی مذمت، سود خوروں کے انجام بد اور ان کے اخروی عذاب پر مشتمل ہے۔ اس حدیث کو متعدد دوسرے امامانِ سیرت نے بھی نقل کیا ہے: "قال: ثم رأیت رجالا لھم بطون لم ارمثلھا قط بسبیل آل فرعون یمرون علیھم کا لابل المیھومة حین یعرضون علی النار، یطئونھم لا یقدرون علی ان یتحولوا من مکانھم ذلک. قال: قلت: من ھولاء یا جبریل؟ قال: ھؤلاء آکلة الربا"۔ ۲۴

موخر الذکر امام حلبیؒ نے معراجِ نبوی کے دوران جن مکاشفات و مشاہدات کا ذکر کیا ہے وہ مذکورہ بالا حدیث ابن اسحاق پر اضافہ ہے اور خاص ربا/سود کھانے والوں کے بارے میں ہے اور جس کو سورہ بقرہ-۲۷۸ سے جوڑ دیا ہے: "و کشف له عن حال من یاکل الربا ای حالته التی یکون علیھا فی دار الجزاء، فرای رجلا یسبح فی نھر من دم یلقم الحجارة فقال: من ھذا؟ قال: آکل الربا. وقد شبه الله تعالیٰ فی القرآن بقوله: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ..." اس کے بعد آیت کی تفسیر ہے۔ ان تمام احادیثِ معراج میں جن لوگوں کے انجامِ بد اور اخروی عذاب کا ذکر ہے وہ سب کے سب حرام کا ارتکاب کرنے والے تھے جیسے امانت میں خیانت کرنے والے، فرض نمازوں کے تارکین، زکوٰۃ نہ دینے والے، زانی، ڈاکو وغیرہ۔ ان کے ساتھ سود خوروں کا شمار بتاتا ہے کہ وہ صرف مذمت نہیں ہے بلکہ سود کی تحریم پر شہادت نبوی ہے۔ بلکہ اصلاً سود و ربا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرمت نہادی کا اعلان و اظہار ہے کہ اس کی حرمت تو پہلے سے تسلیم شدہ تھی۔

کتب سیرت میں مولانا مودودیؒ کی جمع کردہ تصنیف سیرت سرور عالم میں اسراء و معراج پر بہت مفصل بحث ہے۔ اس میں سود خواروں سے متعلق مشاہدۂ نبوی اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بے انتہا بڑے اور سانپوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آنے جانے والے ان کو روندتے ہوئے گذرتے ہیں مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا: یہ سود خوار ہیں۔''[۲۵]

مولانا نے ان تمام روایات کو مختلف کتب حدیث سے جمع کیا ہے جیسے مسند احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، بیہقی، حاکم، ابن ابی حاتم، طبرانی، بزار، ابن جریر بروایت ابوہریرہ، ابن اسحاق، ابن مردویہ بروایت ابوسعید خدری، ابوداؤد بروایت انس بن مالک وغیرہ)۔ ان تمام مشاہدات میں بھی مبتلائے عذاب صرف حرام کے مرتکبین ہی تھے جیسے تارکین نماز، مانعین زکوٰۃ، امانتیں نہ ادا کرنے والے، فتنہ انگیز مقررین، زبان طعن دراز کرنے والے، یتیموں کا مال کھانے والے، حرام کاری کرنے والے مرد اور عورت وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ سود خوری بھی حرام تھی تب ہی تو ان مشاہدات میں شامل کی گئی۔ اس سے زیادہ تحریم ربا کی کیا شہادت ہو سکتی ہے۔[۲۶]

اس پر امام بخاریؒ کی حدیث: ۲۰۸۵ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے جس میں متنِ مشاہدہ یہ ہے: فانطلقنا حتی اتینا علی نھر دم، فیہ رجل قائم، وعلیٰ وسط النھر رجل بین یدیہ حجارۃ، ... فاذا اراد الرجل ان یخرج رمی الرجل بحجر فی فیہ فردہ حیث کان ... الذی رایتہ فی النھر آکل الربا''۔

مکی دور میں رسول اکرم ﷺ نے متعدد دوسری چیزوں کو بھی اپنے فرمان سے حرام قرار دیا تھا۔ فرمانِ نبوی یا حدیث نبوی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ فرمانِ الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کیونکہ حدیث بھی وحی الٰہی کی دوسری قسم ہے۔ مکی دورِ رسالت کے ممنوعات و منہیات یعنی حرام چیزوں میں سے متعدد کا ذکر مکی سورتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے مردہ یا غیر ذبیحہ گوشت کا کھانا، بتوں کے چڑھاوے کھانا، مختلف جانوروں اور حشرات الارض کا کھانا، یتیموں اور ضعیفوں کا مال ہڑپ کرنا، زنا کاری اور بدکاری کرنا، امانت میں خیانت کرنا، وعدہ اور عہد کی خلاف ورزی کرنا، وغیرہ۔ ان میں سب سے اہم شراب کی تحریم کا معاملہ ہے۔ وہ سود کی طرح سابق اسلامی شریعتوں کے زمانے سے حرام چلی آرہی تھی۔ مکی دور کے بعض تاریخی شواہد بھی اس حرمت کی گواہی دیتے ہیں۔ عہد جاہلی میں قریش مکہ اور دوسرے احناف اور صالح ارواح کے اس خانہ خراب سے اجتناب کا ذکر بھی اسی تحریم کے قاعدے سے ہے۔ اس پر مزید بحث آگے بھی آتی ہے مگر مکی دورِ رسالت کے تناظر میں سود و شراب کی دوگانہ تحریم اصلی پر مزید شہادت قائم کرنے کے خیال سے اس حقیقت کا ذکر کیا گیا کہ وہ مکی دور میں بھی کسی طرح حلال نہیں سمجھا گیا۔ ۲۷

مدنی آیاتِ کریمہ میں تحریمِ ربا

زمانی توقیت اور تاریخی ترتیب کے مطابق ان آیاتِ تحریم کے بظاہر کئی طبقات بنتے ہیں:

اول: سورۂ بقرہ: ۲۷۵-۲۷۶ کی آیات کریمہ ہیں جن میں ربا کھانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے ان کے خیال و نظریہ کا ذکر ہے کہ بیع (خرید و فروخت) ربا (سود) کے مانند ہے، اور بیع حلال اور ربا کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جس شخص کو نصیحت ملی اور وہ اس حرام سے رک گیا تو اس کے حق میں بہتر ہے کہ زمانہ ماضی میں جو کھا چکا وہ معاف ہے، لیکن جس شخص نے نصیحت کے بعد بھی وہی روشِ بد اختیار کی تو وہ دوزخی ہے اور نہ صرف جہنمی بلکہ سدا کا جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور وہ انتہائی ناشکروں اور گناہ گاروں کو پسند نہیں کرتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیاتِ کریمہ میں کم از کم سات اصول، قواعد اور احکام بیان کیے گئے ہیں اور ان سب کا مجموعی حکم یہ ہے کہ سودا، تجارت، بیع حلال ہے اور ربا، سود، بیاج حرام ہے اور ان دونوں میں جوہری فرق ہے۔

محض دو آیات کریمہ کے بعد دوم سورۂ بقرہ: ۲۷۸-۲۷۹ میں واضح حکم تحریم ربا موجود ہے جس کے بنیادی نکات و اطلاقات یہ ہیں:

۱- اہل ایمان اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور ربا / سود کا بقیہ حصہ چھوڑ دیں، اگر ان کو ایمان کا دعویٰ ہے۔

۲- اگر ربا / سود نہ چھوڑیں تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان کر دیں۔

۳- توبہ کر لیں تو اپنے اصل مال (رؤوس اموالکم) لے لیں۔

۴- اس صورت میں وہ نہ کسی پر ظلم کریں گے اور نہ ان پر کسی طرح کا ظلم ہوگا۔ یعنی یہی سماجی انصاف ہے۔

سورۂ بقرہ کے نزول کا زمانہ

بالعموم مفسرین و علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ''اس سورت کی بیش تر بلکہ تقریباً تمام تر آیتیں رسول اللہ ﷺ کے قیام مدینہ کے زمانہ میں بعد ہجرت نازل ہوئیں...''۔ ۲۸

بعض حضرات نے ہجرت نبوی کے معاً بعد اس سورتِ کریمہ کے نازل ہونے کا نظریہ و خیال پیش کیا ہے۔ ان میں بہت سے قدیم و جدید مفسرین و مترجمین شامل ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے زمانۂ نزول کے سلسلہ میں ایک نئی بات کہی ہے کہ ''سود کی ممانعت کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں حالانکہ وہ نبی ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری زمانہ میں اتری تھیں...''۔ ۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود سے متعلق آیات کریمہ کا سورۂ بقرہ میں شامل کرنے کا نظریہ دراصل بعض روایات واحادیث پر مبنی ہے جو حضرات عمر بن خطابؓ وابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی بیان کیا گیا ہے۔ اس پر بحث بعد میں آتی ہے۔ حوالۂ ماخذ کی خاطر عرض یہ ہے کہ بخاری کے باب موکل الربا/ کتاب البیوع کے ترجمۃ الباب میں سورۂ بقرہ: ۲۷۸-۲۸۱ کا ذکر کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی نقل کیا ہے: "وقال ابن عباس: "هذه آخر آية نزلت على النبي ﷺ" پھر حدیث: ۲۰۸۶ نقل کی ہے جس کا متن ہے: "نهى النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم، ونهى عن الواشمة والموشومة، وآكل الربا وموكله، ولعن المصور"۔ اس کے متعدد اطراف ہیں: ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۹۵۶۲۔

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول پر مختلف علماء جیسے داؤدیؒ، ابن التینؒ کے نقد و ردِ نقد سے بحث کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر میں در اصل حدیثِ عائشہ کی تفسیر ہے یعنی وہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات کا نزول بتاتی ہے، نہ کہ آخری تنزیل۔ (۴/ ۳۹۸)

سوم: سورۂ آل عمران: ۱۳۰ میں ایمان والوں کو صاف حکم دیا گیا ہے کہ وہ چند در چند سود "اضعافاً مضعفة" نہ کھائیں، اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، تاکہ فلاح پائیں۔ بظاہر اس میں سود در سود کی حرمت کا ذکر نظر آتا ہے مگر وہ ایسا ہے نہیں۔ سود کی اصل ہی یہ ہے کہ وہ چند در چند ہو جاتا ہے اور حضرت شاہؒ اور دوسرے شارحین ومفسرین اور محققین نے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ حضرت شاہؒ نے جاہلی عہد کے سودی قرض کی فطرت یہی بتائی ہے کہ وہ بڑھتا ہی جاتا ہے اور اس سے قرض داروں کو کبھی نجات نہیں ملتی۔

زمانۂ نزول کی بحث

مولانا مودودیؒ نے اپنے استقراء سے سورۂ آل عمران کی آیاتِ کریمہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں مختلف زمانی ادوار قائم کیے ہیں: پہلی اور تیسری تقریر جنگِ بدر کے قریبی زمانے میں نازل ہوئی۔ چوتھی تقریر تیرھویں رکوع سے ختمِ سورت تک جنگِ احد کے بعد نازل ہوئی۔ اور دوسری تقریر ۹/۶۳۱ میں وفدِ نجران کے آمد کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ سود سے متعلق آیتِ کریمہ- ۱۳۰ کو مولانا موصوف نے جنگ احد کے معاً بعد کے زمانہ سے متعلق بتایا ہے اور تفسیر آیت میں لکھا ہے: ''احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان عین کامیابی کے موقع پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کی تکمیل تک پہونچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ اس لیے حکیم مطلق نے اس حالت کی اصلاح کے لیے زر پرستی کے سرچشمے پر بند باندھنا ضروری سمجھا اور حکم دیا کہ سودخواری سے باز آؤ جس میں آدمی رات دن اپنے نفع کے بڑھنے اور چڑھنے کا حساب لگاتا رہتا ہے اور جس کی وجہ سے آدمی کے اندر روپے کی حرص بے حد بڑھتی چلی جاتی ہے''۔ اگلے حاشیہ میں مولانا موصوف نے سماج پر سودخواری کے اثراتِ بد کا مختصر تجزیہ کر کے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ۳۲۰ دیکھنے کا حوالہ دیا ہے۔[۳۰]

حضرت شاہؒ نے حسب دستور شان وسبب نزول سے اپنے حواشی فتح الرحمٰن میں تعرض نہیں کیا۔ ان کے فرزندِ گرامی شاہ عبدالقادر دہلوی نے البتہ موضح القرآن میں اس آیت کریمہ کو غزوۂ احد کے زمانے سے متعلق مانا ہے:

> ''شاید سود کا ذکر یہاں اس واسطے فرمایا کہ اوپر مذکور ہوا جہاد میں نامردی کا، اور سود کھانے سے نامردی آتی ہے، دو سبب سے: ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیقِ طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے۔ دوسرے یہ کہ سود لینا کمال بخل ہے، چاہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیا۔ بیچ میں کسی کا کام نکلا۔ یہ بھی مفت نہ چھوڑے، اس کا جدا بدلا چاہے، تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ کب جان دیا چاہے''۔

مولانا دریابادیؒ سورۂ آل عمران- ۱۳۰ کے حاشیۂ تفسیر میں سودی کاروبار کو حرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دینے کے باوجود آخر میں یہ لکھ ہی گئے کہ ''آیاتِ احکام میں نازل ہونے والی یہ سب سے آخری آیت ہے''۔ سود مرکب اور سود مفرد پر مختصر بحث کے علاوہ حرمتِ سود پر حاشیہ پارہ سوم میں ختم سورہ بقرہ کا حوالہ وضاحت کے لیے دیا ہے۔ سورۂ آل عمران-۱۳۰ کے نزول کے بارے میں یہ طرفگی بہت سے مفسرین و شارحین کے ہاں ملتی ہے: ایک طرف تو وہ اسے غزوۂ احد کے بعد نازل ہونے کا نظریہ و خیال پیش کرتے ہیں اور اس کو مالِ غنیمت کی حرص سے زیادہ مال کے بوجھ سے جوڑ دیتے ہیں اور دوسری طرف وہ ان تمام آیاتِ تحریم ربا- بقرہ و آل عمران- کا زمانہ نزول اواخر مدنی عہد کا بتاتے ہیں ان دونوں میں جو تضاد ہے وہ ظاہر ہے۔ اور دوسری آیاتِ تحریم، واقعاتِ تاریخ و سیرت اور شرائع اسلام سے اس کا تصادم اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر یہ سورہ کریمہ یا تحریم آیت ربا بالکل آخری زمانے میں اتری تھی اور محض سیاق کلام وغیرہ کی خاطر واقعات غزوۂ احد کے ساتھ رکھ دی گئی تو غزوہ مذکور میں جن لوگوں نے مال کی محبت میں نامردی دکھائی تھی ان کو اس سے کیا نصیحت ملی۔ وہ تو اس وقت تک اس خیال کے مطابق اتری نہ تھی اور نہ ان لوگوں کے مال کے بوجھ و لالچ پر اس کے سبب ضرب لگائی گئی تھی۔ اس پر مفصل کلام کیا جا سکتا ہے۔ مختصر طور سے یہاں صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ آیات احکام میں ربا کی تحریم کی آیات سے متعلق شان نزول کی تمام روایتوں کا مقصود یہ ہے کہ وہ سورہ بقرہ کے اواخر میں اتری تھیں کیونکہ ان کے متعلق ہی وہ روایات و اسباب نزول ملتے ہیں۔ سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات کریمہ کے بارے میں کہیں نہیں ملتا کہ وہ بعد میں یا آخری دور حیات میں اتری تھیں اسی طرح بعد میں اترنے والی آیات کے کسی اول زمانے کی نازل شدہ سورہ میں رکھنے کا معاملہ بھی کافی احتیاط چاہتا ہے۔ آخری دور حیات میں آیاتِ تحریم ربا کے نزول کا خیال و نظریہ سیرت نبوی کے ٹھوس واقعاتی شواہد سے شکست کھا جاتا ہے۔

چہارم سورہ النساء: ۱۶۱ کا زمانہ نزول و اطلاق حکم ہے۔ مولانا مودودی نے اس سورہ کے مختلف خطبات کے نزول کا زمانہ ۳/ ۶۲۵ سے ۵/ ۶۲۷ تک کا درمیانی عرصہ بتایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا زمانی تعین مشکل ہے۔ دوسرے مفسرین وشارحین نے بھی اس کے زمانۂ نزول کو مختلف انداز میں متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور روایات نقل کی ہیں۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ وہ مدنی دور کے نصف اول میں نازل ہوئی تھی اور اس میں مختلف احکام اہل ایمان کو دیے گئے تھے۔[۳۱]

اس بحث کے آخر میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ تحریم ربا سے متعلق آیات کریمہ کی شان نزول اور اس کے تاریخی زمانے کے بارے میں راویوں اور روایات کا شدید اختلاف ملتا ہے اور وہ سورہ بقرہ کی خاص آیات ربا کے بارے میں بھی متصادم ہیں۔ ان کے تجزیہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ وہ تمام آیاتِ تحریم ربا مدنی دور کے اولین نصف سے قبل اتر چکی تھیں۔

تحریم ربا کا اطلاق

اس سورۂ کریمہ اور خاص کر تحریم ربا یا یہود کے سود کھانے کی عادت بد سے متعلق آیت کریمہ کا تعلق زمانہ نزول سے بالکل نہیں ہے کیونکہ وہ شریعتِ موسوی میں حرمت سود کا اعلان کرتی ہے۔ اور اس کا اصل زمانۂ نزول تورات کے احکام کا زمانہ ہے اور تحریم سود کا اطلاق بھی اسی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ سود سے یہود کو منع کیا گیا تھا پھر بھی وہ ظلم وزیادتی، حیلے بہانے اور نافرمانی سے کھاتے ہی رہے اور اس حرام کھانے پر ان کے لیے عذاب الیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ تو یہود اور ان کے احبار و علماء کا معاملہ ہے۔

اس آیتِ تحریم ربا کا اہل ایمان/ پیروان شریعت محمدی سے کیا تعلق ہے۔ اس کی چند جہات ہو سکتی ہیں:

- اول صرف یہود کی خواری و ذلت اور بدکاری و بداعمالی کا ذکر مقصود ہے جو قرآن کی حکمت تذکیر کے خلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- دوم ان کے طرز بد سے بچنے کی ہدایت اہل ایمان اور پیروانِ محمد ﷺ کو دی جارہی ہے کہ وہ تذکیر کی قسم سے ہے۔

- سوم شریعت موسوی کی طرح شریعت محمدی میں بھی سود کی ابدی حرمت کا بطرز احسن ذکر کیا جارہا ہے۔

- چہارم شریعت موسوی میں جو چیز اصلاً حرام تھی وہ شریعت محمدی میں بھی اصلاً حرام ہے۔

- پنجم احکام شریعت و دینِ اسلام کی مماثلت و مشابہت کی وہ ایک دلیل ہے کہ تحریم ربا مستقل ہے۔

ان تمام مذکورہ بالا جہات اور ان کے علاوہ دوسری جہاتِ ممکنہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ربا (سود) اسلامی شریعتوں میں مسلسل و مستقل حرام رہا اور اس کی حلت کسی زمانے میں نہیں سمجھی گئی۔

مدنی احادیثِ نبوی میں تحریم ربا

مدنی احادیثِ نبوی میں سود/ ربا کھانے کی ممانعت کو بالعموم مدنی آیاتِ کریمہ کے ساتھ ارتباط دے کر بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری (محمد بن اسماعیل جعفی ۱۹۴/ ۸۱۰- ۲۵۶/ ۸۷۰) نے اپنی جامع صحیح کی متعدد کتب اور ان کے مختلف ابواب میں ان احادیث کا تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کتاب البیوع کے ابواب الربا کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

''- باب قول اللہ عز وجل: يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً (آل عمران: ۱۳۰)'' کے تحت صرف ایک حدیث: ۲۰۸۳ ہے جس کا متن ہے:

''... عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال : ليأتين على الناس زمان لايبالي المرء بما اخذ المال، أمن الحلال أم من حرام'' ۔ اس میں ربا کا ذکر و حوالہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر امام موصوف نے اس کو تحریم ربوا کے باب میں رکھا ہے۔ ترجمۃ الباب اور حدیث کی توجیہ و تفسیر میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ غالباً امام موصوف نے ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جسے امام نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی دوسری وجہ سے روایت کیا ہے اور جس میں متن ہے: ''یاتی علی الناس زمان یاکلون الربا، فمن لم یاکله اصابه من غباره''۔ باقی بحث حافظ، جاہلی دور کے ربا کے بارے میں ہے جس کا اوپر ذکر آچکا۔ بہر حال اس حدیث نبوی کا اطلاق تحریم ربا پر تو ہوتا ہے لیکن اس کا تعلق مدنی دور نبوی سے نہیں بلکہ امت مسلمہ کے بعد کے زمانہ بدحالی سے ہے۔

''-باب اکل الربا وشاهده وکاتبه'' قول الله تعالیٰ: الذین یاکلون الربوا الخ (البقرہ:۲۷۵)'' اس باب کے تحت دو احادیث بخاری ہیں:

''۲۰۸۴:... عن عائشة رضی الله عنها قالت: لما نزلت آخر البقرة قرأهن النبی ﷺ فی المسجد ثم حرم التجارة فی الخمر''۔

''۲۰۸۵:... عن سمرة بن جندبؓ جس میں ارض مقدسہ کے سفر کے دوران کا اور اس کے خواب کا ذکر ہے۔ وہ اصلاً کلی حدیث ہے اس لیے اس کا ذکر اوپر آچکا اگرچہ اس کی روایت و ترسیل صحابی مدنی دور کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح و تفسیر میں البتہ بعض دوسری مدنی احادیث کا ذکر کیا ہے:

- طبری کی حدیث کہ اس میں خصوصیت کے ساتھ ربا/سود کھانے والے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ان لوگوں کی تمام روزی روٹی (طعمتهم) سود پر مبنی تھی۔ یہ آیت کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں ہے۔

- حدیث بخاری: ۲۰۸۴ جس میں شراب کی تحریم کا اعلانِ نبوی بیان کیا گیا جو ان آیات کے نزول کے بعد مسجد نبوی میں تلاوت کے بعد کیا گیا۔ حافظ موصوف نے یہاں بحث کرنے کے بجائے اواخر البیوع میں اس پر کلام کیا ہے۔ سلسلۂ کلام کی نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا خلاصہ یہیں بیان کیا جاتا ہے

''-باب بیع المیتة والاصنام'' کی حدیث بخاری:۲۲۳۶ میں ہے:''... عن جابر بن عبداللہؓ انه سمع رسول الله ﷺ یقول وهو بمکة عام الفتح : ''ان الله ورسوله حرّم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام ...'' اس کے دو اطراف ہیں:۴۲۹۶،۴۶۳۳۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح میں متعدد دوسری احادیث کا ذکر ان کے جامعین و کتب کے حوالے سے کیا ہے ان کی بحث کا زیادہ زور دوسری حرام اشیاء کی تحریم پر ہے۔ شراب کی تجارت کی حرمت کا ذکر سرسری ہے اور اس سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس کی تحریم کا زمانہ نہیں بیان کیا گیا۔ یہی حال باب تحریم التجارة فی الخمر کی حدیث:۲۲۲۶ کی تشریح میں ہے۔

شراب کی تحریم کا زمانہ اکثر محدثین ومفسرین اور سیرت نگاروں نے ۳ھ/۴ھ کا مقرر کیا ہے۔ شبلی/سید سلیمان ندوی نے پوری بحث کے بعد نتیجہ نکالا ہے کہ ''حقیقت میں شراب ہجرت کے تیسرے یا چوتھے سال حرام ہو چکی تھی ۳۲ ''شراب کی حرمت کا واقعہ جنگ احد سے بالکل متصل تھا''۔

واقعہ یہ ہے کہ شراب بھی اصلاً حرام ہے اور اسلامی شریعتوں میں حرام رہی۔ اسی طرح مردار، خنزیر اور اصنام وغیرہ کی حرمت کا زمانہ بھی ماقبل شرائع اسلامی کا ہے۔ مکی دور بعثت میں ان کے حرام ہونے کے اعلان کا ذکر نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر کے خطبہ میں ہے۔

''-باب موکل الربا: لقول اللہ عزوجل: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰا الخ (البقرہ:۲۷۸) اس کی حدیث:۲۰۸۶ اور اس کے مختلف اطراف کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

''۲۶-باب یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰا وَیُرْبِی الصَّدَقٰاتِ الخ (البقرہ:۲۷۶) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت حدیث: ۲۰۸۷ ہے: ''ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلف منفقة للسلعة ، ممحقة للبركة'' ۔شرح میں بیش تر اخروی معاملہ کا ذکر ہے۔۳۳

ربا الفضل/ ربا النسیئۃ سے متعلق احادیث

بقیہ مدنی احادیث نبوی کا تعلق ان دونوں اقسام ربا سے ہے وہ بخاری اور دیگر کتب حدیث کے متعدد ابواب میں مذکور ہیں اور ان کا مختصر تجزیہ بھی طولانی ہے۔ لہٰذا ان سے متعلق اہم ترین نکات کا ذکر کیا جاتا ہے:

- عربوں میں معروف ومروج ربا سودی قرض تھا۔
- خرید وفروخت کے معاملات میں جن میں ایک جنس کی دوسری جنس سے تبادلہ میں کمی بیشی کی صورتیں رائج تھیں ان کو جائز رکھا گیا۔
- البتہ رسول اکرم ﷺ نے ایک ہی جنس کی چیزوں میں اضافہ/کمی بیشی کے تبادلہ کی صورت کو ربا قرار دے کر حرام کہا۔ جیسے سونے کے بدلے سونا، چاندی کے عوض چاندی، گیہوں کے بدلے گیہوں وغیرہ کا تبادلہ برابر سرابر ہو تو جائز، کم وبیش ہو تو حرام و ربا، اسی طرح دوسری شرط یہ تھی کہ وہ تبادلہ نقد (یداً بید) ہو، ادھار نہ ہو، ادھار ہونے کی صورت میں وہ بھی ربا بن جائے گا جسے ''ربا النسیہ'' کہا گیا۔
- عربوں کے نزدیک ربا الفضل ربا/سود تھا ہی نہیں۔ شریعتِ اسلامی نے اسے ربا/سود قرار دے کر حرام کیا حضرت شاہؒ کے حوالے سے اس کی تعریف اور حدیث نبوی کا ذکر آچکا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ،۲/۱۰۶-۱۰۷) بخاری کی کتاب البیوع کے ابواب ہیں: ''۷۴-باب بيع التمر بالتمر ،۷۵-باب بيع الزبيب بالزبيب و الطعام بالطعام (احادیث: ۲۱۷۱-۲۱۷۳ مع اطراف)،۷۶-باب بيع الشعير بالشعير (حدیث: ۲۱۷۴) ۷۷-باب بيع الذهب بالذهب (۲۱۷۵ مع طرف: ۲۱۸۲)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۸-باب بیع الفضة بالفضة (۲۱۷۶ مع اطراف: ۲۱۷۷، ۲۱۷۸)، ۷۹-باب بیع الدینار بالدینار نساءً (۲۱۷۸، ۲۱۷۹)، ۸۰-باب بیع الورق بالذهب نسئیة (حدیث: ۲۱۸۰، ۲۱۸۱) باب العرف بھی ہے اور متعدد دوسرے ابواب۔

- بحث حافظ میں حدیثِ مسلم کا ذکر بہت اہم ہے: "فاذا اختلفت الاصناف فبیعوا کیف شئتم"۔ (فتح الباری، ۴/۴۷۶-۴۸۴ و مابعد۔

تحریم ربا الفضل/ النسیئۃ کا زمانہ

متعدد احادیثِ نبوی کی شرح وتعبیر میں یہ حقیقت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ عہدِ نبوی ہی میں نہیں بلکہ خلافتِ راشدہ کے دور متاخر میں بعض صحابہ کرام کو اشیاء ہم جنس کے باہمی تبادلے کے بارے میں واقفیت نہیں تھی اور وہ "ربا الفضل" اور اس سے زیادہ "ربا النسیہ" کے بارے میں پریشاں خیال تھے تا آنکہ حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے واقف کار صحابہ نے ان کو توجہ دلائی۔ بہر حال انھوں نے فرمانِ نبوی سن کر اس پر پورا پورا عمل کیا۔ اس سلسلہ میں عظیم صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور حضرات عبداللہ بن عمر/ عبیداللہ بن عمر کا نام لیا جاتا ہے۔ اس باب میں محدثین نے صراحت کردی ہے کہ ان صحابہ کرام کو اس خاص ربا الفضل/ ربا النسیئۃ کے بارے میں صحیح علم نہیں تھا۔

اصل سوال یہ ہے کہ ربا الفضل/ ربا النسیۃ کی تحریم کا زمانہ کیا ہے؟ اس کے دو جوابات ملتے ہیں:

- ایک یہ کہ رسولِ اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس قسم کے خرید و فروخت کے معاملوں سے واقف ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کو فوراً ممنوع قرار دیا۔ یعنی ان کی تحریم کا زمانہ ان معاملات کی واقفیت کا زمانہ ہے۔

- دوسرا یہ کہ اصنافِ بیع وشراء (خرید وفروخت/ تجارت) کے مختلف معاملات مختلف اوقات میں رسولِ اکرم ﷺ کے علم میں لائے گئے اور آپ ﷺ نے ان میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایک کے بارے میں اسی وقت فیصلہ کیا اس طرح ربا الفضل/ ربا النسیۃ کے علاوہ بیوع کی دوسری ممنوعہ اقسام جیسے منابذہ، ملامسۃ وغیرہ کی تحریم کا وقت و زمانہ مختلف رہا۔

- بہر حال ان تمام احکام ربا الفضل والنسیئۃ میں یہ واضح وقطعی طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کلی واصولی تحریم یا صفتی و جزوی حرمت کا زمانہ ہجرت نبوی کے معاً بعد کا زمانہ ہے اور بعض میں وہ غزوۂ خیبر تک کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ربا الفضل وغیرہ کی تحریم کا زمانہ وفات نبوی سے بہت پہلے کا بہر حال ہے۔ اصولی تحریم تو کافی پہلے کی ہے، البتہ بعض اصناف ربا الفضل (الصرف) وغیرہ کی تحریم کا زمانہ متاخر ہوسکتا ہے اور ہوا بھی تھا۔

سودی قرض کے بعض واقعاتِ سیرت

عہد جاہلی میں عرب قبیلوں کے باہمی روابط میں سودی لین دین کا ذکر آچکا ہے۔ یثرب/ مدینہ میں ہجرت نبوی سے قبل بلکہ صدیوں سے یہودی قبیلوں اور عرب قبیلوں کے درمیان گونا گوں روابط تھے۔ ان میں خاص سودی قرض، لین دین اور تجارتی سود کے معاملات خاص تھے۔ یہودی قبیلے اور ان کے بہت سے افراد وطبقات بہت دولت مند تھے اور تورات کے احکام تحریم کے باوجود سودی قرض دیتے تھے اور ان سے انصار- اوس وخزرج- کے کاشت کار، تاجر اور عام افراد اپنی ضرورت کے لیے سود پر قرض لیتے تھے، کیونکہ وہ بالعموم مفلس و بے مال تھے۔ اس کا امکان بہر حال ہے کہ بعض عرب قبیلوں کے دولت مند افراد وطبقات بھی سود پر قرض ضرورت مندوں کو دیتے تھے۔ یہودی سود خوری کی ایک قبیح ترین صورت یہ تھی کہ وہ عرب مقروضوں/ قرض داروں سے ان کے بیوی بچے تک رہن رکھوا لیتے تھے اور دوسری اس سے کم قبیح صورت یہ تھی کہ وہ عرب قرض داروں کے اسلحے بطور رہن وضمانت رکھواتے تھے۔ بقول شاہ ولی اللہ الدہلوی عرب قرض دار سود کے چند در چند، مرکب جال میں پھنستے چلے جاتے تھے لہٰذا وہ یہود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاجنوں کا قرض ادا نہ کر پاتے اور ان کے بیوی بچے غلام و کنیز بنائے جاتے تھے اور بسا اوقات ان کا دین تبدیل کر کے ان کو یہودی بھی بنا لیا جاتا تھا۔ متعدد عرب قبیلوں خاص کر چھوٹے قبیلوں کی یہودیت یا مذہبی تبدیلی اسی سودی لعنت کی وجہ سے ہوئی تھی اسلحہ اور ہتھیار کے گروی رکھنے سے بھی یہودی مہاجن فائدہ اٹھاتے تھے اور اوس وخزرج کی باہمی جنگوں میں ان کو مزید سود پر ان کے حوالے کرتے اور اپنا سود بڑھاتے چلے جاتے۔ عرب مقروض افراد وطبقات ان کو کبھی چھٹکارا نہ پاتے۔[۳۴]

ہجرتِ نبوی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے انصاری اہلِ ایمان کو اپنے بیوی بچوں کو بطور رہن رکھنے کی ممانعت کر دی تھی مگر ہتھیاروں کا معاملہ جاری رہا۔ کعب بن اشرف یہودی نے اپنے عزیز عرب رشتہ داروں سے ان دونوں میں سے پہلے اول کا مطالبہ کیا تھا بعد میں وہ ہتھیاروں (حلقہ) کو رہن رکھنے پر راضی ہو گیا تھا۔ بہر حال سود قرض کی رقم پر لیا جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب کاشت کاروں خاص کر باغاتِ نخیل کے ضرورت مند انصاری مالکوں نے یہودی مہاجنوں سے سود پر قرض لیا تھا اور فصل آنے پر ان کا قرض معہ سود ادا کیا تھا۔ یہ صرف اکا دکا واقعات نہ تھے بلکہ مستقل سودی چکر تھا جو چلتا رہتا تھا۔[۳۵]

حضرت جابر بن عبداللہ کے سودی قرض یہود کا واقعہ کتب سیرت وحدیث میں مذکور ہے۔ اصلاً وہ ان کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام کا قرضہ تھا جو ان کو ترکہ میں ملا تھا اور جس کو ادا کرنے کی وصیت والد ماجد نے کی تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے رہن وضمانت کی بنیاد پر بسا اوقات اجتماعی ضرورت کے لیے یہودی مہاجنوں سے قرض لیا تھا اور وفات کے وقت بھی حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مطابق ان کی ایک زرہ (درع) ایک یہودی مہاجن کے پاس گروی پڑی تھی جس کے عوض انھوں نے اس سے تیس صاع جو ادھار لیے تھے۔ مگر انھوں نے کبھی یہود کو سود نہیں ادا کیا اور نہ ان سے سود پر قرض لیا۔ ضمانت ورہن پر ضرور لیا تھا۔[۳۶]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے زیادہ اہم واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے موقعہ پڑنے پر یہودی مہاجنوں کا قرض تو مسلمان مقروضوں سے ادا کروایا تھا یعنی ان کا راس المال دینے کا حکم دیا تھا مگر سود ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ اس کی دو مثالیں کم از کم غزوۂ بنوقینقاع اور غزوۂ بنی النضیر کے بعد ان دونوں یہودی قبیلوں کی مدینہ سے جلاوطنی کے وقت ملتی ہیں۔ اول الذکر کے بارے میں مضمر طور سے ذکر ہے اور موخر الذکر کے بارے میں واضح طور سے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی خود سپردگی کے بعد رسول اکرم ﷺ نے بنوالنضیر کو تین دنوں کی مہلت دی کہ وہ عربوں پر واجب اپنے قرضے وصول کر سکتے ہیں اور عرب مقروضوں کو حکم دیا کہ ان کے اصل مال ادا کر دیں مگر سود نہ ادا کریں۔ عام طور سے اہل سیر اس کا ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ روایت امام واقدی کی ہے۔ بعض اہل قلم نے اس کو سیاسی دباؤ کا نتیجہ قرار دیا ہے جو صحیح نہیں، سود نہ ادا کرنے کا حکم دینی لحاظ سے تھا۔ ۳۷

رسول اکرم ﷺ نے روز اول سے اسلام قبول کرنے والوں کے لیے ضروری شرط قرار دی تھی کہ وہ کسی حال میں سودی کاروبار نہیں کریں گے۔ اس کی نمائندہ مثال ہے کہ سنہ ۹/ ۶۳۰ میں ثقیف کے وفد نے اسلام قبول کیا تو یہ رعایت چاہی کہ ان کو سودی کاروبار جاری رکھنے کی اجازت دی جائے مگر آپ ﷺ نے اسے بالکل مسترد کر کے سود کے لین دین سے روک دیا۔

- اگرچہ اس کا ذکر اوپر کسی اور حوالے سے آچکا ہے تاہم اس سلسلۂ کلام میں اس کا دوبارہ حوالہ دینا ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سنہ ۹/ ۶۳۱ میں وفدِ نجران سے جو صلح کا معاہدہ کیا تھا اس میں نجران کے عیسائیوں کو سود لینے سے منع کر دیا تھا اور سود کھانے کی سزا میں معاہدہ کی منسوخی خود بخود عمل میں آجاتی۔ اس سے دو اہم اصول نکلتے ہیں: ایک یہ کہ جن کی شریعت میں سود حرام تھا ان ذمیوں/ اہل کتاب پر ان کی کتاب کے احکام کا اطلاق کیا تھا جس طرح یہود مدینہ پر سود کے سلسلہ میں بھی اور رجم کے سلسلہ میں بھی احکام تورات کا اطلاق کیا تھا۔ دوسرے سود خوری کو امن و امان کے خلاف اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاہدے کے منافی قرار دیا تھا۔ یہ دونوں اقدامات نبوی دراصل سیاسی سے زیادہ دینی اور شرعی تھے۔

مختصر تنقیدی تجزیہ

ربا اپنی اصل میں حرام ہے جس طرح بعض دوسری چیزیں جیسے شراب، زنا، مردہ گوشت، خون، خنزیر وغیرہ حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص مصالح تکوینی اور مفاداتِ انسانی کی بنا پر ان کو روزِ اول سے حرام قرار دیا ہے اس کی حکمتوں، رازوں اور اسرار سے پردہ ہٹانے والوں میں حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے۔ سود/ ربا کی حرمت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں مال و دولت کی حرصِ شدید پیدا کر دیتا ہے جو اس کے اوصافِ حمیدہ کو کھا جاتا ہے اور اس میں رذائلِ شدیدہ بھر دیتا ہے۔ ان میں سے ایک ذاتی نقص یہ ہے کہ وہ نامردی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جو طاعتِ الٰہی سے بغاوت پر اکساتی ہے اور جہاد و قتال سے، جو عظیم ترین طاعات میں ہیں، فرار سکھاتی ہے۔ انسانی اجتماعی زندگی اور معاشرت و معاشرتی عدل کی خلاف ورزی سود اور ربا کی سرشت میں داخل ہے۔ جب کہ اسلام- دین و شریعت- دونوں میں انسان کو اس کے اپنے تزکیۂ نفس کے علاوہ سماجی انصاف کی طرف بلاتا ہے۔ ربا خور افراد، طبقات اور اقوام کی ذاتی اور سماجی زندگی کے بڑے بھیانک واقعات تاریخِ انسانی میں ملتے ہیں۔[۳۸]

اپنی اصل میں حرمت و شناعت کے سبب سود و ربا کی تمام اصناف اسلامی شرائع میں ہمیشہ حرام رہیں۔ دینِ ابراہیم، شریعتِ موسوی، مذہبِ عیسوی میں ان کی تحریم کی شہادتیں ان کی آسمانی کتابوں میں درج چلی آتی ہیں۔ تمام شرائع اسلامی کے خاتم اور مکمل شریعتِ محمدی نے اسی اسلامی تسلسل میں سود و ربا کی ہر قسم کو ہمیشہ حرام کہا۔ عرب جاہلی نے سود و ربا خوری کا ارتکاب ضرور کیا تھا لیکن وہ اس کی شناعت و حرمت سے بے خبر و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناواقف نہ تھے۔ ان کے بہت سے صالح افراد وطبقات نے تمام تر دولت مندی، ثروت اور مالی کاروبار کے باوجود کبھی سودی کاروبار نہیں کیا۔ ان میں رسولِ اکرم ﷺ، زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے متعدد افراد قریش کا ذکر آتا ہے۔ ایسے صالح افراد واحناف مکہ مکرمہ کے علاوہ طائف، مدینہ، یمن وغیرہ کے مختلف مقامات پر تھے اور دوسرے قبائل میں بھی تھے ان کے برعکس بہت سے دولت مند افراد و طبقات نے سود پر قرضے دیے اور سودی تجارتی کاروبار بھی کیا جن میں قریش وثقیف اور اوس وخزرج اور یہود ونصاریٰ کے لوگ بالعموم شامل تھے۔ وہ سود پر قرض دیتے، مدت پوری ہوجانے پر قرض دار ادا نہ کر پاتا تو مدت میں اضافہ کردیتے اور سود کی رقم کو اصل مال میں شامل کرکے اسے سود مفرد سے سود مرکب بناتے چلے جاتے، بالعموم چھوٹے تجار وکاروباری اور غریب کاشت کار وکسان اور مفلس ونادار افراد وطبقات سودی چکر سے کبھی نہ نکل پاتے۔[۳۹]

بعثت نبوی محمد سے قبل عرب جاہلیت کے زمانے میں ربا کی حرمت کے یہی تین بڑے شواہد تھے۔ ۶۱۰ھ میں اپنی نبوت کے اولین روز سے رسولِ اکرم ﷺ نے سود و ربا کی حرمت سے اہل ایمان کو واقف کرادیا۔ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ان معاملات میں، جن میں آپ ﷺ کو واضح ہدایات نہیں دی جاتی تھیں، اہلِ کتاب کی موافقت فرماتے تھے۔ متعدد معاملات جواز وتحریم میں آپ ﷺ نے اول روز سے یہ طریق نبوت اپنایا تھا اس کی منطقی دلیل یہ بھی تھی کہ پیشرو اسلامی شرائع میں سے جس کسی کی تنسیخ ثابت وواجب نہ ہوجائے رسولِ اکرم ﷺ اور اہل ایمان کے لیے ان کی پابندی ضروری تھی کہ وہ بہرحال اسی طرح وحی وکتاب الٰہی کے احکام تھے جس طرح رسولِ اکرم ﷺ کو حدیث وقرآن کی حسین وجمیل اور خاتم وکامل صورتوں میں احکام عطا ہوتے تھے۔[۴۰]

www.KitaboSunnat.com

مکی دورِ بعثت ونبوت میں اس اسلامی پس منظر کے ساتھ سورۂ روم – ۳۹ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کریمہ اتری، اس نے ربا اور زکوۃ کا موازنہ کر کے اول کو حرام اور موخر الذکر کو فرض قرار دے دیا۔ وہ صرف ربا کی مذمت نہ تھی جیسا کہ بعض اہل علم نے سمجھا ہے، اور وہ مذمت بھی تھی تو وہ اس کی حرمت کی بنا پر تھی جو اس کی اصل تھی۔ وحی حدیث نے بالخصوص اسراء و معراج کے دوران مشاہدات نبوی نے ربا/ سود کی حرمت پوری طرح واضح کر دی۔ یہ حقیقت یاد رکھنے کی ہے کہ مشاہدات معراج میں جن چیزوں کی شناعت اور ان کے مرتکبوں کی تمثیلی سزائیں آپ ﷺ کو دکھائی گئی تھیں وہ سب کی سب حرام ہیں۔ اور ان میں سے بیش تر کی حرمت واضح طور سے مکی سورتوں کی مختلف آیات کریمہ اور مکی احادیث شریفہ میں بیان کی گئی ہے۔ ان میں ربا/ سود کی حرمت بہت واضح ہے۔[۱۳]

مدنی دورِ نبوت میں نازل ہونے والی آیات کریمہ اور احادیثِ نبویہ کا وقتِ تنزیل مختلف ضرور ہے۔ سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کی آیات بابت حرمتِ ربا اولین مکی دور کے تسلسل میں اولین مدنی دور میں اتریں۔ ان کے بارے میں شان و سبب نزول کی بعض روایات یا آثار صحابہ میں سے اقوال حضرات عمر فاروق و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصود یہ نہیں ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مستعار کے اواخر میں نازل ہوئی تھیں اور احکام کی آخری آیات تھیں محدثین میں سے محققین نے اس کی توجیہ کر دی ہے کہ وہ ان سورتوں کی خاص کر سورۂ بقرہ کی آیات تحریم ربا اس کے اواخر میں اتری تھیں، نہ کہ بالکل آخری زمانہ نبوی میں۔ ان کی مزید تشریح و تفصیل کی جا سکتی ہے جس کی یہاں ضرورت نہیں پھر عہدِ نبوی کے واقعات اور ربا الفضل اور ربا الدین کے معاملات میں رسولِ اکرم ﷺ کے ارشادات و فتاویٰ اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تمام ''مسؤلہ معاملات'' میں ان کی تحریم کا فیصلہ سنا دیا تھا اور آپ ﷺ کے یہ تمام فیصلے ہجرت مدینہ کے معا بعد سے آپ ﷺ کے علم و آگاہی سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ربا الفضل/ ربا النسیۃ کے بعد معاملات تو عہد نبوی کے بعد خلافتِ راشدہ کے دوران بھی بعض اکابر کے علم میں نہ آ سکے یا ان کے بارے میں شبہات و شکوک رہے تو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علم و آگہی یا کارکردگی کا مطلب ربا الفضل کی عدم تحریم تو نہیں ہو سکتی۔[۴۲]

مختلف آیاتِ تحریم ربا کے مختلف اوقات میں نزول، ان کے اسباب و شان نزول کی روایات و آثار اور سود و ربا کی عرب معاشرے میں بلکہ ان کے مالی کاروبار میں زندگی بن کر دوڑنے اور ان کے ضمیر میں گھر کر جانے کی بنا پر عام اہل علم نے ربا کی تحریم کے ادوار مقرر کر لیے کہ جس طرح شراب عربوں کی زندگی میں عادت و فطرت بن گئی تھی اسی طرح سود بھی ان کی اجتماعی مالی زندگی میں فطرت ثانیہ بن گیا تھا لہٰذا اسے چھڑانے کے لیے خاص حکیمانہ طریق پر تدریج کا اصول تحریم اختیار کیا: پہلے سود در سود/مرکب سود کی تحریم ہوئی، پھر کاروباری، تجارتی سود کی اور آخر کار سود کی کلی تحریم ہو گئی۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے خطبات میں اور حجۃ الوداع کے خطبات میں اس کا آخری اعلان کیا۔ تدریجی یا مرحلہ وار تحریم سود کا نظریہ اپنانے والوں کو ان آیات کریمہ اور ارشادات نبویہ سے جو غلط فہمی ہوئی سو ہوئی، ان کی اصل غلطی یہ رہی کہ انھوں نے ربا کی اصلی و ازلی و ابدی تحریم کا اسلامی فلسفہ نہیں سمجھا اور سابق سماوی شرائع اسلام میں ربا کی کلی تحریم کی حقیقت نہ جانی۔ اسی لیے انہوں نے ربا کی حلت مفروضہ کا خیال بھی پیدا کر لیا۔ شراب خوری اور سود خوری دونوں کے بارے میں ان اہل علم و فن کا طریق یہی ہے کہ وہ دونوں کو خاص زمانے میں حلال سمجھتے رہے اور رفتہ رفتہ ان کے حرام ہونے کے نظریہ کو پیش کرنے والے بن گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شراب اور سود/ربا دونوں کبھی حلال نہیں رہے ہمیشہ حرام ہی رہے، احادیث شریفہ میں ان دونوں کی تحریم خاص کر شراب کی تحریم کے پس منظر میں ربا و سود کی تحریم کے مسائل و معاملات بہت دلچسپ اور اہم اور معنی خیز ہیں۔ ان دونوں کا موازنہ بھی ان کی حرمت کا پیمانہ ہے۔[۴۳]

قرآن و حدیث میں بار بار مختلف اوقات میں تحریم و وجوب دونوں کا ذکر تصریف آیات کی حکمت سے متعلق ہے۔ اس سے یہ قطعی مراد نہیں ہوتا کہ فلاں حکم اس آیت میں واجب اور اس آیت میں حرام قرار دیا جا رہا ہے۔ احکام وجوب و تحریم دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تصریف کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ابھی تک جن کمزور لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے وہ اس پر عمل کرنے لگیں اور دوسروں کو اس سے عبرت و موعظت بھی ہو۔ خاص احکامِ تحریم کی شناعت بھی دکھائی مقصود ہوتی ہے۔ اسی طرح مدنی آیات میں احکام کے اولین ذکر کا مطلب بھی بہرحال میں یہ نہیں ہوتا کہ وہ اسی وقت حرام یا واجب کی جارہی ہے۔ احکامِ وجوب میں وضو و غسل اور طہارت کے احکام مدنی آیاتِ کریمہ میں پہلی بار آئے ہیں لیکن ان کا ذکر ہی پہلی بار ہوا ہے ان کا اطلاق و نفاذ مکی دور میں اولین روز سے تھا بلکہ ان میں سے متعدد دینِ ابراہیمی کے بقیہ بقیہ اور خصائل انبیاء کی برکات تھیں جن سے جاہلی عرب تک متمتع ہوتے تھے اور نہ صرف متمتع ہوتے بلکہ ان کو سنن موکدہ سمجھ کر ان کی پابندی کرتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے ایک خاص فصل میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور اس کی تصدیق آیات و احادیث سے ہوتی ہے۔ (حنفیت پر مذکورہ بالا مقالات کے علاوہ تنزیل کے اسرار پر حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی بحث حجۃ اللہ البالغہ کے مختلف ابواب میں ملاحظہ ہو۔)

خاص تحریم ربا کے معاملہ میں اہلِ ایمان کے لیے شرائعِ اسلام کے علاوہ اسوہ نبوی کامل رہنما بنا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کے ارشاداتِ مذکورہ اور ہدایات غیر مذکورہ سے انھوں نے ربا و سود کو ہمیشہ حرام سمجھ کر اجتناب کیا۔ سورۂ روم کی مکی آیت کریمہ اور اسراء و معراج کی حدیث اور دوسری احادیث سے سود و ربا سے ان کا گریز قطعی ہوگیا۔ بقول شخصے مومنین صادقین کے لیے ممکن ہی نہ تھا کہ قرآن و رسول ﷺ جس چیز کی مذمت و حرمت بیان کریں وہ اس پر ذرا دیر کے لیے بھی قائم و عامل رہیں۔ شراب جیسی فطرتِ ثانیہ بن جانے والی چیز کو صالح افراد نے عہد جاہلی میں منہ نہیں لگایا تھا اور مکی دور میں رسولِ اکرم ﷺ کے اسوہ اور ہدایت نے ان سے یہ عادت یکلخت چھڑا دی تھی۔ سود کا معاملہ تو اس سے ہلکا تھا۔ ان کے قبائلی فضائل اخلاق میں جودت و سخاوت، سماحت و عدالت اور فیاضی و بندہ پروری نے ان کو اس برے کام پر آمادہ ہی نہیں کیا تھا اور جو اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرتِ صالحہ دبا کر اس کے مرتکب ہو گئے تھے انھوں نے پہلے مرحلہ میں توبہ کر لی۔[۴۴]

راقم الحروف کا تجزیہ یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی میں تحریم ربا کا معاملہ نہیں ہے کہ تحریم اس کی ابدی اور معروف و مشہور تھی۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ربا کی حرمت کو بتدریج نافذ کیا گیا جس طرح شراب خوری کی اصل اور ابدی تحریم کا نفاذ بتدریج و مرحلہ وار مصالح سے کیا گیا تھا جن کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث میں ملتا ہے۔ سود و ربا پر مبنی کاروبار شراب کی طرح بہر حال فطرت انسانی میں اتنا پیوست نہ تھا اور اس کے یک قلم ترک کر دینے کے حکم پر عمل کیا جا سکتا تھا اور کیا بھی گیا تھا۔ اس تحریم ربا کے نفاذ کے کئی زمانی مراحل تھے:

- عہدِ جاہلی میں دینِ ابراہیمی کے صحیح پیروکار اور صالح نفوس سودی لین دین نہیں کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ہی ان یہودی افراد و طبقات کو شامل کیا جا سکتا ہے اور نصاریٰ کو بھی جو اپنی الہامی کتابوں پر عمل کرتے تھے۔

- مکی دورِ بعثت میں رسولِ اکرم ﷺ اور متعدد اہلِ ثروت اور دولت مند صحابہ کرام نے سود سے ہمیشہ اجتناب کیا۔ سابقینِ اولین میں اکثریت متوسط مال داروں اور تاجروں کی تھی وہ سودی کاروبار کی پوزیشن میں نہ تھے۔ البتہ اس دور میں بھی آپ ﷺ نے دینی لحاظ سے حرمتِ ربا کے سبب اہلِ ایمان کو سودی کاروبار سے روکا تھا۔

- اسلام لانے کے بعد جو مسلمان سودی کاروبار میں عہدِ جاہلی سے ملوث بھی تھے وہ اسوۂ نبوی کے تحت اسے چھوڑ چکے تھے۔ اسلام و ایمان کی ایک شرط حرام سے اجتناب بھی تھا اور حرام سود سے وہ اجتناب کرتے تھے۔

- قبولِ اسلام کے لحاظ سے قبائلِ عرب اور ان کے افراد و طبقات کے زمانے مختلف تھے۔ تحریمِ ربا کی آیات کریمہ اور احادیثِ نبویہ کو اس زمانی اور تاریخی تناظر میں رکھ کر مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسی سے ان کی تعلیم اور اس کے نفاذ کا راز وابستہ ہے۔ مدنی دورِ رسالت میں دینی پابندی اور تکلیفِ شرعی کے ساتھ ریاستی اور قانونی دستور بھی سودی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاروبار پر قدغن کا نافذ کیا تھا۔

- رسول اکرم ﷺ ہر اسلام لانے والے فرد و طبقہ سے ترک ربا کا عہد لیتے تھے اور اس کے سودی کاروبار کو فوراً چھڑا دیتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہودی سودی قرضوں کے جال میں جکڑے اوس اور خزرج کے مسلمانوں کو اولین مرحلے میں سود سے آپ نے بچایا تھا۔ غیر مسلموں کو آپؐ نے بہت سی مذہبی و تمدنی رعایتیں دی تھیں لیکن نجران کے نصاریٰ وغیرہ کو سودی کاروبار سے روک دیا تھا۔ ثقفی مسلمانوں کے ساتھ اہل کتاب کو بھی دینی و شرعی تکالیف کے علاوہ ریاستی حکم اور حکومتی قانونِ ممانعت کی پابندی کرنی پڑی تھی۔

- نبوت و رسالت کے مختلف مراحل میں آپ ﷺ اور قرآن مجید نے سود کی حرمت و شناعت اس کی تحریم بیان کرنے کے لیے نہیں اقدام کیا تھا بلکہ تذکیر کر کے تحریم کی تاکید و تصریف کی تھی۔ مرحلہ وار سود کی تحریم نہیں، اس کا سرکاری نفاذ تھا۔ مختلف مراحل مکی و مدنی میں قرآن و رسولِ اکرم ﷺ کے تحریم ربا کے ارشادات دراصل ان کے اعلان عام اور نفاذ شرعی کے تھے۔

حواشی ومراجع:

۱۔ احمد بن علی بن حجر، ۷۷۳/۱۳۷۲-۸۵۲/۱۴۴۸

۲۔ کتب حدیث کا حوالہ آگے آتا ہے، نیز فضل الرحمٰن تجارتی، سود، علی گڑھ، غیر مورخہ کے مختلف ابواب؛ شاہ ولی اللہ، المسوی/ المصفی، مکتبہ رحیمیہ دہلی ۱۳۴۷ھ، ۲/

۳۔ فتح الباری، ۴/ ۳۹۶

۴۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن، حواشی ....؛ محمد یٰسین مظہر صدیقی، ''فتح الرحمٰن کا تجزیاتی مطالعہ'' تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر- دسمبر ۲۰۰۵ء، ۲۹-۲۰؛ نیز آیات قرآنی جیسے ان الدین عند اللہ الاسلام ھو سماکم المسلمین کے علاوہ اسلام و مسلمین اور سابق انبیائے کرام کے دین و شریعت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں بطور خاص۔

۵ خروج-۲۲:۲۵

۶ احبار-۳۵:۳۶-۳۷

۷ تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۹۵ء، ۱/۸۳۲

۸ ابن اسحاق/ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مرتبہ محمد محی الدین عبدالحمید، دارالفکر قاہرہ ۱۹۳۷ء، ۲/.....: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، اردو ترجمہ مع متن، نثار احمد فاروقی بعنوان الرسالات النبویۃ، نقوش، رسول نمبر، دسمبر ۱۹۸۲ء، ۲/۲۶۲-۲۶۳: "... ولیس ربا ولا دم جاھلیۃ ... کوئی سود نہ ہوگا اور زمانۂ جاہلیت کے کسی خون کا قصاص بھی نہ ہوگا..."

۹ ابوداؤد، سنن، کتاب الخراج والفیٔ والامارۃ، باب فی اخذ الجزیۃ، حدیث: ۳۰۴۱

۱۰ محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴/ ۸۳۹-۳۱۰/۹۲۲)

۱۱ جامع البیان عن تاویل أی القرآن (تفسیر طبری) قاہرہ ۱۹۶۰ء، ۶/۳۱

۱۲ مفصل بحث کے لیے: تجارتی سود، ۶-۱۸ وما بعد بحوالہ تفسیر طبری ورازی وغیرہ

۱۳ اسمٰعیل بن عمر، ۷۰۱/۱۳۰۲-۷۷۴/۱۳۷۳

۱۴ تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، مصطفیٰ عیسی البابی قاہرہ غیر مورخہ ۱/۷۶۶

۱۵ سید سلیمان ندوی کا اضافہ خاص، سیرۃ النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۴ء، ۲/۱۴۷: حواشی ۲ اور ۲: تجارتی سود، ۶-۱۲ وما بعد میں قریش کے حضرت عباس اور بنو مغیرہ کے ایک شخص (ولید بن مغیرہ مخزومی) کے سودی کاروبار کی تفصیل دی گئی ہے؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۲۲-۲۳ وما بعد: رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید سے ثقیف کا سود معاف کرایا تھا۔

۱۷ ابن اسحاق/ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۲۳: "قال ابن اسحاق: فذکر لی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اهل العلم ان هؤلاء الآيات من تحريم ما بقي من الربا بايدی الناس نزلن فی ذلک من طلب خالد و ذلک الربا (۲:۲۷۸: يايها الذين آمنوا اتقوا الله و ذروا مابقی من الربا... الخ"۔

۱۸۔ فضل الرحمٰن، تجارتی سود، ۹-۱۲ و مابعد: تفسیر طبری کا ایک اور اقتباس نقل کیا ہے: كانت بنو عمرو بن عمير بن عوف ياخذون الربا من بنی المغيرة، و كانت بنو المغيرة يربون لهم في الجاهلية فجاء الاسلام ولهم عليهم مال كثير ... "قبیلہ مخزوم کے سردار ولید بن مغیرہ اور ان کا بطن خود بھی بڑے پیمانے پر سودی کاروبار کرتا تھا اور ان کے سودی قرضے لوگوں پر چڑھے تھے۔

۱۹۔ تجارتی سود، ۱۱و مابعد

۲۰۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ سلفیہ لاہور/ رشیدیہ دہلی ۱۳۷۳ھ، ۲/۱۰۶؛ تجارتی سود، ۸ اور اس کے حواشی

۲۱۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار "مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، فرید بک ڈپوئی دہلی ۲۰۰۷ء؛ مآخذ میں امام شاطبی (ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ لخمی مالکی، م۷۹۰/ ۱۳۸۸ء) کی "الموافقات فی اصول الشریعۃ" مطبع رحمانیہ مصر، مرتبہ عبداللہ دراز، ۳/۴۶-۴۷؛ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۱۲۴-۱۲۸: "باب ما كان عليه حال اهل الجاهلية فاصلحه النبیؐ"؛ حافظ ابن کثیر، تفسیر، سورۂ روم وغیرہ۔

۲۲۔ اس سورہ کے نزول کا زمانہ ۶۱۴ یا ۶۱۵ء ہے: ملاحظہ ہو: تفسیر طبری ۲۱-۲۲/ ۲۷ و مابعد؛ ابن کثیر، ۱۱/ ۵۵۵ و مابعد؛ تفسیر رازی، .... ۲۵/۸۰ و مابعد

۲۳۔ تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی ۱۹۸۹ء، ۳/۵۹-۷۶۰؛...مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ۴۵۵-۴۵۷

۲۴۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/ ۴۰۵؛ سہیلی (عبدالرحمٰن بن محمد م ۵۸۱/ ۱۱۸۵) الروض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الانف، بیروت/ قاہرہ، ۳/۳۴۲-۳۴۶: ابن سید الناس (محمد بن محمد م۷۳۴/ ۱۳۳۴)، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، قاہرہ ۱۹۳۷ء، ۱/۱۹۴؛ حلبی (برہان الدین علی م۱۰۴۴/۱۶۳۴)۔ ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون'' (سیرت حلبیہ)، قاہرہ ۱۹۶۴ء، ۳۸۸-۳۸۹۔ اس کی حدیث و واقعۂ معراج کا ذکر بخاری، کتاب الجنائز وغیرہ میں بھی آیا ہے۔ حدیث: ۲۰۸۵ کا سود خور سے متعلق متن اس مقالہ میں آگے آتا ہے جو امام ابن اسحاق کا شاہد ہے۔ اس میں واقعہ و تمثیلِ عذاب مختلف ہے لیکن اس کا مقصود یکساں ہے۔ اس کا ربط بھی سورۂ بقرہ: ۲۷۵ سے بخاری میں ہے۔)

۲۵ سیرت سرور عالم، مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی ۱۹۸۹ء، ۲/۶۵۵،

۲۶ مولانا موصوف نے ان تمام مشاہداتِ نبوی کی تمثیلی حقیقت پر بھی کافی بحث کی ہے جو قابلِ غور و فکر ہے۔

۲۷ ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار، وحی حدیث، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۴ء، مختلف ابواب نیز اسلامی احکام کا ارتقاء

۲۸ عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر قرآن، تفسیر ماجدی، جلد اول، ص: ۴۵

۲۹ تفہیم القرآن، ۱/۴۶

۳۰ تفہیم القرآن، ۱/۲۸۷-۲۸۸

۳۱ تفہیم القرآن، ۱/۳۱۶ و مابعد؛ نیز طبری، ابن اسحاق وغیرہ قدیم مفسرین کے نزول قرآن کے اسباب سے متعلق مباحث۔

۳۲ سیرۃ النبی، ۲/۱۴۶ و ماقبل

۳۳ فتح الباری، ۴/۳۹۵-۳۹۹

۳۴ شبلی، ۱/۳۹۵-۳۹۶ و مابعد؛ واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس، مطبع آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۶۶، میں ایک واقعہ یہ بتاتا ہے کہ وہ کم از کم پچاس فیصد پر سود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے۔ حضرت اسید کو اسی درہم دے کر سال بھر بعد ایک سو بیس وصول کرتے۔

۳۵ بخاری/ فتح الباری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف؛ شبلی، ۱/۳۹۶-۳۹۷ ومابعد بالخصوص ۱/۳۱۲؛ بخاری/ فتح الباری، کتاب الرہن، ۳- باب رہن السلاح، حدیث: ۲۵۱۰: ۵/۶-۱۷۶-۱۷۷

۳۶ بخاری/ فتح الباری، کتاب البیوع، ۳۳-باب شراء الامام الحوائج لنفسه، حدیث: ۲۰۹۶: "...عن عائشة: اشترى رسول الله ﷺ من يهودي طعاما نسيئة، ورهنه درعه؛ ۴/۴۰۴؛ کتاب الرہن، ۲-باب من رهن درعه، حدیث: ۲۵۰۹: عن عائشة: اشترى النبي ﷺ من يهودي طعاما الى اجل ورهنه درعه"۔ ۵/۱۷۵-۱۷۶؛ بحث حافظ میں دوسری احادیث کے حوالے ہیں؛ شبلی/ سلیمان، سیرۃ النبی، ۲/۱۹۲۔

۳۷ واقدی، کتاب المغازی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۶ء، ۱/۳۷۴: حضرت اسید بن حضیر پر ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے ایک سو بیس کا قرض تھا۔

۳۸ شاہ عبدالقادر دہلوی و سید مودودی کے تفسیری حواشی اور بحث مودودی: خود آیات قرآنی میں اس ربا کا ایک نتیجہ ظلم و تعدی، حرص و ہوس، شیطانی فطرت وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ آیات قرآنی ہی میں اپنی اصل میں حرام چیزوں کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

۳۹ دین حنیفی پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ: خاکسار "جاہلی عہد میں حنیفیت، معارف اعظم گڑھ، اکتوبر نومبر ۲۰۰۳ء اور اسی میں ملت حنیفیہ حواشی فتح الرحمٰن میں، معارف اعظم گڑھ، فروری ۲۰۰۴ء۔

۴۰ مفصل بحث کے لیے: "مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء"، کے مختلف ابواب ومباحث۔

۴۱ مذکورہ بالا بالخصوص اسلامی احکام کا ارتقاء کے ابواب ومباحث۔

۴۲ بخاری/ فتح الباری کے کتاب البیوع کے بیشتر ابواب میں یہ فوری زمانہ تحریم کا عنصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایا جاتا ہے، واضح اور مضمر دونوں انداز میں۔ حدیث: ۲۱۹۳ میں پھلوں کے پختہ ہونے کے معاملہ میں، ۲۲۰۱-۲۲۰۲ میں تمر کی بیع میں اور متعدد ممنوع خرید وفروخت کے معاملات میں تحریم فوری ہے۔ حدیث بخاری: ۲۱۷۴ میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت مالک بن اوس کے بیع صرف پر حضرت عمرؓ کی حدیث اسی معنی میں ہے۔

۴۳ شبلی/سلیمان، سیرۃ النبی، ۲/۱۴۲-۱۴۹ اور متعدد دوسرے علماء وسیرت نگاروں نے اسی تدریجی تحریم کے ادوار گنائے ہیں: ۱- چاندی سونے کی ادھار خرید وفروخت کو حرام قرار دیا۔ ۲- پھر دوگنے چوگنے سود لینے کی ممانعت آئی، ۳- اشیاء کا باہم گھٹ بڑھ کر مبادلہ منع فرمایا، ۴- ۷ھ میں اشرفی کے بھاؤ گھٹا بڑھا کر بیچنا سود ہے، ۵- سود کی حرمت کے تفصیلی احکام ۸ھ میں نازل ہوئے۔ ۶- حجۃ الوداع میں تمام سودی معاملات کو کالعدم قرار دیا۔ اس طرح تحریم سود کے چھ سات مراحل قرار دیے گئے ہیں۔

۴۴ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء مختلف ابواب ومباحث بالخصوص تحریم شراب و ربا کے ابواب: حجۃ اللہ البالغہ اور تمعات میں خصال اربعہ پر بحث نیز عربوں کی اصلاح پر مذکورہ بالا فصل۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں افزائش دولت کا تصور۔ایک جائزہ

ابوسفیان اصلاحی، جامعی

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے، چنانچہ وہ انسانوں کی زندگی کے ہر شعبہ سے بحث کرتا اور اس سے متعلق تمام ضروری ہدایات دیتا ہے۔ دولت انسانی معاشرہ کی ناگزیر ضرورت اور فرد و معاشرہ دونوں کے وجود و بقاء کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلاَ تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَاماً (النساء:۵)

اور تم وہ مال جس کو خدا نے تمہارے لیے قیام و بقا کا ذریعہ بنایا ہے، نادان یتیموں کے حوالہ نہ کرو۔

قرآن مجید کی رو سے دولت حاصل کرنا ناپسندیدہ نہیں بلکہ اسے پاکر اترانا، اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور بندوں کے حقوق ادا نہ کرنا ناپسندیدہ ہے اور فی الواقع اسی کی مذمت کی گئی ہے، اسے ذیل کے واقعات سے بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۔ سورہ کہف میں ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوڑ دو دو باغوں سے نواز رکھا جو بڑے شاداب اور ثمر آور تھے، خدا کی بخشی ہوئی اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے بجائے وہ اترانے لگا اور اپنے ساتھی پر فخر جتاتے ہوئے کہنے لگا کہ میں تم سے مالی اور افرادی قوت میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں اور وہ اپنے باغ کو دیکھ کر اس واہمہ میں مبتلا ہو گیا کہ اس کی رفاہیت کبھی ختم نہیں ہو گی۔

دوسرے نے اس سے کہا کہ تم اپنی اس رفاہیت میں اس ذات کی کچھ بھی عمل داری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم نہیں کرتے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کے ایک بوند سے پھر ایک جیتا جاگتا انسان بنا کر کھڑا کر دیا وہی میرا رب ہے اور مجھے جو کچھ بھی حاصل ہے وہ سب اسی کی الطاف وعنایات کا نتیجہ ہے اور اس کی بخشی ہوئی ان نعمتوں میں، میں کسی کی شرکت مطلق طور پر تسلیم نہیں کرتا۔ اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ سب کچھ رب کریم کا فضل اور اسی کا عطیہ ہے اس کے بغیر کسی کو کوئی طاقت وقوت حاصل نہیں۔ رہی یہ بات کہ تم مال و دولت اور افرادی قوت میں بڑھ چڑھ کر ہو تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بہتر باغ عنایت کرے اور تمھارا باغ کسی آسمانی عذاب کا شکار ہو جائے بالآخر ہوا یہی کہ ایک ناگہانی آفت آئی اور پورے باغ کو چٹیل میدان بنا کر چلی گئی اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

۲- قرآن مجید کے مطابق قارون کو اللہ تعالیٰ نے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت اٹھاتی تھی۔ اس پر اسے بڑا ناز تھا۔ قوم کے لوگوں نے اس سے کہا کہ اپنی دولت اور خوش حالی پر اتراؤ نہیں بلکہ اسے آخرت کی فوز و فلاح کا ذریعہ بناؤ اور دنیا میں بندوں کے حقوق ادا کر کے اپنی آخرت بنانے کی فکر کرو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ یہ مال و دولت جو مجھے حاصل ہے عطیۂ خداوندی نہیں بلکہ میرے اپنے علم و ہنر کا نتیجہ ہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔[۱]

مذکورہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ دولت کمانا بجائے خود برا نہیں بلکہ ایک محمود عمل ہے اس لئے قرآن مجید اس کے حصول اور افزائش و تقسیم کے حوالہ سے ایک واضح تصور پیش کرتا ہے، ذیل میں قرآن مجید کے پیش کردہ اسی تصور کا ایک جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

قرآن مجید کی آیات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ افزائش دولت کے بنیادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع دو ہیں:

۱- قدرتی ذرائع، ۲- غیر قدرتی ذرائع

قدرتی ذرائع تین ہیں:

۱۔ حیوانی ذرائع

۲۔ نباتاتی ذرائع

۳۔ جماداتی ذرائع

غیر قدرتی ذرائع وہ ہیں جنھیں انسان اپنی تدبیر سے اختیار کرتا ہے۔ ذیل میں قدرتی ذرائع سے بحث کی جائے گی۔

۱- حیوانی ذرائع

قرآن مجید کی رو سے چوپائے اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے اعلیٰ مظاہر میں سے ہیں۔ انسانی ضروریات بالخصوص غذائی، سواری اور بار برداری کی بڑی حد تک تکمیل کرتے ہیں اور آج سے چودہ سو سال پہلے تو عربوں کا یہی کل سرمایۂ حیات تھے، قرآن مجید اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ. (مؤمن: ۷۹۔۸۰)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے کہ تم بعض سے سواری کے کام لو اور ان میں سے کچھ تمہاری غذا کے کام آتے ہیں اور ان میں تمہاری دوسری منفعتیں بھی ہیں اور اس لئے بھی بنائے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے اپنے دلوں کے کسی مقصد تک پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو۔

اسی بات کو دوسرے انداز سے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ. (مومنون:۲۱۔۲۲)

اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑا درس آموزی کا سامان ہے، ہم ان چیزوں کے اندر جوان کے پیٹوں میں ہیں، تمہیں (خوش ذائقہ دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں دوسرے بھی بہت فوائد ہیں اور ان سے تم اپنی غذا کا سامان بھی حاصل کرتے ہو، اور ان پر اور کشتیوں پر سواری بھی کرتے ہو۔

چوپایوں سے حاصل ہونے والے دودھ کی نعمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (نحل:۶۶)

اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں بھی بڑا سبق ہے، ہم ان کے پیٹوں کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں، پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار۔

چوپایوں کے بار برداری اور بعض دوسری منفعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ. (نحل:۵۔۸)

اور چوپائے بھی اس نے تمہارے لئے پیدا کئے جن کے اندر تمہارے لئے ایک شان بھی ہے جب کہ تم ان کو شام کو گھر واپس لاتے ہو اور جس وقت کہ ان کو چرنے کو چھوڑتے ہو، اور وہ تمہارے بوجھ ایسی جگہوں تک پہنچاتے ہیں جہاں تم شدید مشقت کے بغیر پہنچنے والے نہیں بن سکتے تھے۔

چوپایوں کے اندر غذا، سواری اور بار برداری کے علاوہ جو دیگر منافع ہیں ان میں سے بعض کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ. (نحل:۸۰)

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کا سکون پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھال کے گھر بنائے، جنہیں تم اپنے کوچ اور قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کے اون، ان کی روئیں اور ان کے بالوں سے تمہارے لئے گھریلو سامان اور ایک وقت تک برتنے کی چیزیں بنائیں۔

مذکورہ آیات میں چوپائے کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اس میں اونٹ، گائے، بھینس بکری اور دنبہ سب شامل ہیں، اگرچہ سواری اور بار برداری کے اعتبار سے آج ان کی اہمیت کم ہوگئی ہے تاہم ان کے دودھ، گوشت، بال، کھال اور ہڈی کی اہمیت، ضرورت اور افادیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے حتی کہ ان کے گوبر تک ضائع نہیں جاتے؛ بلکہ کھیت میں کھاد کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ زندگی کا کوئی شعبہ ان کی افادیت سے خالی نہیں، زندگی کی ایسی نفع بخش اور کارآمد چیز کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے دیا ہے تاکہ ہم اپنی معیشت کو فروغ دیں، دولت میں اضافہ کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔

قدرتی وسائل میں قرآن مجید نہایت اہتمام کے ساتھ شہد کا بھی ذکر کرتا ہے جسے شہد کی مکھیاں پھلوں کا رس چوس کر قدرتی طور پر تیار کرتی ہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے امراض کی شفا رکھی ہے، ارشاد ہے:

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو چھتیں اٹھاتے ہیں ان میں چھتے بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوس، پھر اپنے پروردگار کے ہموار راستوں پر چل، اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. (نحل:۶۸۔۶۹)

اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ بیشک اس کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔

بلاشبہ شہد اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت اور نہایت قیمتی شے ہے اور اس کے گوں ناگوں فوائد ہیں اسے فروغ دے کر بہت کچھ منافع حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

قرآن مجید سمندر کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی بعض نوازشات کا ذکر کرتا ہے، جسے انسانی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے، یوں تو سمندر میں بے پناہ وسائل حیات ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جن دو کی طرف توجہ دلائی ہے ان کا انسانی زندگی کی رفاہیت میں بڑا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا . (نحل:۱۴)

اور وہی ہے جس نے سمندر کو تمہاری نفع رسانی میں لگا رکھا ہے تاکہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے وہ زیور نکالو جو تم پہنتے ہو۔

مذکورہ آیت میں جن دو چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو مسخر کر کے ہمارے کھانے کے لئے تر و تازہ گوشت (مچھلی) کا انتظام کر دیا ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا میں سمندر سے مچھلیاں نکال کر مختلف مقاصد کے لئے استعمال کی جاتی ہیں اور یہ ایک اچھی یافت کا ذریعہ ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس میں موتی اور مونگے جیسے قیمتی چیزوں کو پیدا کیا ہے جسے ہم بطور زیور استعمال کر کے اپنی زندگی کو آراستہ اور رنگین و شاداب بناتے ہیں اور اس سے دلچسپی رکھنے والے ماہرین اسے دولت کی افزونی کا ذریعہ بناتے ہیں۔

۲- نباتاتی ذرائع

حصول دولت کے تعلق سے قدرتی وسائل کی بڑی اہمیت ہے؛ کیوں کہ اس کا بہت کچھ انحصار انہی وسائل پر ہے، اور ان وسائل میں سر فہرست غذائی اشیاء مثلاً جو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیہوں، اور میوہ جات وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر بار بار اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ سارے وسائل حیات جو بطور نعمت تمہیں حاصل ہیں، محض تیرے رب کے فیضان اور اس کی ربوبیت کی شان کا نتیجہ ہیں۔ اریب یہ رب رحیم ہی کی بارانِ رحمت کا کرشمہ ہے کہ ہمارے کھیت وکھلیان میں بہار آتی ہے اور ہم اس کے بخشے ہوئے فضل سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ وَ النَّخْلَ بَاسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ. (ق:۹۔۱۱)

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا جس سے ہم نے باغ بھی اگائے اور کاٹی جانے والی فصلیں بھی اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت بھی جن میں تہ بتہ خوشے لگتے ہیں، بندوں کی روزی کے لئے۔

انہی چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ. (رحمٰن:۱۰۔۱۲)

اور زمین کو اسی نے بچھایا خلق کے لئے اس میں میوے اور کھجور ہیں جن پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور بھس والے اناج بھی ہیں اور خوشبودار پھول بھی۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کاٹی جانے والی فصلوں اور بھس والے اناجوں کا ذکر کیا ہے، جس میں گیہوں، دال، چاول وغیرہ سبھی شامل ہیں، یہ وہ غذائی اجناس ہیں جنہیں ذخیرہ کر کے دولت حاصل کی جا سکتی ہے، اسی طرح باغات کا ذکر کر کے پھر پھلوں کا اور پھر عربوں کی رعایت سے کھجور کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور مقصود اس سے ان تمام پھلوں کی طرف توجہ دلانی ہے جو انسانوں کو حاصل ہیں کہ یہ سب تمہارے رب کی نوازشات ہیں، یہ پھل بھی جہاں انسان کی غذائی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، وہیں افزائش دولت کا بھی اہم ذریعہ ہیں۔

طرح طرح کے نباتات کی تھوڑی سی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ. (مومنون:۱۹۔۲۰)

پس ہم نے اس سے تمہارے لئے کھجور اور انگور کے باغ اگائے تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جس سے تم لذت اندوز بھی ہوتے ہو اور اپنی غذا کا سامان بھی کرتے ہو اور وہ درخت بھی اگایا جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے، وہ روغن اور کھانے والوں کے لیے سالن کے ساتھ اگتا ہے۔

کھیتی اور باغ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ، يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ . (نحل:۱۰۔۱۱)

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا جس سے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے وہ نباتات بھی اُگتی ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو، وہ اسی سے تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔

پھر انسانوں اور حیوانوں کی نباتاتی ضروریات کا قدرے تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ. (عبس:۲۴۔۳۲)

پس انسان اپنی غذا پر دھیان کرے کہ ہم نے برسایا پانی اچھی طرح، پھر پھاڑا زمین کو اچھی طرح، پھر اگائے اس میں غلے، انگور، ترکاریاں زیتون، کھجور، گھنے باغ، میوے اور سبزہ تمہارے اور تمہاری مویشیوں کی نفع رسانی کے لیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ ہماری زندگی کا لازمہ ہیں جن کے بغیر ہم صحیح معنوں میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان نعمتوں کے یاد دلانے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ ہم اپنے اصل منعم حقیقی کو پہچانیں اور اس کا حق وشکر ادا کریں تاہم اسی کے ساتھ اس کی بابت ہمیں یہ حکم بھی ہے کہ ہم انہیں ترقی دیں اور اس سے منافع حاصل کر کے اپنے سرمایہ میں اضافہ کریں۔

۳- جماداتی ذرائع

جمادات کے تعلق سے قرآن مجید جن چیزوں کا ذکر کرتا ہے ان میں لوہا، تانبہ، موتی، مونگا، زیورات اور دھاری دار پتھر وغیرہ شامل ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو انسانی تمدن کے لئے نہایت ناگزیر ہیں اس پہلو سے اگر جائزہ لیا جائے تو ہمارے گردوپیش کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ان کے فیض سے خالی ہو، واقعہ یہ ہے کہ یہ انسانوں کی بہبود کے لئے اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص کا نتیجہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (حدید:۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لئے اس میں دوسرے فوائد بھی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سفید سرخ اور سیاہ رنگ کی مختلف دھاریوں والے پہاڑ کا ذکر کیا ہے جسے انسان تراش کر اپنے گھروں کو آراستہ کرتا ہے۔

وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ. (فاطر:۲۷)

اور پہاڑوں میں بھی سفید و سرخ مختلف رنگوں کی دھاریاں ہیں اور کالی بھجنگ بھی۔

حضرت داؤدؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا نرم کر دیا اور زرہ سازی کا ہنر سکھایا جسے انہوں نے ترقی دے کر اپنی عسکری قوت میں زبردست اضافہ کر لیا تھا، اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلیمانؑ کے لئے تانبہ کا چشمہ رواں کر دیا تھا جسے انہوں نے تعمیری اور تمدنی ترقیوں میں بڑی خوبی کے ساتھ استعمال کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ..... و اسلنا لهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ .....يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ . (سبا:۱۰۔۱۳)

اور ہم نے اس (داؤد) کے لئے لوہے کو نرم کر دیا کہ ذھیلی ڈھالی زرہیں بناؤ اور ان کے جوڑ پیوست رکھو اور سب نیک عمل کرو، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اس کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں..... اور ہم نے اس (سلیمان) کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں سے بھی اس کے لئے مسخر کر دئے جو اس کے رب کے حکم سے اس کے حضور خدمت کرتے.....وہ اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا محرابیں، مجسمے، حوضوں کی مانند لگن اور لنگر انداز دیگیں۔

یہ ایسی اہم اور قیمتی دھاتیں ہیں کہ ان سے مستغنی ہو کر زندگی کے میدان میں ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، جس قوم نے اس کے استعمال کرنے میں جتنی مہارت پیدا کی اتنی ہی وہ ترقی کے میدان میں آگے گئی، یہ نوازشات اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر محض اس لئے کی ہیں تاکہ اپنی زندگی بحسن وخوبی برتے اور اس کا شکر ادا کرے ورنہ یہ خود اس کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی، اسلحہ بالخصوص ایٹمی دور اس کا بین ثبوت ہے۔

افزائش دولت کے طریقے

۱۔ زراعت:

قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لئے سازگار بلکہ تابع فرمان بنا دیا ہے، اب وہ اسے جیسے چاہے استعمال کرے وہ اپنے اندر کے سارے خزانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے قدموں میں ڈالنے کے لئے تیار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ. (ملک:۱۵)	وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ایک فرماں بردار ناقہ کے مانند بنا دیا تو تم اس کے مونڈھوں میں چلو اور اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ . (حجر:۲۰)	اور ہم نے اس (زمین) میں تمہاری معیشت کے سامان بھی رکھے۔

اب اگر کوئی کھیتی کرتا ہے اور اس کے اصول و آداب کے مطابق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک دانہ کے بدلہ سات سو دانہ؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بسا اوقات بے حساب بھی دیتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ. (بقرہ:۲۶۱)	ان لوگوں کے مال کی تمثیل جو اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی مانند ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور اس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں اور برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔
وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ. (بقرہ:۲۱۲)	اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زراعت کا پیشہ نہایت نفع بخش پیشہ ہے اور اس پیشہ کو اختیار کر کے دولت کو دو چند کیا جا سکتا ہے، ماضی میں تو زراعت ہی دولت کا سب سے اہم ذریعہ تھی، صنعتی انقلاب نے اگر چہ اس کی اہمیت کو کم کر دیا ہے تاہم اب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے کیوں کہ آج بھی اشیاء خوردنی میں خود کفیل ملک ہی دنیا کی امامت کا اہل ہوسکتا ہے۔

۲۔ صنعت:

افزائش دولت کا ایک اہم طریقہ صنعت بھی ہے، قرآن مجید میں ایسی چیزوں کا ذکر ملتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صنعت کاری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، سورہ سبا ۱۰، ۱۱ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا نرم کرنے کا ذکر کیا اور کشادہ زرہیں بنانے کا حکم دیا ہے اس سے یہی پتہ چلتا ہے؛ بلکہ دوسری جگہ تو واضح طور پر خود فن زرہ سازی کی تعلیم دینے کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۔ (انبیاء:۸۰)

اور ہم نے اس (داؤد) کو تمہارے لئے ایک خاص جنگی لباس کی صنعت سکھائی ؛تاکہ وہ تم کو جنگ میں محفوظ رکھے تو کیا تم بھی اسی طرح شکر کرنے والے بنتے ہو۔

اسی طرح سلیمانؑ کے لئے تانبہ کا چشمہ جاری کر دیا جس سے انہوں نے بڑی بڑی عمارتیں اور بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور نصب کی ہوئی دیگیں تیار کروائیں (سبا:۱۲۔۱۳) قرآن نے ان چیزوں کا حوالہ اس لئے دیا ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان دھاتوں کو صنعتوں میں استعمال کر کے ایک خوش گوار زندگی گزارنے کے تمام چھوٹے بڑے سامان تیار کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

سورہ حدید: ۲۵ میں قرآن مجید کا مقصد نزول دنیا میں عدل وانصاف اور امن و سلامتی کا قیام قرار دیا گیا ہے، اور اس کی پاسبانی کے لئے لوہا اتارا گیا تاکہ عدل وانصاف کی راہ میں حائل ہونے والوں سے عسکری اور اسلحہ جاتی قوت کے ساتھ نمٹا جا سکے اور مثبت طور پر اس کے قائم کرنے کے لئے جملہ وسائل فراہم کئے جاسکیں، گویا جنگی ساز وسامان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لے کر تمام شہری ضروریات کی تکمیل کے لئے لوہے کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن عسکری اور غیر عسکری ہر طرح کی صنعتوں کے قائم کرنے کی نہ صرف اجازت دیتا بلکہ اسے فروغ دینے کی ترغیب بھی دیتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ دولت بھی حاصل ہو اور حریفوں پر تفوق اور برتری بھی قائم رہے۔

۳۔ محنت:

دولت کے حاصل کرنے اور اسے فروغ دینے کا تیسرا اہم اور بنیادی طریقہ دست و بازو کی محنت ہے، البتہ قرآن مجید کی نظر میں وہی محنت کش اور کارکن قابل تحسین ہوگا جو طاقت وقوت اور امانت و دیانت کے اوصاف سے متصف ہو، بوڑھے باپ کی بیٹی نے حضرت موسیٰ کو اجرت پر رکھنے کی جو سفارش کی تھی اس میں ان کے انہی اوصاف کا خاص طور پر حوالہ دیا تھا:

قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ. (قصص:۲۶)

ان میں سے ایک نے کہا: ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجئے کیوں کہ آپ کے لئے بہترین ملازم وہی ہو سکتا ہے جو قوی اور امانت دار ہو۔

حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہایت عزیز رکھتا ہے جو اپنی محنت سے روزی کماتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ یحب العبد المومن المحترف۔[۲]

اللہ تعالیٰ اس بندۂ مومن کو عزیز رکھتا ہے جو کسی پیشہ کے ذریعہ اپنی روزی کماتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

ما اکل احدکم طعاما قط خیرا من عمل یدہ۔[۳]

اپنے ہاتھوں کی کمائی کھانے سے بہتر تم نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے اسلام مزدور کی مزدوری کو ایک مقدس حق قرار دیتا ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے کی اس کوتاہی کو خدا کے خلاف اعلان جنگ قرار دیتا ہے:

قال رسول الله ﷺ قال الله عز و جل : ثلاثة انا خصمهم يوم القيمة ، رجل اعطىٰ بى ثم غدر ، و رجل باع حرا فاكل ثمنه و رجل استأجر اجيرا فاستوفى منه ولم يعطه اجره. ؎

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن ان سے نمٹنے والا خود میں ہوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے مجھے گواہ بنا کر کسی کو زبان دی پھر اپنے وعدہ سے مکر گیا، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کی، اور تیسرا وہ جس نے کسی مزدور کو اجرت پر بلایا اور اس سے پورا کام لینے کے بعد بھی اس کی پوری مزدوری نہ دی۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اعطوا الاجير اجره قبل ان يجف عرقه ؎

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔

مختصراً یہ کہ دست و بازو کے ذریعہ حاصل کی گئی دولت اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بڑی قدر و قیمت کی حامل ہے، اور قرآن و سنت کی نظر میں افزائش دولت کا یہ طریقہ نہایت قابل تحسین ہے۔

۴۔ تجارت:

افزائش دولت کا ایک نہایت اہم طریقہ تجارت ہے کہ قرآن مجید حصول دولت کے اس طریقہ کو ایک پاکیزہ اور جائز طریقہ قرار دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (بقرہ: ۲۷۵)

اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور ربو (سود) کو حرام قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان جب محض عبادت کی غرض سے بیت اللہ کی زیارت یعنی حج کا قصد کرتا ہے اس دوران بھی اسے تجارت کی چھوٹ دی گئی ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ. (البقرۃ:۱۹۸)

اس امر میں گناہ نہیں کہ اپنے رب کے فضل کے طالب ہو۔

یعنی اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کوئی شخص اس سفر سے کوئی چھوٹا بڑا تجارتی فائدہ اٹھالے۔

جمعہ جو مسلمانوں کی عبادت کا دن ہے اس دن بھی نماز جمعہ کے ختم ہونے کے بعد حکم ہے کہ اپنے رب کے فضل کے حصول کے لیے زمین میں پھیل جاؤ۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا. (جمعہ:۱۰)

پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (تجارت کے ذریعہ) اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو۔

تجارت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک شخص نماز میں قرآن مجید جتنا اور جہاں سے بھی پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے، قرأت کی یہ سہولت محض اس وجہ سے دی گئی ہے کہ نمازیوں میں بعض کمزور بھی ہو سکتے ہیں اور بعض تجارت پیشہ بھی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ. (نور:۳۷)

ایسے لوگ جن کا کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کی یاد، نماز کے اہتمام اور زکاۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے۔

قرآن مجید ایسے لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو رسول کے جمعہ کے خطبہ کے مقابلہ میں تجارت اور کھیل تماشہ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا. (جمعہ:۱۱)

اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ کوئی تجارت یا دلچسپی کی چیز دیکھ پاتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول تجارت:

قرآن مجید تجارت کے حوالہ سے دو بنیادی اصول پیش کرتا ہے اگر ان کو ملحوظ رکھا جائے تو نہ صرف فریقین کے مابین معاملات میں کبھی ناخوشگواری نہیں پیدا ہوگی بلکہ تجارت کو بھی فروغ حاصل ہوگا۔

۱۔ ایک تو یہ کہ فریقین کے مابین جو معاملات طے پائیں یا جو بھی لین دین ہو اسے تحریری صورت میں محفوظ رکھا جائے اور اگر معاملہ اہم ہو تو گواہ بھی بنا لیا جائے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ. (بقرہ:۲۸۲)

اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی حد تک کے لئے اس کو لکھنے میں تساہلی نہ برتو، یہ ہدایت اللہ کے نزدیک زیادہ قرین عدل، گواہی کو زیادہ ٹھیک رکھنے والی اور اس امر کے زیادہ قرین قیاس ہیں کہ تم شبہات میں نہ پڑو، ہاں اگر معاملہ دست بدست لین دین اور دست گرداں نوعیت کا ہو تب اس کے نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور تم کوئی معاملہ خرید و فروخت کا کرو تو اس صورت میں بھی گواہ بنا لیا کرو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ناپ تول میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہ کی جائے۔

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ. (الانعام:۱۵۳)

اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری رکھو۔

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا. (بنی اسرائیل:۳۵)

اور جب تم ناپو تو ناپ پوری رکھو اور وزن صحیح ترازو سے کرو، یہی بہتر اور مآل کار کے اعتبار سے خوب تر ہے۔

ان آیات کے علاوہ اعراف: ۸۵، ہود: ۸۴-۸۵، میں اس اصول پر سختی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید کی گئی اور سورہ مطففین کی ابتدائی چھ آیات میں اس کی خلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورزی کرنے والے کو سخت تباہی کی دھمکی دی گئی ہے۔ قرآن مجید سماجی معاشی زندگی میں اسے کتنی اہمیت دیتا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شعیبؑ کی قوم جو تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے اپنے وقت کی بڑی متمدن اور ترقی یافتہ قوم تھی جب ناپ تول میں کمی کرنے کے اس جرم میں گرفتار ہوئی اور پھر سمجھانے کے باوجود باز نہ آئی تو اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ (شعراء:۱۸۱-۱۸۳)

افزائش دولت میں شکر کی اہمیت

افزائش دولت کا مذکورہ طریقوں میں سے خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے قرآن مجید اس کی تائید و تحسین کرتا ہے البتہ وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ ہم افزائش دولت کا جو بھی طریقہ اختیار کریں اس میں اس قدر منہمک نہ ہوں کہ خدا سے غافل ہو جائیں کیوں کہ ایسی صورت میں بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنی ساری نعمتیں سلب کر لیتا ہے، مثلاً قوم سبا کو اسی جرم میں سیل عرم کے ذریعہ تباہ کیا گیا (سبا:۱۵-۱۹) اور اگر کوئی شخص خدا سے غافل نہیں رہتا بلکہ ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دولت میں افزونی کرتا ہے۔ ارشاد ہے: لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۔ (ابراہیم:۷) اگر تم شکر گزار رہے تو میں تمھیں بڑھاؤں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔

مال و دولت حاصل کرنے کے ناجائز ذرائع پر بندش

قرآن مجید افزائش دولت کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی مطلق اجازت نہیں دیتا، چنانچہ جن ذرائع کو وہ مطلق حرام قرار دیتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ رشوت:

قرآن مجید، حکام کو رشوت دے کر دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر ہڑپنے سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (بقرہ:۱۸۸)

اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ اور اس کو حکام رسی کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کسی دوسرے کے مال کا کچھ حصہ حق تلفی کر کے ہڑپ کر سکو، دراں حالیکہ تم اس حق تلفی کو جانتے ہو۔

۲۔ سود:

قرآن مجید کی رو سے سودی کاروبار بھی افزائش دولت کا ایک حرام ذریعہ ہے جسے وہ واضح طور پر قابل نفریں قرار دیتا ہے اور اسے اپنانے والے کو بدترین انجام کی دھمکی دیتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (آل عمران:۱۳۰)

اے ایمان والو! سود نہ کھاؤ دگنا چوگنا بڑھتا ہوا، اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جو لوگ سود کو تجارت قرار دیتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. (بقرہ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کے مانند جس کو شیطان نے اپنی چھوت سے پاگل بنا دیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام، تو جس کو اللہ کی تنبیہ پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ لے چکا وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو اب اس کے مرتکب ہوں تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- جوا:

قمار بازی بھی زمانۂ قدیم سے افزائش دولت کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے قرآن مجید اسے ایک شیطانی عمل قرار دے کر ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (مائدۃ:۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس، شیطانی کاموں میں سے ہیں تو ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا.

(البقرہ:۲۱۹)

وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو: ان دونوں چیزوں کے اندر بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔

۴- حرام مال کی تجارت

قرآن مجید کے نزدیک مردار، خون، خنزیر، اصنام، مندروں کی قربانیاں اور چڑھاوے، مزاروں اور قبروں پر تقرب کے لیے پیش کیے جانے والے نذرانے اور شراب یہ سب حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ.

(المائدہ:۳)

تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جس کو کسی درندے نے کھایا ہو بجز اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعے سے۔ یہ سب باتیں فسق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔

اے ایمان والو، شراب ، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں۔

(المائدہ:۹۰)

مختصراً یہ کہ تجارت ایک محمود پیشہ اور افزائش دولت کا ایک بہترین ذریعہ ہے بس شرط یہ ہے کہ آدمی اس میں اس قدر غرق نہ ہو کہ خدا سے غافل ہو جائے اور جائز و ناجائز کے حدود و قیود سے آزاد ہو کر محض دولت کا پرستار بن کے رہ جائے۔

حواشی و مراجع

۱۔ قصص:۷۶-۸۱

۲۔ علاء الدین علی المتقی، کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الاول فی الکسب، الفصل الاول فی فضائل الکسب و الحلال، مطبع دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، سن طباعت درج نہیں۔ ج۲، ص۱۹۳

۳۔ اسماعیل بخاری، کتاب البیوع باب ۱۵، اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی، ج:۴، ص:۱۴۲

۴۔ محمد اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ۱۰۶، تحقیق و تخریج احمد زھوہ، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵ھ، ص ۴۳۸

۵۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، تعلیق محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف، الریاض، کتاب الرہون باب ۴، ص:۴۱۷

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظامِ وراثت میں عورت کا حصہ

محمد رضی الاسلام ندوی

معترضین اسلام نے عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور حق تلفیوں کی جو طویل فہرست تیار کی ہے اس میں اس بات کو بہت نمایاں کیا گیا ہے کہ اسلامی نظامِ وراثت میں اس کا حصہ مرد کا نصف ہے۔ اس چیز کو وہ اپنے اس دعویٰ پر ایک پختہ ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کے مقابلے میں کم تر حیثیت دی ہے، اسے بہت سے انسانی حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے مرد کا دست نگر اور محکوم بنایا ہے۔ یہ اعتراض اتنی زور شور سے اٹھایا جاتا ہے کہ بعض مسلم دانش وروں کو اس میں معقولیت نظر آنے لگتی ہے اور وہ بڑے ہی معذرت خواہانہ انداز میں اس کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کا نصف اس زمانے میں متعین کیا تھا جب اس کا کوئی حصہ ہی نہیں لگایا جاتا تھا اور اسے مستحقِ وراثت ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں عورت پر اسلام کا احسان تھا کہ اس نے میراث میں اس کا کچھ حصہ متعین کیا۔ لیکن آج جب کہ حقوقِ انسانی اور حقوقِ نسواں کی تحریکات کے نتیجے میں عورت کو زندگی کے ہر میدان میں مرد کے مساوی تسلیم کرلیا گیا ہے تو وراثت میں بھی دونوں کا حصہ برابر قرار دینے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔

یہ دونوں قسم کے لوگ تقسیم میراث کے سلسلے میں اسلام کی صحیح تعلیمات سے واقف نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظامِ وراثت میں عورت کا حصہ مختلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالتوں میں مرد سے زیادہ بھی ہے، اس کے برابر بھی اور اس سے کم بھی۔ جن چند حالتوں میں اسے مرد سے کم ملتا ہے ان کی مخصوص حکمتیں ہیں اور وہ عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔

اس مقالہ میں اس موضوع کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔

عورت وراثت سے محروم تھی

دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں عورت اپنے جائز حقِ وراثت سے محروم رہی ہے اور عموماً اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً یہودیت اور ہندومت میں وراثت کا حق دار صرف بڑا لڑکا ہوتا تھا، بیوہ اور لڑکیاں اس کے رحم و کرم پر ہوتی تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تب لڑکیاں میراث پاتی تھیں۔ اولاد نرینہ کی موجودگی میں کسی بھی طرح کی وصیت کا حق نہیں تھا، البتہ اگر وارث لڑکیاں ہو رہی ہوں تو جتنی چاہے وصیت کی جا سکتی تھی۔ رومی اور یونانی تہذیبوں میں ابتداء میں وراثت کو وصیت سے متعلق کیا گیا تھا، بعد میں قرابت کو اس کی بنیاد بنایا گیا تو قریب ترین وارث کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں کو محروم کر دیا گیا اور اسی بنیاد پر میاں بیوی میں سے ہر ایک، دوسرے کی میراث سے محروم کر دیا گیا۔ یونانی تہذیب میں بھی اولاد نرینہ کی موجودگی میں لڑکیاں میراث میں حصہ نہ پاتی تھیں، اس کی عدم موجودگی ہی میں وہ وراثت کی حق دار ہوتی تھیں[1]۔ عربوں میں بھی وراثت کا اولین حق دار لڑکا ہوتا تھا، نیز چھوٹے بچوں اور عورتوں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ابن زید فرماتے ہیں:

''عہد جاہلیت میں عورتیں میراث میں حصہ نہ پاتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹا بچہ مستحق میراث نہ تھا، خواہ وہ لڑکا بھی کیوں نہ ہو''[2]۔

اسلام نے عورت کو مستحقِ وراثت قرار دیا

اس کے برخلاف اسلام نے عورتوں کو سماج میں مردوں کے مساوی حیثیت دی اور انھیں بھی وراثت کا مستحق قرار دیا۔ قرآن کریم نے پوری صراحت اور قوت کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اعلان کیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ (النساء:۷)

مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اس آیت میں چند نکات قابل غور ہیں:

۱- اجمالی طور سے یہ نہیں کہا گیا کہ میراث میں مردوں اور عورتوں، سب کا حصہ ہے، بلکہ عورتوں کے حصہ کی الگ سے، مستقل طور پر صراحت کی گئی۔ اس سے عہد جاہلیت کے تصور کہ میراث میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں، کی پرزور تردید اور عورتوں کے مستحق وراثت ہونے کی تاکید مقصود ہے۔ مفسر ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

> ''احکامِ میراث میں عورتوں کا تذکرہ ضمناً کرنے کے بجائے، ان کے مستحق میراث ہونے کو اس آیت میں مستقلاً بیان کیا گیا، تاکہ ان کے معاملے میں دل چسپی کا اظہار ہو اور یہ بتادیا جائے کہ میراث کے استحقاق میں وہ کسی کے ماتحت نہیں ہیں اور زور دار انداز میں عہد جاہلیت کے رواج کی تردید کردی جائے، اس لیے کہ اہل جاہلیت وراثت میں عورتوں اور بچوں کا حصہ نہیں لگاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم صرف اسے میراث میں حصہ دیں گے جو جنگ اور دفاع کرسکتا ہے۔''[۳]

اس آیت سے یہ واضح کردیا گیا کہ استحقاق میراث کے معاملے میں مردوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ دونوں اس کے مستحق ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اصل وراثت کے معاملے میں ان کے درمیان مساوات ہے''۔[۴]

آگے فرماتے ہیں:

''اہل جاہلیت کل میراث مردوں کو دے دیتے تھے، عورتوں کو بالکل نہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اصل میراث میں ان کے درمیان مساوات رکھی جائے''۔[۵]

۲- یہ صراحت کر دی گئی کہ مال وراثت چاہے بہت زیادہ ہو یا بہت کم، ہر حال میں عورتیں بھی اس میں سے حصہ پائیں گی۔ عموم کا تقاضا ہے کہ وراثت میں آنے والی وہ چیزیں بھی، جو صرف مردوں کے کام آتی ہیں، انھیں مردوں کے لیے خاص کر کے الگ کر لینا جائز نہیں، بلکہ وہ بھی تقسیم ہوں گی اور عورتیں ان میں سے حصہ پائیں گی۔ علامہ ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

''(مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ) 'مال وراثت کم ہو یا زیادہ' کہنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے یہ وہم دور ہو جاتا ہے کہ بعض اموال وراثت بعض وارثوں کے لیے خاص کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے اور آلات جنگ مردوں کے لیے مخصوص کیے جا سکتے تھے، بلکہ یہ کہا گیا کہ وراثت میں چاہے بہت زیادہ مال ہو یا بہت کم، اس میں دونوں فریقوں (یعنی مردوں اور عورتوں) کا حصہ ہے''۔[۶]

۳- آخر میں نصیباً مفروضاً (مقرر حصہ) کہہ کر مزید تاکید کر دی گئی کہ مال وراثت میں عورتوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے۔ اس میں کوئی کتر بیونت نہیں کی جا سکتی نہ انھیں بالکلیہ محروم کیا جا سکتا ہے۔ عربی قواعد کی رو سے لفظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'نصیب' پر دو زبر (نصیباً) اختصاص کی وجہ سے ہے یا مصدر کی وجہ سے، دونوں صورتوں میں تاکید مقصود ہے۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

> ''نصیباً مفروضاً اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی وراثت میں مردوں اور عورتوں کے حصے قطعی اور لازمی ہیں، ضروری ہے کہ انھیں ان کے حصے دیے جائیں، کسی کو محروم نہ کیا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مصدر تاکیدی ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، جس طرح دوسرے مقام پر فریضۃً من اللہ منصوب ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ میراث کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض کردہ ہے''۔[۷]

تقسیمِ میراث کا پیمانہ حصۂ نسواں

اسلام کی جانب سے عورتوں کی مزید عزت افزائی کا مظہر یہ ہے کہ اس نے تقسیم میراث میں حصۂ نسواں کو اصل پیمانہ قرار دیا اور اس کی نسبت سے مردوں کا حصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ أَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡأُنثَیَیۡنِ۔ (النساء:۱۱)	تمھاری اولاد کے بارے میں اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

قرآن کی یہ تعبیر قابلِ غور ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے یا دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر حصہ ملے گا۔ لیکن اس کے بجائے یہ کہا گیا کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ بعض مفسرین نے اس تعبیر کا سبب مرد کی افضلیت قرار دیا ہے[۸]۔ لیکن یہ بڑی غیر معقول بات ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں میراث میں لڑکی کا حصہ اصل ہے، اسی لیے اسے تقسیم میراث کے معاملے میں پیمانہ اور بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس حکمت کی طرف عہد حاضر کے مشہور مصلح اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسر شیخ محمد عبدہٗ نے اشارہ کیا ہے۔ لکھا ہے:

''اس جملہ میں یہ تعبیر یہ بتانے کے لیے اختیار کی گئی ہے کہ اہلِ جاہلیت نے عورتوں کو میراث سے محروم کرنے کا جو طریقہ اپنا رکھا تھا اسے باطل قرار دے دیا گیا ہے۔ گویا میراث میں عورت کا حصہ مقرر کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ مرد کو اس کا دوگنا ملے گا، یا عورت کے حصے کو قانونِ میراث میں اصل قرار دیا گیا اور مرد کے حصے کو اس پر محمول کیا گیا، جسے اس کی نسبت سے جانا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے۔ اس صورت میں یہ مفہوم حاصل نہ ہوتا اور سیاق بھی اس سے مطابقت نہ رکھتا''۔[۹]

اس بات کو مزید مدلّل کرتے ہوئے شیخ رشید رضاؒ نے لکھا ہے کہ میراث کی دونوں آیتوں (النساء: ۱۱-۱۲) میں تقسیم میراث کی جو صورتیں مذکور ہیں ان میں عورتوں کا حصہ صراحت کے ساتھ پہلے بیان کیا گیا ہے۔[۱۰]

مستحقینِ وراثت میں عورتوں کا تناسب

اسلام میں مستحقینِ وراثت کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے اس میں اہم ترین دو ہیں:

(۱) اصحاب الفرائض (۲) عصبہ

اصحاب الفرائض سے مراد وہ لوگ جن کے حصے قرآن، حدیث یا اجماعِ امت سے متعین کر دیے گئے ہیں۔ عصبہ ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جو میراث کی اصحاب الفرائض میں تقسیم کے بعد بچے ہوئے حصے کے مستحق بنتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحقوا الفرائض بأهلها فما بقی فلأولی رجل ذکر۔[۱]

میراث اصحاب فرائض کے درمیان تقسیم کرو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے قریبی مرد کے لیے ہے۔

(الف) اصحاب الفرائض

اصحاب فرائض بارہ ہیں:

(۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۴) شوہر (۵) ماں (۶) دادی (۷) بیٹی (۸) پوتی (۹) حقیقی بہن (۱۰) علاتی (باپ شریک) بہن (۱۱) اخیافی (ماں شریک) بہن (۱۲) بیوی۔

ان میں شوہر اور بیوی زوجیت کی بنا پر وارث قرار پاتے ہیں، اس لیے انھیں اصحاب الفرائض سببی کہتے ہیں۔ بقیہ لوگ قرابت ونسب کی بنا پر وارث بنتے ہیں، اس لیے انھیں اصحاب الفرائض نسبی کہا گیا ہے۔

ان میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے تقسیم میراث کے معاملے میں عورتوں کو کتنی اہمیت دی ہے اور کتنی فراخ دلی سے ان کا حصہ متعین کیا ہے۔

(ب) عصبہ

عصبہ کی متعدد ذیلی تقسیمیں ہیں:

(الف) عصبہ بنفسہ: وہ مستحق وراثت جس کا میت سے رشتے کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔ مثلاً: (۱) بیٹا یا پوتا وغیرہ (۲) باپ یا دادا وغیرہ (۳) بھائی یا بھتیجا وغیرہ (۴) چچا یا چچازار بھائی وغیرہ۔ یہ سب مرد ہوتے ہیں۔

(ب) عصبہ بغیرہ: یہ وہ عورتیں ہیں جن کا میراث میں حصہ متعین ہے، لیکن اپنے بھائی کی موجودگی میں وہ اس کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور ان کا متعین حصہ ختم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے۔ یہ چار ہیں:

(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاّتی (باپ شریک) بہن

(ج) عصبہ مع الغیر: یہ بھی عورتیں ہوتی ہیں جو بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں اور ان کے متعین حصوں کی تقسیم کے بعد بقیہ میراث کی مالک ہوتی ہیں، بہ شرطے کہ ان کا بھائی موجود نہ ہو۔ یہ دو ہیں:

(۱) حقیقی بہن (۲) علاّتی (باپ شریک) بہن

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عصبہ ہونے کے معاملے میں بھی اسلام نے عورتوں کو محروم نہیں کیا ہے، بلکہ انھیں مستحقِ میراث قرار دیا ہے۔

کسی حال میں محروم نہ ہونے والے وارثین میں عورتیں بھی ہیں

مستحقینِ میراث میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو دوسرے وارثین کی موجودگی میں میراث سے بالکلیہ محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً بھائی جو باپ کی موجودگی میں محروم رہتا ہے اور بعض لوگ وہ ہیں جو بالکلیہ تو محروم نہیں ہوتے، البتہ ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

چھ وارثین ایسے ہیں جو کسی بھی حال میں بالکلیہ میراث سے محروم نہیں ہوتے:

(۱) شوہر (۲) بیٹا (۳) باپ (۴) بیوی (۵) بیٹی (۶) ماں (ان میں سے بیٹا عصبہ میں سے ہے اور بقیہ اصحاب فرائض میں سے)۔

اس فہرست میں اگر تین مرد ہیں تو تین عورتیں بھی ہیں۔

میراث کے متعین کردہ حصے اور ان میں عورتوں کا استحقاق

میراث میں اصحاب فرائض کے جو حصے متعین کیے گئے ہیں ان کے مستحقین میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں تین گنی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل جدول میں پیش کی جا رہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	متعین شدہ حصہ	مستحقین	عورتوں اور مردوں کا تناسب
۱	دو تہائی ($\frac{2}{3}$)	(۱) دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں (۲) دو یا دو سے زیادہ پوتیاں (بیٹیاں نہ ہونے کی صورت میں) (۳) دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں (۴) دو یا دو سے زیادہ علاتی (باپ شریک) بہنیں	۴:صفر
۲	نصف ($\frac{1}{2}$)	(۱) ایک بیٹی (۲) ایک پوتی (بیٹی نہ ہونے کی صورت میں (۳) ایک حقیقی بہن (۴) ایک علاتی (باپ شریک) بہن (۵) شوہر (اگر متوفیہ کی اولاد نہ ہو)	۱:۴
۳	ایک تہائی ($\frac{1}{3}$)	(۱) ماں (اگر مرحوم کی اولاد اور بھائی نہ ہوں) (۲) اخیافی (ماں شریک) بہن (۳) دو یا دو سے زیادہ اخیافی (ماں شریک) بھائی	۱:۲
۴	چھٹا ($\frac{1}{6}$)	(۱) ماں (اگر مرحوم کی اولاد اور بھائی ہوں) (۲) دادی (۳) پوتی (بیٹی کی موجودگی میں) (۴) علاتی (باپ شریک) بہن (حقیقی بہن کی موجودگی میں) (۵) اخیافی (ماں شریک) بہن (۶) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۷) باپ (اگر متوفیہ کی اولاد ہو) (۸) دادا (مرحوم یا متوفیہ کی اولا کی موجودگی میں)	۳:۵
۵	چوتھائی ($\frac{1}{4}$)	(۱) شوہر (اگر متوفیہ کی اولاد ہو) (۲) بیوی (اگر مرحوم شوہر سے اولاد نہ ہو)	۱:۱
۶	آٹھواں ($\frac{1}{8}$)	(۱) بیوی (اگر مرحوم شوہر سے اولاد ہو)	۱:صفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جدول سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- اصحاب فرائض کی حیثیت سے عورتیں سترہ حالتوں میں حصہ پاتی ہیں، جب کہ مرد صرف چھ حالتوں میں مستحق بنتے ہیں۔

۲- سب سے بڑا حصہ (دو تہائی) مردوں میں سے کسی کو نہیں ملتا، جب کہ چار طرح کی عورتیں اس کی مستحق ہوتی ہیں۔

۳- نصف حصہ مردوں میں سے صرف شوہر کو ملتا ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو (اور یہ صورت بہت کم پیش آتی ہے)، جب کہ یہ حصہ چار طرح کی عورتوں کو ملتا ہے۔

۴- تہائی حصے کی مستحق دو طرح کی عورتیں ہوتی ہیں اور ایک مرد۔

۵- چھٹے حصے کی مستحق آٹھ افراد ہوتے ہیں، جن میں سے مرد تین ہیں، جب کہ عورتوں کی تعداد پانچ ہے۔

۶- چوتھائی حصہ شوہر بھی پاتا ہے اور بیوی بھی۔ شوہر اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد ہو، اور بیوی اس صورت میں جب میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

۷- آٹھواں حصہ صرف بیوی کو ملتا ہے، جب کہ متوفی کی کوئی اولاد موجود ہو۔

وہ حالات جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہے

تقسیم میراث کے متعدد حالات ایسے ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ وہ حالات درج ذیل ہیں:

۱- میت کے وارثین میں اگر اس کی اولاد بھی ہو اور والدین بھی تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ۔ (النساء:۱۱)

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- میت کے اصول (یعنی باپ، دادا وغیرہ) اور فروع (یعنی بیٹا، پوتا وغیرہ) میں کوئی نہ ہو اور اس کا صرف ایک اخیافی (ماں شریک) بھائی یا بہن ہو تو دونوں صورتوں میں اسے چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ۔ (النساء:۱۲)

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے۔

اس آیت میں 'کلالۃ' سے مراد وہ شخص ہے جس کے اصول وفروع میں سے کوئی نہ ہو اور 'اخ' (بھائی) اور 'اخت' (بہن) سے مراد اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن ہیں۔ اس مفہوم پر امت کا اجماع ہے۔

۳- بعض حالات میں حقیقی بہن اتنا ہی حصہ پاتی ہے جتنا حقیقی بھائی مستحق بنتا ہے، مثلاً:

(الف) متوفیہ کے وارثین میں صرف شوہر اور حقیقی بھائی ہو تو شوہر کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بھائی عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (نصف) پائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے وارثین میں صرف شوہر اور حقیقی بہن ہوں تو دونوں کے درمیان میراث نصف نصف تقسیم ہوگی۔

(ب) اگر متوفیہ کے وارثین میں صرف شوہر، بیٹی اور حقیقی بھائی ہو تو شوہر کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھائی اور بیٹی کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بھائی عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (چوتھائی) پائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے وارثین میں شوہر، بیٹی اور حقیقی بہن ہوں تو شوہر کو چوتھائی اور بیٹی کو نصف میراث ملے گی اور حقیقی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہونے کی بنا پر باقی میراث (چوتھائی) کی مستحق ہوگی۔

عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے کی بعض حالتیں

ان صورتوں کے ساتھ جن میں عورت کا حصہ مرد سے زیادہ ہوتا ہے یا اس کے برابر، چند مخصوص حالتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہوتا ہے۔ انھیں سطور ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- اگر میت کے وارثین میں صرف اس کے ماں باپ ہوں (کوئی اولاد اور شوہر یا بیوی نہ ہو) تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہوتا ہے اور بقیہ (دو تہائی) کا مستحق باپ قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ (النساء:۱۱)

اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہو تو ماں کے لیے تہائی حصہ ہے۔

اس آیت میں صرف ماں کے حصے (ایک تہائی) کی صراحت ہے۔ اس سے استنباطی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ باپ کا حصہ دو تہائی ہوگا۔

۲- اگر زوجین میں سے کوئی ایک وفات پا جائے اور دوسرے کو چھوڑ جائے تو عورت یعنی بیوی کا حصہ مرد یعنی شوہر کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔ اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو شوہر نصف اور بیوی چوتھائی حصہ پائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ (النساء:۱۲)

اور تمھاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمھیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمھارا ہے، جب کہ وصیت جو انھوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انھوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور وہ تمھارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

۳- اگر میت کی اولاد (بیٹے بیٹیاں) ہوں تو ان کے درمیان میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ ہر ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ (النساء:۱۱)

اللہ تمھاری اولاد کے بارے میں تمھیں ہدایت دیتا ہے: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

۴- اسی طرح اگر میت کے بھائی بہن (حقیقی یا علاتی یعنی باپ شریک) ہوں تو ان کے درمیان بھی میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ (النساء:۱۷۶)

اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کا حصہ کم ہونے کا سبب نظامِ معاشرت میں اس کی مخصوص پوزیشن ہے

ان صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حق تلفی کی گئی ہے اور اسے اس کے استحقاق سے کم دیا گیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اسلامی نظامِ وراثت پر غائرانہ نظر ڈالی جائے اور اس کے خصائص ذہن میں مستحضر رہیں تو بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ ان صورتوں میں بھی اسے اس کے استحقاق اور احتیاج سے بڑھ کر دیا گیا ہے اور اس کی ادنیٰ سی بھی حق تلفی نہیں کی گئی ہے۔

مذکورہ صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہونے کی بنیادی وجہ اسلامی نظامِ معاشرت میں اس کی مخصوص پوزیشن ہے۔ اسلامی نظامِ معاشرت میں کمانے، گھر کا خرچ چلانے اور ماتحت افراد کی مالی کفالت کرنے کی ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی ہے، جب کہ عورت کو معاشی جدّ و جہد سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ بچپن میں اس کی کفالت باپ کے ذمے ہے، جوانی میں شادی کے بعد شوہر کے ذمے اور بڑھاپے میں اولاد کے ذمے۔ وہ جس قدر مال کی مالک بنتی ہے سب اس کے پاس محفوظ رہتا ہے، دوسروں پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں، لیکن مرد جو کچھ مال حاصل کرتا ہے اسے زیرِ کفالت افراد پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اس بنا پر یہ بات قرینِ انصاف ہے کہ مرد کا حصہ عورت کا دوگنا رکھا گیا ہے۔ اگر دونوں کا حصہ برابر کر دیا جاتا تو یہ مرد کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ مفسرین کرام نے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے۔ اس لیے کہ مرد کو نفقہ کا بوجھ اور تکلیف، تجارت اور کسبِ معاش کی دشواری برداشت کرنی پڑتی ہے اور دوسری مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ اسے عورت کے حصے کا دوگنا دیا جائے۔''[۲]

علامہ رشید رضاؒ نے لکھا ہے:

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ مرد کو اپنے اوپر بھی اور اپنی بیوی پر بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لیے اس کے دو حصے ہوئے، جب کہ عورت صرف اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے اور اگر اس کی شادی ہوگئی ہو تو اس کا اپنا نفقہ بھی اس کے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔'' [۱۳]

یہی وجہ ہے کہ جن صورتوں میں مرد کی معاشی ذمہ داریاں کم یا ختم ہو جاتی ہیں ان میں تقسیم میراث کے معاملے میں عورت اور مرد کے درمیان فرق نہیں کیا گیا ہے۔ مثلاً میت کی اولاد ہو اور اس کے ماں باپ بھی ہوں تو میراث میں ماں اور باپ ہر ایک کا چھٹا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کی اولاد بھی صاحب اولاد ہو اس کی معاشی ذمہ داری بڑی حد تک کم یا بالکل ختم ہو جاتی ہیں، اس کی حیثیت بالعموم اپنے پوتوں پوتیوں کے سرپرست کی ہوتی ہے، لیکن اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کا باپ صاحب اولاد ہو (یعنی میت کے بھائی بہن ہوں) تو اس صورت میں اس (یعنی میت کے باپ) کی معاشی ذمہ داری ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے باپ کا حصہ ماں سے زیادہ رکھا گیا ہے (ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملتا ہے)۔

مرد اور عورت کے حصوں میں تفاوت کی بنیاد جنس پر نہیں ہے

اسلامی شریعت میں تقسیم میراث کی بعض صورتوں میں مرد اور عورت کے حصوں میں جو فرق و تفاوت پایا جاتا ہے وہ جنس کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بیٹے کے مقابلے میں باپ کا اور بیٹی کے مقابلے میں ماں کا حصہ کم نہ ہوتا۔ مستحقین میراث کے حصوں میں فرق و امتیاز کن اصولوں کی بنیاد پر کیا گیا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے عصر حاضر میں عالم عرب کے مشہور دانش ور ڈاکٹر محمد عمارہ نے لکھا ہے:

''میراث میں فرق و امتیاز کی بنیاد مرد و عورت ہونے پر نہیں ہے، بلکہ اس فرق کی بنیاد تین معیاروں اور اصولوں پر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول: وارث (خواہ مرد ہو یا عورت) اور میت مورث کے درمیان درجۂ قرابت ہے۔ لہٰذا یہ قرابت جتنی قریب ہوگی اسی لحاظ سے میراث میں وارث کا حصہ زیادہ ہوگا۔

دوم: نسلوں کے زمانی تسلسل کے تناظر میں وارث ہونے والوں کی نوعیت اور حیثیت ہے، لہٰذا وہ نئی نسلیں جو زندگی کا استقبال کر رہی ہیں، عام طور پر میراث میں ان کا حصہ ان پرانی نسلوں سے زیادہ ہوگا جو زندگی کو الوداع کہنے والی ہیں۔ اس میں وارثین کے مرد یا عورت ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے، مثلاً بیٹی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے، حالاں کہ وہ دونوں ہی عورتیں ہیں، بلکہ بیٹی باپ سے بھی زیادہ حصہ پاتی ہے۔ اور بیٹا باپ سے زیادہ حصہ پاتا ہے، جب کہ وہ دونوں مرد ہیں۔

سوم: وہ مالی ذمہ داری ہے جسے شریعت دوسروں کی کفالت سے متعلق وارث پر لازم کرتی ہے۔ یہی وہ معیار ہے جو مرد و زن کے درمیان تفاوت کا سبب بنتا ہے۔ شریعت میں ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اس لیے کہ یہاں پر (درجۂ قرابت و نسل کی برابری کی حالت میں) مرد وارث اپنی بیوی کی کفالت کا مکلف ہے، جب کہ وارث ہونے والی عورت کی کفالت اس مرد پر فرض ہے جو اس کا رفیق حیات ہے۔ اگر فرق کی ان صورتوں کا موازنہ میراث کی عام حالتوں سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صورتیں بہت کم ہوتی ہیں''۔[۱۴]

حاصل بحث

خلاصہ یہ کہ اسلامی شریعت میں تقسیم میراث کا نظام مساوات پر نہیں، بلکہ عدل پر مبنی ہے۔ اس میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، کہیں اس کے برابر اور کہیں کم۔ جن صورتوں میں اسے مرد سے کم ملتا ہے ان میں اسلامی نظام معاشرت کے وسیع تناظر میں غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی اسے اس کے استحقاق اور احتیاج سے زیادہ دیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی ومراجع

۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: مصطفی السباعی، المرأة بین الفقه والقانون، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۵ء، طبع چہارم، ص۱۳-۲۲۔ بحث: تطور حقوق المرأة عبر التاریخ۔

۲ طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دارالمعارف قاہرہ، مصر، ۷/۵۹۹، مزید ملاحظہ کیجیے فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ، مصر، ۹/۱۶۷، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، الهیئة المصریة العامة للکتاب، ۱۹۸۷ء، ۵/۷۹

۳ ابوالسعود العمادی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، برحاشیہ التفسیر الکبیر للرازی، المطبعة العامرة مصر، ۱۳۰۸ھ، ۳/۲۰۴-۲۰۵

۴ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، موسسة الریان، بیروت، ۲۰۰۷ء، ۱/۵۰۹

۵ حوالہ سابق، ۱/۵۱۲

۶ ارشادالعقل السلیم، (تفسیر ابوالسعود) ص۲۰۵-۲۰۶

۷ زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل، طبع مصر، ۱۹۷۲ء، ۱/۵۰۳؛ مزید ملاحظہ کیجیے رازی، التفسیر الکبیر، ۹/۱۶۸، تفسیر ابی السعود، ۳/۲۰۶۔ علامہ ابوالسعود نے لکھا ہے کہ یہ حال ہونے کی وجہ سے بھی منصوب ہوسکتا ہے۔

۸ کشاف، ۱/۵۰۵، تفسیر کبیر، ۹/۱۷۹

۹ السید رشید رضا، تفسیر المنار، طبع مصر، ۴/۴۰۵

۱۰ حوالہ سابق، ص۴۰۶

۱۱ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیه وامه، ۶۷۳۲، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأهلها الخ، ۱۶۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲؎ تفسیر ابن کثیر، ۵۱۲/۱

۱۳؎ تفسیر المنار، ۴۰۶/۴، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: تفہیم القرآن، طبع دہلی، ۱۹۶۳ء، ۳۲۶/۱، تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ۲۶۰/۲

۱۴؎ ڈاکٹر محمد عمارہ، تقریظ بر رسالہ میراث المرأة وقضية المساواة، ڈاکٹر صلاح الدین سلطان، اردو ترجمہ بہ عنوان عورت کا حق میراث شریعت اسلامی کی روشنی میں از نور الحق رحمانی، قاضی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲-۱۳

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام الميراث في القرآن

محمد عناية الله اسد سبحاني

قال الله تعالى في كتابه العزيز:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (١١) وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ (١٢) تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٣) وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (١٤). (سورة النساء)

تحقيق معنى الكلالة

قبل أن نخوض في تأويل الآيات نود أن نتأكد من معنى لفظ الكلالة، فإنه هو قطب الرحى في تلك الآيات، والخطأ في تأويله قد جرنا إلى أخطاء كثيرة في تأويل الآيات. كما جرنا إلى أخطاء فادحة في مسائل الميراث، فنقول وبالله التوفيق:

قال الشعبي: (الكلالة ما كان سوى الولد، والوالد من الورثة إخوة أو غيرهم من العصبة). (١)

وقال الطبري بعد سرد الأقوال الواردة في تأويل الكلالة:

" الصواب من القول في ذلك عندي ما قاله هؤلاء، وهو أن"الكلالة" الذين يرثون الميت، من غدا ولده ووالده، وذلك لصحة الخبر الذي ذكرناه عن جابر بن عبد الله أنه قال: قلت يا رسول الله؟ إنما يرثني كلالة، فكيف بالميراث؟ ...." (٢)

وقال القرطبي:

ذكر الله عز وجل في كتابه الكلالة في موضعين: آخر السورة وهنا، ولم يذكر في الموضعين وارثا غير الاخوة. فأما هذه الآية فأجمع العلماء على أن الاخوة فيها عني بها الاخوة للام، لقوله تعالى: (فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث). وكان سعد بن أبي وقاص يقرأ (وله أخ أو أخت من أمه).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا خلاف بين أهل العلم أن الاخوة للاب والام أو الاب ليس ميراثهم كهذا، فدل إجماعهم على أن الاخوة المذكورين في آخر السورة هم إخوة المتوفى لابيه وأمه أو لابيه. لقوله عزوجل (وإن كانوا إخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين).

ولم يختلفوا أن ميراث الاخوة للام ليس هكذا، فدلت الآيتان أن الاخوة كلهم جميعا كلالة. (٣)

هذا مما قاله القرطبي في تأويل لفظ الكلالة، ونحا الأزهري نفس المنحى في تأويل الكلالة حيث قال:

" ذكر الله الكلالة في سورةالنساء في موضعين: أحدهما قوله: (وإن كان رجل يورث كلالة أو امرأة وله أخ أوأخت فلكل واحد منهما السدس) والموضع الثاني في كتاب الله قوله: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ) الآية فجعل الكلالة هنا الأخت للأب والأم، والإخوة للأب والأم، فجعل للأخت الواحدة نصف ما ترك الميت، وللأختين الثلثين، وللإخوة والأخوات جميع المال بينهم، للذكر مثل حظ الأنثيين، وجعل للأخ والأخت من الأم في الآية الأولى، الثلث، لكل واحد منهما السدس، فبين بسياق الآيتين أن الكلالة تشتمل على الإخوة للأم مرة، ومرة على الإخوة والأخوات للأم والأب، ودل قول الشاعر أن الأب ليس بكلالة، وأن سائر الأولياء من العصبة بعد الولدكلالة، وهو قوله:

فإن أبا المرء أحمى له * ومولى الكلالة لايغضب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أراد: أن أبا المرء أغضب له إذا ظلم. وموالي الكلالة، وهم الإخوة والأعمام وبنو الأعمام وسائر القرابات لا يغضبون للمرء غضب الأب." (٤)

ولانريد أن نتنفس في سرد الأقوال، فقد ذكرنا من ذكرنا، والذين لم نذكرهم يحومون كلهم حول هذا الرأي، ولا يعدونه إلا قليلا.

والذي نلاحظه فيماكتبوا، أنهم لايعتمدون في تحقيق معنى الكلالة إلا على أقوال وآثار، رويت لهم، وهم اعتمدوا عليها على الرغم من أنها ماورويت إلا بأسانيد ضعيفة واهية!

وهي لا تصلح أبدا لأن يعتمد عليها في تحقيق معنى الكلالة، ولا تصلح لأن يبني عليها أي حكم من أحكام الشرع، أو أي أمر من أمور العلم.

وستكون لنا وقفة عند بعضها، حتى نكون على بينة من أمرها، ونعرف ما فيها من علات وأسقام.

وكان أولى بالناس أن يرجعوا في هذا الأمر إلى كتاب الله، قبل أن يرجعوا إلى تلك الآثار، أو يرجعوا إلى أي شيئ آخر، ولقد وصف لهم نبيهم عليه الصلاة والسلام ذلك، حيث روى: عن البراء بن عازب قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله يستفتونك في الكلالة فما الكلالة؟ قال تجزيك آية الصيف. (٥)

إي والله، كانت تجزيهم آية الصيف، لوأنهم أقاموا عليها، وأنعموا النظر فيها. ولكنهم ما فعلوا ذلك، وتهافتوا على آثار وروايات، لم يتأكدوا من صحتها، ولفقوها قبل أن يعرفوا أمرها، وتهاونوا فيها، وكان الأمر جدا!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وكان القرطبي موفّقا جدا، حينما رجع إلى الآيات، وكان أولى بأن يتوصل في معنى الكلالة إلى شيئ محكم يوافق سياق القرآن، ولكنه لم يزد على أن ألقى نظرة خاطفة على الآيات، ثم رجع عنها قبل أن يملأ يديه بحقائقها!

والذي حدث مع الأزهري كان شبيها بذلك، حيث رجع إلى الآيات ولم ينعم النظر فيها، وإنما رأى أن القرآن ذكر الكلالة مرتين، وفي كلا الموضعين ذكر الإخوة، فظن، كما ظن القرطبي، أن الإخوة كلهم من الكلالة، سواء كانوا إخوة لأب وأم، أو إخوة لأب، أو إخوة لأم.

والنظرة المتأنية في الآيات تذهب بنا في معنى الكلالة، إلى غير ما ذهبا إليه. وحديث البراء يوصينا بأن نرجع في معنى الكلالة إلى آية الصيف، لا إلى أختها التي وردت في أول السورة، والتي جاء فيها لفظ الكلالة.

فنرى من واجبنا في تحقيق معنى الكلالة، أن نرجع إلى آية الصيف، وها هي ذي:

(يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)

معنى الكلالة، في ضوء الآية

فإذا رجعنا إلى تلك الآية، ومكثنا عليها، وتأملنا فيها، وجدنا فيها في أمر الكلالة ما يقنعنا وينشفي أنفسنا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إذا أنعمنا النظر فيها، وجدنا أن الكلالة ليس معنى مفردا، وإنما هي صورة من صور التوريث، أو حالة من حالات التوريث، فالإخوة لا يسمون كلالة في مصطلح القرآن، ولا غيرهم من الأقارب والأولياء، وإنما الكلالة: أن يموت شخص، وليس له ولد، وإنما له أخت، أو أخوات، أو إخوة لأب وأم، أو لأب، فهذه الصورة المتكاملة من حالة التوريث، هي التي تسمى كلالة.

وإذا كانت هذه الحالة، أو هذه الصورة من التوريث، سدّت الأخت مسد البنت، وسدّ الأخ مسدّ الابن، وسدّت الإخوة مسد الأبناء، وسدّت الأخوات مسد البنات. وإذا كانوا إخوة، رجالا ونساء، فللذكر مثل حظ الأنثيين، مثل ما يكون مع الأولاد تماما، جمعا وتفريقا.

وأما الإخوة أو الأخوات لأم فهم لم يذكروا في تلك الآية، ولوكانوا من الكلالة، لذكروا فيها، ولم يذكروا منفصلين في آية أخرى حيث قال تعالى:

"وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ"

فقوله تعالى: وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ وقع حالا مما قبله، كما ذكره أبوالسعود حيث قال:

"والجملة في محل النصب على أنها حال من ضمير يورث أو من رجل على تقدير كونِ [يُورَثُ] صفة." (٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فإذاكانت الجملة: "وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ" في موضع الحال، فلابد أن يكون هذا الأخ أو الأخت مغايرا لصاحب الحال. ويكون تأويل الآية كما يلي:

"إن كان رجل يورث كلالة أو امرأة، بحيث مات وليس له ولد وإنما له أخت أو أخوات، أو إخوة لأب وأم، أولأب، والحال أن له أخا أو أختا كذلك، فهذا الأخ أو تلك الأخت، له أولها السدس. وإن كانوا أكثرمن واحد، فهم شركاء في الثلث.

ويفهم من السياق أن هذا الأخ أو الأخت، لا يكون غير أخ لأم، أوأخت لأم فإن الأخ لأب وأم، أو الأخ لأب داخل في معنى الكلالة، فلم يبق بعد الكلالة غير أخ لأم أو أخت لأم.

والذي ورد في الروايات من أن " أن سعدا كان يقرؤها: وان كان رجل يورث كلالة أو امرأة وله أخ أو أخت من أم" (٧)

فهذا من قلة فهم الراوي، فإنها ما كانت قراءة، وإنما كان من قبيل الاستنباط من نظم الآية.

ويفهم من السياق أن الأخ لأم والأخت لأم ليسا من الكلالة، خلافا لما ذهب إليه الأزهري أو القرطبي أو غيرهما من أهل اللغة والتفسير.

حكم الإخوة لأم

ويفهم من السياق أن الإخوة لأم لا يرثون إلا في صورة الكلالة، أي: لايرثون إلا إذا كان يرث الإخوة لأب وأم، أو الإخوة لأب، وهم لا يرثون إلا تبعا لهم.

وإذا كانوا لا يرثون إلا تبعا لهم، فلا يمكن أبدا أن يتقدموهم في الميراث. حيث يغنم الإخوة لأم، ويحرم الإخوة لأب وأم، أو الإخوة لأب.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتى ولا يمكن أن تتساوى أقدامهم في الميراث، فكل يأخذ نصيبه حسب قرابته من المورث. فإن صح أن الإخوة لأب وأم، أو الإخوة لأب أقرب إلى المورث من الإخوة لأم، فلا بد أن يكون لهم النصيب الأكبر في الميراث في جميع الأحوال.

وأما ما قاله الشوكاني، فهو كلام يعوزه الدليل، يقول الشوكاني:

"ودلت الآية على أن الإخوة لأم إذا استكملت بهم المسألة كانوا أقدم من الإخوة لأبوين، أو لأب، وذلك في المسألة المسماة بالحمارية، وهي إذا تركت الميتة زوجاً وأماً وأخوين لأم، وإخوة لأبوين، فإن للزوج النصف، وللأم السدس، وللأخوين لأم الثلث. ولا شيء للإخوة لأبوين. ووجه ذلك أنه قد وجد الشرط الذي يرث عنده الإخوة من الأم، وهو كون الميت كلالة، ويؤيد هذا حديث: " ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقي، فلأولى رجل ذكر" وهو في الصحيحين، و غيرهما". (٨)

نقول: لقد تملينا الآية مليا، وأقمنا عليها طويلا، ولكن لم يظهر لنا كيف تدل الآية على أن الإخوة لأم أقدم من الإخوة لأبوين. وكيف يمكن ذلك وهو خلاف الأصل، وخلاف العقل؟ فالآية من القرآن لا تدل أبدا على أمر لا يقبله العقل، ويكون مخالفا للأصل.

وإذا كان الأصل في توزيع الميراث أن يكون على أساس الأولوية والأقربية، فكيف يمكن أن يحرم الأقرب، ويغنم الأبعد؟ حتى يضطر شخص إلى أن يتفوه بتلك الكلمة السفيهة، التي روتها لنا الرواة: "هب أن أبي كان حمارا"! أو "هب أن أبي كان حجرا في اليم"!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فكتاب الله أجل وأرفع من مثل هذه المزليات، وليست في شريعته "الخماريات" ولا "الخمريات"!

كيف التوزيع بين الإخوة؟

وتلك المشكلة التي ذكرها الشوكاني لاتحدث إلا نتيجة لخطء في طريقة التوزيع، فتوزيع الميراث بين الإخوة لا يكون كما ذكروه، وإنما طريقته أن يعطى كل ذي فريضة فريضته ما عدا الإخوة، ثم الباقي يوزع بين الإخوة حسب نصيبهم في كتاب الله، فإن كان أخ أو أخت لأم أخذ سدس الباقي، وإن كانوا أكثر من واحد: اثنين، أو ثلاثة، أو أربعة فما فوق الأربعة، أخذوا ثلث الباقي، وهذا الثلث يوزع بينهم بالسوية، للذكر مثل حظ الأنثى، ومابقي بعد إفراز السدس أو الثلث، وزع بين الإخوة لأب وأم، والإخوة لأب حسب نصيبهم في كتاب الله.

حكم الإخوة لأب

ويفهم من سياق الآية أن الإخوة لأب وأم، والإخوة لأب يكونون في حكم واحد، وفي درجة واحدة، ويرثون مرة واحدة، إذا اجتمعوا، ولا يكون بعضهم حاجبا لبعضهم، على عكس ما قيل.

فالقرآن لم يصنف الإخوة إلا إلى صنفين، صنف ذكروا في آية الصيف، وهم الإخوة لأب وأم، والإخوة لأب، وصنف ذكروا في أول السورة في الآية رقم (١٢) وهم الإخوة لأم. فهذان صنفان للإخوة لا ثالث لهما.

فتصنيف الإخوة إلى ثلاثة أصناف، ليس عليه دليل، لا في القرآن، ولا في السنة.

رواية واهية نالت القبول عند أهل العلم!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهناك رواية رويت عن سيدنا علي، ولعل هذه الرواية هي التي حملت على القول بحجب بعض الإخوة بعضهم الآخرين، وهي كما يلي:

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّ أَعْيَانَ بَنِي الأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلاَّتِ. قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْحَارِثِ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ. (٩)

وإذا كان بعض أهل العلم قد تكلموا في الحارث، فلننظر ما ذا قالوا؛ حتى نكون على بينة من أمرد. فصاحبنا هذا هو الحارث بن عبدالله الاعور الهمداني الخارفي أبو زهير الكوفي.

قال مسلم في مقدمة صحيحه: ثنا قتيبة بن سعيد ثنا جرير عن مغيرة عن الشعبي، قال حدثني الحارث الاعورالهمداني، وكان كذابا. (١٠)

وقال الجوزجاني سألت علي بن المديني عن عاصم والحارث فقال مثلك يسأل عن ذا؟ الحارث كذاب.

وقال الدارقطني: الحارث ضعيف.

وقال ابن عدي: عامة ما يرويه غير محفوظ.

وقال ابن حبان: كان الحارث غاليا في التشيع واهيا في الحديث. (١١)

وروى أبو بكر بن عياش، عن مغيرة، قال: لم يكن الحارث يصدق عن علي في الحديث.

قال حصين عن الشعبي: ما كذب على أحد من هذه الامة، ما كذب على علي. (١٢)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هذا هو الحارث الذي قال عنه الترمذي: "وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْحَارِثِ وَالْعَمَلُ عَلَى هذا الْحَدِيثِ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ." فمابال أهل العلم عملوا بحديث رجل لم تكن بضاعته إلا الكذب، والذي عرف بالكذب على عليّ، وهولم يكذب على أحد مثل ماكذب على عليّ!

وإذا رأينا في الموضوع من ناحية الفقه والدراية، فالرؤية الفقيهة الواعية لا تقرّ تلك الرواية، حيث لا يجوز أن يحجب أعيان بني الأم إخوانهم من بني العلات، وهم لا يحجبون الإخوة للأم؟ وكيف يجوز أن يحجبوا الأقرب، ولا يحجبوا الأبعد؟!

حكم الأب مع الإخوة

وشيئ آخر نلاحظه في آية الصيف، هو أنها لا تذكر في تعريف الكلالة، الأب نهائيا، وهذا لا يعني إلا أن الأب لا علاقة له بالموضوع، ولا يختلف الوضع إذا كان موجودا، أو غير موجود، ففي كلتا الحالتين ترث الأخت مثل ما ترث البنت، وترث الأخوات مثل ما ترث البنات، ويرث الإخوة مثل ما يرث البنون، وأما الأب فلا يكون له من الميراث في حالة وجود الأخ أو الأخت، إلا مثل ما يكون له في حالة وجود الابن، وهو السدس، خلافا لما درج عليه الفقهاء والمفسرون.

وأما ما قاله الزمخشري في تفسير الآية، حيث قال:

فإن قلت: الابن لا يسقط الأخ وحده فإن الأب نظيره في الإسقاط، فلم اقتصر على نفي الولد؟ قلت: بين حكم انتفاء الولد، ووكّل حكم انتفاء الوالد إلى بيان السُّنة، وهو قوله عليه السلام:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولى عصبة ذكر» والأب أولى من الأخ، وليسا بأول حكمين بين أحدهما بالكتاب والآخر بالسنة. ويجوز أن يدل بحكم انتفاء الولد على حكم انتفاء الوالد لأن الولد أقرب إلى الميت من الوالد، فإذا ورث الأخ عند انتفاء الأقرب، فأولى أن يرث عند انتفاء الأبعد، ولأن الكلالة تتناول انتفاء الوالد والولد جميعاً، فكان ذكر انتفاء أحدهما دالاً على انتفاء الآخر. (١٣)

وكذلك ماقاله ابن الجوزي في تفسيرقوله تعالى:(ليس له ولد)حيث قال:

" يريد: ولا والِد: فاكتفى بذكر أحدهما، ويدلُّ على المحذوف أنَّ الفتيا في الكلالة، وهي مَن ليس له ولد ولا والد." (١٤)

فهذه كلها تأويلات باردة. تأويلات لا تخلو من تكلف وتمحل، تأويلات ليس لها دليل من اللفظ أو من السياق، وإنما هي عبارة عن تطويع الآية لمعنى أجنبي عنها، أو هي من تحميل الآية ما لا تحتمله.

و هذا خلاف الأصل، فالأصل في الآية أن ندور معها حيثما دارت، ونسير معها حيثما سارت، ولا نلوي عنقها حتى نجعلها طبقا لهوانا، أوطبقا لمفاهيمنا الخاطئة، التي ورثناها ممن قبلنا، فكتاب الله فوق كل شيئ، وهو يَقضي ولا يُقضى عليه.

رواية عن أبي بكر، ودراستها

وهنا لا بد لنا من وقفة عند ما روي ابن جرير عن سيدنا أبي بكرالصديق:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدثني يعقوب بن إبراهيم قال، حدثنا هشيم قال، أخبرنا عاصم الأحول قال، حدثنا الشعبي: أن أبا بكر رحمه الله قال في الكلالة: أقول فيها برأيي، فإن كان صوابًا فمن الله: هو ما دون الولد والوالد. قال: فلما كان عمر رحمه الله قال: إني لأستحيي من الله أن أخالف أبا بكر. (١٥)

حينما ننظر في هذه الرواية، نجد أنفسنا أمام إشكالات وتساؤلات، منها:

= لقد نزلت آية الكلالة في السنين الأوائل من العهد المدني، أي: بعد غزوة أحد على أصح القولين، وعاش رسول الله بعدها سنين عددا، وكان أبوبكر الصديق يلازمه في صباحه ومسائه، وغدوه ورواحه، وسفره وحضره، فما الذي منعه أن يسأل رسول الله معنى الكلالة، إن كان لا يعلمه؟

= الكلالة ليس لفظا دخيلا في لغة العرب، بل هو عربي بحت قديم، والعرب كانوا يعرفونه، وكانوا يستعملونه في كلامهم، في شعرهم ونثرهم، قال يزيد بن الحكم:

والمرء يبخل في الحقو ...ق وللكلالة ما يسيم

ما بخل من هو للمنو ... ن و ريبها غرض رجيم (١٦)

فهل استعمل هذا الشاعر لفظ الكلالة بدون أن يستوعب معناه؟ ولعله ليس بعيدا عن المعنى الذي وردت به آية الصيف.

ثم هناك روايات عن أصحاب رسول الله، استعملوا فيها لفظ الكلالة في نفس المعنى الذي ورد به القرآن، حيث روى الإمام مسلم، قال:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم- وَأَنَا مَرِيضٌ لاَ أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبُّوا عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلاَلَةٌ. فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ. فَقُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ) قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ. (١٧)

وروى الإمام أحمد قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَمْرِو بْنِ الْقَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَدِمَ فَخَلَّفَ سَعْداً مَرِيضاً حَيْثُ خَرَجَ إِلَى حُنَيْنٍ فَلَمَّا قَدِمَ مِنْ جِعِرَّانَةَ مُعْتَمِراً دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ وجِعٌ مَغْلُوبٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالاً وَإِنِّي أُورَثُ كَلاَلَةً. (١٨)

فإن كان لفظ الكلالة واضحا معلوما عند الشاعر العربي، وكان واضحا معلوما عند جابر بن عبدالله، وكان واضحا معلوما عند سعد، فما ظنك بأبي بكر؟ و أبوبكر هو أبوبكر! وهل يمكن أن يفوته هذا اللفظ، أويفلته معناه مع طول باعه، وعلوكعبه في لغة العرب؟

= ثم ما معنى قول عمر: إني لأستحيي من الله أن أخالف أبابكر؟ لو حدث – مثلا – أن أبابكر وقع في خطء، فهل يتركه عمر حتى يتأصل ويتفاقم، أم يبادر إلى إصلاحه؟

وهل الاختلاف عيب على صاحبه، إن كان إسهاما في العلم، وتمكينا للحق؟ وكم اختلف عمر مع أبي بكر في حياة رسول الله وبعد وفاته،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولكن هذا الاختلاف لم يفسد للودّ قضية. وما جنت الأمة منه إلا الخير والبركة.

الفحص عن السند

ثم إذا فحصنا الرواية من ناحية السند، تأكد عندنا ضعفها وركاكتها؛ فإن من رواتها عاصم الأحول، وهو عاصم بن سليمان الأحول أبو عبد الرحمن البصري مولى بني تميم، وقد تكلم فيه عدد من أئمة الرجال، قال ابن حجر:

كان يحيى بن سعيد قليل الميل إليه. وقال ابن إدريس: رأيته أتى السوق فقال اضربوا هذا، أقيموا هذا. فلا أروي عنه شيئا، وتركه وهيب؛ لأنه أنكر بعض سيرته. (١٩)

وقال الذهبي: قال ابن معين: كان ابن القطان لا يحدث عن عاصم الأحول، يستضعفه. وقال يحيى القطان: لم يكن بالحافظ. وقال عبدالرحمن بن المبارك: قال ابن علية: كل من اسمه عاصم في حفظه شئ. وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالحافظ عندهم، ولم يحمل عنه ابن إدريس لسوء حفظه. (٢٠)

وبالجملة فالرواية التي رويت عن أبي بكر في تفسير الكلالة رواية واهية ساقطة، وهي لا تصلح أبدا لأن يعتمد عليها في تفسير الكلالة.

إذاً فالعمدة في تفسير الكلالة هي آية الصيف، كما روي عن نبينا عليه الصلاة والسلام، وآية الصيف تفيد أن الرجل إذا مات ولم يترك من خلفه ولدا، وإنما ترك إخوة، فالإخوة الأشقاء أو الإخوة لأبيه، أوهم جميعا ينزلون منزلة الولد، وهم يرثون مايرثه الولد، حتى ولوكان الأب على

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قيد الحياة. والأب لا يكون حاجبا للإخوة، وإنما يرث مع الإخوة، ما يرثه مع الولد، وهو السدس مما تركه المورث.

رواية سبب النزول

ومما يساعدنا في استيعاب الموضوع، التأكد من سبب نزول آية الصيف، فما سبب نزولها؟

ذهب المفسرون عموما إلى أن سبب نزولها ما رواه مسلم وغيره، قال:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ – صلى الله عليه وسلم– وَأَنَا مَرِيضٌ لاَ أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبُّوا عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلاَلَةٌ. فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ. فَقُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ) قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ. (٢١)

وهنا لا بد لنا من وقفة، حتى نستحضر في أذهاننا حقيقة ما روي لنا في أسباب نزول الآيات. قال الزركشي:

"وقد عرف من عادة الصحابة والتابعين أن أحدهم إذا قال: "نزلت هذه الآية في كذا" فإنه يريد بذلك أنها تتضمن هذا الحكم، لا أن هذا كان السبب في نزولها، وجماعة من المحدثين يجعلون هذا من المرفوع المسند... وأما الإمام أحمد فلم يدخله في المسند، وكذلك مسلم وغيره، وجعلوا هذا مما يقال بالاستدلال، وبالتأويل، فهو من جنس الاستدلال على الحكم بالآية، لا من جنس النقل لما وقع." (٢٢)

وقال ولي الله الدهلوي:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وقد تحقق لدى الفقير أن الصحابة والتابعين كثيرا ما يقولون: "نزلت الآية في كذا" و لا يكون غرضهم إلا تصوير ما تصدق عليه الآية من الأحداث والمعاني وذكر بعض القصص والوقائع، التي تشملها الآية الكريمة لعموم لفظها، سواء كانت القصة متقدمة على نزول الآية أومتأخرة عنها، إسرائيلية كانت أوجاهلية، أو إسلامية، تنطبق على جميع قيود الآية أو بعضها، والله أعلم." (٢٣)

وعلى هذا فلا مانع من القول إذا قلنا: إن قصة جابر ليست هي السبب الحقيقي لنزول آية الصيف، وإنما هي مما تصدق عليه الآية بعمومها وشمولها.

سبب نزول آية الصيف

وأما السبب الحقيقي لنزول آية الصيف، فهو يرجع إلى آيات الميراث، التي سبق نزولها ووضعها في أول السورة. وبيانه أن الآيات التي جاءت في بيان الميراث قبل آية الصيف، ذكرت أنصبة الإخوة للأم بلفظ صريح واضح، وقد بينا ذلك، وفصلناه فيما مضى.

وأما أنصبة الإخوة لأب وأم، أو لأب فلم تذكر بلفظ صريح واضح، وإنما أومئ إليه إيماء في قوله تعالى: (فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ) فالآية بسياقها تدل على أن الإخوة، وهم غير الإخوة الذين ذكروا في الآية التالية، يسدون مسدّ الولد إذا لم يكن هناك ولد. فإن الأم لا تأخذ السدس إلا في حالة وجود الولد.

فلما قيل: إن الأم ترجع من الثلث إلى السدس في حالة وجود الإخوة، فكأنه قيل: إن الإخوة في حالة عدم الولد يكونون مثل الولد، وهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يأخذون مثل ما يأخذ الولد، وبالتالي يرجع الأب أيضا إلى السدس، كما يكون في حالة وجود الولد.

يبدو أن هذا الإيماء لم يكن واضحا للجميع، فإن ظهر لناس، فقد خفي والتبس على آخرين، فكان هناك خلاف ونقاش، وسؤال واستفسار في الموضوع، ومن هنا جاء الاستفتاء، فجاءت الفتوى:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (١٧٦)

وكانت هذه الآية بيانا واضحا شاملا في الموضوع. وظهر أمر الكلالة بعدها ظهور الشمس في ربعة الضحى.

وكم كان الأمر عجيبا حينما قيل، بعد هذا الوضوح والظهور، إن أبابكر، وعمر، و الصحابة كلهم، كانوا في حيرة من أمر الكلالة! بل وكأنهم في لينة كقر النحوم غمامها! انظر معي تلك الروايات:

رواية عمر في الكلالة

حدثنا أحمد بن داود بن موسى قال: حدثنا سهل بن بكار قال: حدثنا أبو عوانة، عن جابر، عن الحسن، عن مسروق، عن أبيه قال: «سألت عمر بن الخطاب، عن قرابة لي ورث كلالة، فقال: الكلالة؟ الكلالة؟ الكلالة؟ ثلاثا، ثم أخذ بلحيته، فقال: والله لأن أعلمها، أحب إلي مما على الأرض من شيء، سألت عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:»ألم تكن تسمع إلى الآية التي أنزلت في الصيف؟«مرتين. (٢٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلك الرواية جاءت عن طريق جابر وهو جابر بن يزيد بن الحارث بن عبد يغوث الجعفي أبو عبد الله. قال يحيى بن يعلى قيل لزائدة: ثلاثة لم لا تروي عنهم: ابن أبي ليلى، وجابر الجعفي، والكلبي قال: اما الجعفي فكان والله كذابا يؤمن بالرجعة. وقال أبويحيى الحماني: عن أبي حنيفة: ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته بشئ من رأيي إلا جاءني فيه باثر! وقال يحيى بن يعلى سمعت زائدة يقول: جابر الجعفي رافضي يشتم أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

وقال ابن سعد كان يدلس، وكان ضعيفا جدا، في رأيه وروايته وقال العقيلي في الضعفاء: كذبه سعيد بن جبير. وقال العجلي: كان ضعيفا يغلو في التشيع وكان يدلس. (٢٥)

ثم الذي رواها عن جابر هو أبوعوانة، وهو وضاح بن عبدالله أبو عوانة الواسطي، صاحب قتادة. قال أبو حاتم: ثقة يغلط كثيرا إذا حدث من حفظه. (٢٦)

وروى عن أبي عوانة سهل بن بكار، قال عنه ابن حبان: ربما وهم وأخطأ. (٢٧)

وهكذا نرى الرواية جاءت عن طريق سلسلة واهية من الرواة!

رواية أخرى عن عمر في الكلالة

وهناك رواية أخرى، رواها مسلم، وغيره من أصحاب السنن، قال:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ..... وكان فيما قال:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ إِنِّي لاَ أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلاَلَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم- فِي شَىْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلاَلَةِ وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَىْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ « يَا عُمَرُ أَلاَ تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ ».

وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ. (٢٨)

تلك الرواية جاءت عن طريق قتادة، وهو قتادة بن دعامة بن قتادة بن عزيز أبوالخطاب السدوسي البصري، ولد أكمه. قال حنظلة بن أبي سفيان كان طاووس يفر من قتادة، وكان قتادة يرمى بالقدر. وقال علي بن المديني: قلت ليحى بن سعيد: إن عبدالرحمن يقول: اترك كل من كان رأسا في بدعة يدعو إليها قال: كيف تصنع بقتادة ؟ وقال معتمر بن سليمان عن أبي عمرو بن العلاء: كان قتادة وعمرو بن شعيب لا يغثّ عليهما شئ، يأخذان عن كل أحد! وقال جرير عن مغيرة عن الشعبي: قتادة حاطب ليل! وقال أبو داود حدث قتادة عن ثلاثين رجلا لم يسمع منهم. (٢٩)

هذا، والذي روى عن قتادة هو هشام، وهو هشام الدستوائي، مولى بني سدوس، وكان يرمى بالقدرمثل شيخه قتادة، وكان يأتي بالمناكير، ذكر ابن حبان حديثا رواه بشر بن عبدالله القصير، شيخ من أهل البصرة، منكر الحديث جدا، ثم قال: رواه عنه هشام الدستوائي وهذا خبر باطل لا أصل له. (٣٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وذكر يونس بن أبي الفرات الإسكاف مولى لقريش، ثم قال: روى عنه هشام الدستوائي ومخرمة بن بكير، منكر الحديث على قلة روايته، لا يجوز الاحتجاج به لغلبة المناكير في حديثه. (٣١)

هذا هشام، وذاك قتادة، راويا هذه الرواية، فكأنه اجتمع الظلام بالغمام، ظلمات بعضها فوق بعض!

وأما متن الرواية، فلعله في غنىً عن أي تعليق، وماذا يقال عن شيئ يشهد على نفسه، بما فيه من نكارة وكذب!

أنزل الله آية الصيف، وختمها بقوله تعالى: (يبين الله لكم أن تضلوا) فإن صحت رواية قتادة وهشام، فما فائدة هذا البيان؟ وهل مثل هذا البيان ينقذ الإنسان من الضلال؟!

وأين ذكاء عمر، وألمعيته، إذا لم ينفعه البيان من الله، ولا البيان من الرسول، حتى اضطر الرسول إلى أن يغلظ له، ولكن الغلظة أيضا لم تغن عنه شيئا؟!

رواية عقبة بن عامر في الكلالة

وهناك رواية أخرى رواها أبوبكر بن أبي شيبة، قال: حدثنا المقبري عن سعيد بن أبي أيوب قال حدثني يزيد بن أبي حبيب عن أبي الخير عن عقبة بن عامر أنه قال: ما أعضل بأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء ما أعضلت بهم الكلالة. (٣٢)

هنا أيضا نقول مثلما قلنا من قبل: ما الذي منع أصحاب رسول الله من أن يرجعوا إلى رسولهم، إذا أعضلت بهم الكلالة؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهل يقال: رجعوا إليه، ولكن الرسول عجز عن كشف غمّتهم؟

أي الموقفين وقفنا، ففيه بلاء، وفيه داء عضال!

وهناك موقف ثالث، وليس أمامنا إلا أن نلجأ إليه، فإنه هو العلاج الوحيد لهذا الداء العضال، وهو أن هذا ليس كلام عقبة بن عامر، وإنما هوكلام المقبري، راوي هذه الرواية، فمن هو المقبري؟

هو عبدالله بن سعيد بن أبي سعيد كيسان المقبرى، مولى بني ليث، عن أبيه واد بمرة، يكنى أبا عباد.

قال ابن معين: ليس بشئ.

وقال مرة: ليس بثقة.

وقال الفلاس: منكر الحديث، متروك.

وقال يحيى بن سعيد: استبان لى كذبه في مجلس.

وقال الدارقطني: متروك ذاهب. (٣٣)

ماذا وراء تلك الجهود؟

تلك روايات، وتلك رواتها، بعُجَرها وبُجَرها. ولعل فيها كفاية لمن أراد أن يقدّر الموقف. و أراد أن يقدّر تلك الجهود المشؤومة، التي بُذلت لصرف المؤمنين عن شريعة القرآن، حيث جعلوا الواضح البين من شرع الله غامضا عُضالا، وأشاعوا أنه لم يقدر على فهمه واستيعابه أصحاب رسول الله، وعلى رأسهم أبوبكر وعمر!!

ولم يريدوا بذلك إلا أن يُفرغوا الأمة، ويخوفوهم من وعورة الطريق، وخطورة الموقف، فإنه إذا لم يفهمه، ولم يستوعبه هؤلاءالأعلام،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فهيهات، هيهات أن يصل إليه لحن الأقزام؟ ثم حاؤوا بركام من الروايات، التي تفسر الكلالة تفسيرا، يخالف تفسير القرآن.

وما ينبغي أن ننسى أن من الرواة من كانوا من الموالي، الذين لم تبرأ قلوبهم من الضغن على الإسلام، والحقد على القرآن؛ لأن المسلمين فتحوا بلادهم، و أزالوا سلطانهم، وجعلوا أعزة أهلها أذلة.

وإذا كان الكذب قد كثر على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأي غرابة في أن يكثر على جلّة أصحابه، وخيرة أصدقائه، ولا سيما على أبي بكر وعمر؟

ولفظ الكلالة هو قطب الرحى في نظام الميراث في الإسلام، فإن فاتنا المعنى الصحيح للكلالة، حدنا عن الطريق، وفاتنا شيئ كثير من شريعة القرآن.

نعود إلى الآيات فنقول: إن آية الصيف تفيد أن امرءا إذا هلك، وليس له ولد، وله إخوة لأب وأم، أو إخوة لأب، فهم ينزلون منزلة الولد، ويرثون كمايرث الولد. وإذا كان الأب موجودا، فهو لايرث إلا السدس. فضلا عن أن يكون حاجبا لهم.

هذا ما تفيده آية الصيف، وأما إذا قلنا: إن الأب يكون حاجبا للإخوة، فهذا شيئ يخالف القرآن، ويوافق ما يوجد في شريعة اليهود؛ فإنه إذا توفي الابن عندهم، وليس له ابن ولابنت، كان الميراث لأبيه، إن كان موجودا، وإلا فلإخوته الذكور،وإلا فلإخوته الإناث. (٣٤)

مفهوم "إخوة" في الآية

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتفيد آية الصيف أن أخا واحدا يجعل الأبوين يأخذان السدس، مثل الابن تماما، كما أن الأخت الواحدة تجعل الأبوين يأخذان السدس، مثل البنت تماما، فإن الأخ أو الأخت نزلا منزلة الابن والبنت في حالة عدمهما، فيكون لهما حكمهما.

ولا نقول: إن القرآن جاء بلفظ الجمع المذكر: (فإن كان له إخوة فلأمه السدس) فلا بد أن يكونوا جماعة، وأقل الجمع ثلاثة، فإذا لم يكونوا ثلاثة، فلا أقل من أن يكونوا اثنين. ولا اعتبار لواحد، كما قيل.

ولانقول: (إخوة) جمع المذكر. فلا بد أن يكونوا ذكورا، وأما الإناث فلا يحسب لهن حساب في هذا الأمر. كما قيل.

لا نقول ذلك؛ لأن العرب في كثير من الأحيان يطلقون الجمع، ويريدون به الواحد وما فوق الواحد، ومنه قول امرئ القيس. وهو يصف فرسه:

يُزِلُّ الغُلامَ الخِفَّ عَنْ صَهَوَاتِهِ ... ويُلْوِي بِأَثْوَابِ العَنِيفِ المُثَقَّلِ

قال الزوزني، شارح المعلقات:

"... وإنما عبر بصهواته، ولا يكون له إلا صهوة واحدة؛ لأنه لا لبس فيه، فجرى الجمع و التوحيد مجرى واحدا عند الاتساع؛ لأن إضافتها إلى ضمير الواحد تزيل اللبس، كما يقال: رجل عظيم المناكب، وغليظ المشافر، ولا يكون له إلا منكبان وشفتان. ورجل شديد مجامع الكتفين. ولا يكون له إلا مجمع واحد." (٣٥)

ومنه قول الأعشى في معلقته:

ذاك شبَّهتُ ناقتي عن يمين الـ ... ـرعن بعد الكلال والإعمال

وتراها تشكُو إليّ، وقد صا ... رت طليحا تُحذى صدور النعال

محكم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقب الخفُ للسُّرى، فترى الأن ... ساع مِنْ حلّ ساعة وارْتحال

أثرتْ في جآجيء كإران المي ... ت عولين فوق عوج رسال

حيث نرى الأعشى استخدم لناقته كلمة "جآجئ" وهو جمع جؤجؤ، تعني: عظم الصدر، وقيل: وسطه، وقيل: مجتمع رؤوس عظام الصدر، ولا يكون لناقة أو أي حيوان إلا جؤجؤ واحد، كما قال امرؤ القيس عن فرسه:

له جؤجؤ حشر كأنّ لجامه ... يعالي به رأس جذع مشذّب

وقال تأبط شرا، وهو يعني نفسه:

فرشت لها صدري فزل عن الصفا ... به جؤجؤ عبل ومتن مخصر

فالأعشى أطلق في شعره لفظ الجمع، وعنى به المفرد. وشواهده كثيرة في كلام العرب، حيث يأتون بلفظ الجمع، ويقصدون به الجمع أحيانا، وأحيانا يقصدون به المفرد.

وكثر في القرآن هذا الأسلوب، كما ورد في نفس الآية: (وإن كانوا إخوة رجالا ونساء) فلفظ الإخوة، والرجال، والنساء جاء جمعا، والمراد به الواحد وما فوق الواحد، من التثنية والجمع، حسبما يقتضي المقام، فلو كان أخ واحد، وأخت واحدة، فهما يفعلان مثلما يفعل خمسة إخوة وأربع نساء - مثلا - حيث يقتسمون الميراث على قاعدة: للذكرمثل حظ الأنثيين.

وكذلك كثر استعمال جمع المذكر للأنثى، ولوكانت واحدة، مثلما جاء في قوله تعالى: (قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُاللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ) فالملائكة استعملوا ضمير الجمع المذكر (عليكم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لامرأة إبراهيم وهي واحدة فرد. فإنها هي التي تعجبت وصكّت وجهها، حينما جاءتها البشرى بالغلام، وماكان كلام الملائكة إلا ردا على تعجبها واستغرابها.

وله شاهد في آية الصيف نفسها، حيث جاء لفظ "إخوة" وجاء بعده تفسيره: "رجالا ونساء". وهذا يعني بالبداهة، أن "إخوة" يشمل الذكور والإناث.

وعلى هذا، فلفظ الإخوة في قوله تعالى: (فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ)

يكون عاما شاملا للذكور والإناث، وللمفرد والجمع. فالأخ الفرد يكون له حكم جمع من الإخوة، كما أن الأخت والأخوات يكون لهن حكم الإخوة الذكور.

الإخوة لا يرثون مع البنات

وتفيد آية الصيف أن الإخوة والأخوات لايرثون إلا في حالة عدم الولد، والولد يشمل البنين والبنات، فهم لايرثون إذا وجد أيّ من البنين والبنات، خلافا لما ذهب إليه الزمخشري، حيث قال:

ومحل {لَّيْسَ لَهُ وَلَدٌ} الرفع على الصفة لا النصب على الحال. أي: إن هلك امرؤ غير ذي ولد. والمراد بالولد الابن، وهو اسم مشترك يجوز إيقاعه على الذكر، وعلى الأنثى؛ لأن الابن يسقط الأخت، ولا تسقطها البنت. (٣٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والطريقة التي لجأ إليها الزمخشري في الاستدلال على رأيه، لا تخلو من ضعف. فهل فتاوى الناس وآراؤهم تكون قاضية على كتاب الله؟ وهل يكون تحديد معاني الكلمات والآيات بما قاله الناس، أم نخضع كلام الناس وآراءهم لكتاب الله، ونقول: كتاب الله هو القاضي، والحاكم، والمهيمن على الجميع؟

وهناك روايات تحمل هذا المعنى. ولعل الناس ركنوا إلى هذا المعنى اعتمادا عليها، فلا بأس بأن تكون لنا وقفة عندها، حتى نعجم عودها، ونخبر خبرها.

قال ابن حبان: أخبرنا أحمد بن يحيى بن زهير، بتستر، قال: حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح، قال: حدثنا إسحاق الأزرق، عن مسعر بن كدام، عن أبي قيس، عن هزيل بن شرحبيل، عن عبد الله، عن النبي صلى الله عليه وسلم في ابنة، وابنة ابن، وأخت، قال: «للابنة النصف، ولابنة الابن السدس، وما بقي فللأخت» (٣٧)

وقال أبوبكر البيهقي: أخبرنا أبو علي الحسين بن محمد بن محمد الروذباري، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن محمويه العسكري، ثنا جعفر بن محمد القلانسي، ثنا آدم بن أبي إياس، ثنا شعبة، ثنا أبو قيس، قال: سمعت هزيل بن شرحبيل، يقول: سئل أبو موسى الأشعري عن ابنة، وابنة ابن، وأخت؟ فقال: للابنة النصف، وللأخت النصف قال: وائت ابن مسعود فسيتابعني، فسئل عنها ابن مسعود، وأخبر بقول أبي موسى، قال: قد ضللت إذا وما أنا من المهتدين أقضي فيها بما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم: للابنة النصف، ولابنة الابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السدس تكملة الثلثين، وما بقي فللأخت قال: فأتينا أبا موسى الأشعري فأخبرناه بقول ابن مسعود، فقال: لا تسألوني عن شيء ما دام هذا الحبر فيكم. (٣٨)

جاءت هاتان الروايتان عن طريق أبي قيس، و هو عبدالرحمن بن ثروان، أبو قيس الاودى. قال عبدالله بن أحمد: سألت أبي عنه فقال: هو كذا وكذا، وحرك يده، وهو يخالف في أحاديث. وعن أحمد قال: لا يحتج به. (٣٩)

وقال أبو حاتم ليس بقوي هو قليل الحديث وليس بحافظ.

وذكره العقيلي في الضعفاء. (٤٠)

ومن رواة البيهقي جعفر بن محمد القلانسي، قال عنه الخطيب: يروي عنه محمد بن فارس العطشي، وهو رافضي بغيض. (٤١)

والذي روى عنه القلانسي، آدم بن أبي إياس، وهو عبد الرحمن بن محمد، ويقال ناهية بن شعيب الخراساني أبوالحسن العسقلاني، قال عنه ابن معين:

"ثقة، ربما حدث عن قوم ضعفاء." (٤٢)

وهيهات أن يكون الرجل ثقة، إذا حدث عن قوم ضعفاء؟!

وعلى أية حال، فالروايتان ليستا بحيث يحتجّ بهما، ويبنى عليهما حكم، وماذا بقي في الرواية، إذاكانت تخالف نص القرآن؟

موقف ابن عباس أقرب إلى القرآن

ولقد روى البيهقي عن ابن عباس، قال:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جاء ابن عباس رجل فقال رجل توفي وترك ابنته واخته لابيه وامه فقال للابنة النصف، وليس للاخت من النصف شيء، ما بقي فهو لعصبته فقال له رجل فان عمر بن الخطاب رضي الله عنه قد قضى بغير ذلك جعل للابنة النصف، وللاخت النصف. قال ابن عباس: انتم اعلم ام الله؟ قال معمر: فلم ادر ما وجه ذلك؟ حتى لقيت ابن طاوس فذكرت له حديث الزهري فقال: أخبرني أبي انه سمع ابن عباس يقول: قال الله تبارك وتعالى:(ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك) قال ابن عباس: قلتم انتم: لها نصف وان كان له ولد. (٤٣)

لعل تلك الرواية أوجه وأرجح من غيرها. حيث جاءت بموقف هو أقوى، وأقرب إلى لفظ القرآن. ولوكان المراد بالولد هو الابن، دون البنت، لماعدل النص عن الابن إلى الولد، لكونه أوضح وأبين في المقصود.

فإذا كانت - مثلا - بنت واحدة، وأخت شقيق، فلتأخذ البنت النصف فرضا، وليكن النصف الباقي رداً إليها، وإذا كانت -- مثلا — عشر بنات وأخت شقيق، فلتأخذ البنات الثلثين فرضا، وليكن الثلث الباقي ردا إليهنّ، ولا يصرف شيئ منه إلى الأخت الشقيق؛ لأنها لا ترث إذا وجدت البنات، وهنّ من الولد.

وكذلك الأمر، إذا كان مع البنت أخ شقيق، فالأخ الشقيق ليس له في الميراث نصيب، في حالة وجود البنت أو البنات.

هذا الذي يستفاد من آية الصيف، وإذا استفيد شيئ من الآية، فهو أحق بالأخذ وأحرى بالاتباع. وليس لنا أن نرضى به بدلا، أو نبغي عنه حولا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواية عن ابن عباس و هو ينكرها!

قد يقال: هناك حديث، فماذا نفعل بذلك الحديث، وهو حديث مشهور مستفيض، وهو يمنع هذا القول، حيث روى ابن عباس عن رسول الله، أنه قال:

«ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولى عصبة ذكر»

نقول: قدذكر أبو جعفر الطوسي في تهذيب الاحكام له عن أبي طالب الانباري عن محمد بن أحمد البربري عن بشر بن هارون ثنا الحميدي ثنا سفيان عن أبي إسحاق عن حارثة بن مضرب قال: جلست إلى ابن عباس بمكة فقلت روى أهل العراق عن طاووس عنك مرفوعا ما أبقت الفرائض فلاولي عصبة ذكر فقال: أبلغ أهل العراق اني ما قلت هذا، ولا رواه طاووس عني، قال حارثة: فلقيت طاووسا فقال: لا والله ما رويت هذا، وإنما الشيطان ألقاه على ألسنتهم. قال: ولا أراه إلا من قبل ولده، وكان على خاتم سليمان بن عبد الملك وكان كثير الحمل على أهل البيت.

ذكر العسقلاني هذا الكلام، ثم قال تعليقا عليه:

قلت: ومن دون الحميدي لايعرف حاله، فلعل البلاء من بعضهم. والحديث مذكور في الصحيحين. (٤٤)

فإذا تبرأ ابن عباس، وتبرأ طاوس من هذا الكلام، فماذا بقي فيه حتى نتمسك به؟ ولو عرف الشيخان براءة ابن عباس منه، لما ذكراه في الصحيحين.

سهام الزوج والزوجة مع الأخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومما يستفاد من آية الصيف أنه إذا اجتمع الأخ الشقيق، أوالأخ لأب، مع الزوج أوالزوجة في الميراث، ولم يكن هناك ولد، فالأخ يسدّ مسدّ الولد، فينزل الزوج من النصف إلى الربع، وإذاكانت الزوجة، أنزلها من الربع إلى الثمن.

فإذا ماتت المرأة — مثلا — عن زوج، وأم، وإخوة أشقاء، فللزوج الربع، وللأم السدس، والباقي يأخذه الإخوة الأشقاء.

ومن هنا تُحَلّ تلك المشكلة التي سموها أحيانا، المسألة الحمارية! وأخرى، المسألة الحجرية! وهي أن تموت المرأة — مثلا — عن زوج، وأم، وإخوة لأم، وإخوة أشقاء.

فقالوا: المسألة: من ستة: للزوج النصف: ثلاثة، وللأم السدس: واحد، وللإخوة لأم الثلث: اثنان، ولم يبق للأشقاء شيئ.

ولكن إذا رجعنا إلى القرآن، تحولت المسألة الحمارية، أوالحجرية، إلى مسألة إنسانية معقولة، فالمسألة تكون من اثني عشر: الزوج يأخذ الربع: ثلاثة، والأم تأخذ السدس: اثنين، والسبع الباقي يكون للإخوة، بحيث يكون ثلثه للإخوة لأم، والثلثان للإخوة الأشقاء، أو للإخوة لأب، أو لهم جميعا إذا اجتمعوا.

ولقد ذكروا أن المسألة الحمارية حدثت في عهد سيدنا عمر الفاروق، وذكروا فيها آراء للصحابة، وذكروا اختلافهم فيما بينهم، ولكن هذه الروايات ليس لها خطم، ولا أزمّة! وأمارات الوضع والكذب بادية عليها، وما كان عمر، و لا أصحابه، ليحكموا في مثل هذه القضايا باجتهادهم، والحكم واضح صريح في قرآنهم!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسألة العول و ما قيل فيها

ومن المسائل التي كانت موضع حيرة، وموضع جدال ونقاش عند الناس، وكان بإمكانهم أن يعالجوها بسهولة في ضوء آية الصيف، من غير أن يختلفوا فيما بينهم، من تلك المسائل مسألة العول. وهي أن تكون سهام أصحاب الفرائض أكثر من سهام المال، بأن يكون هناك ثلثان، ونصف، كالزوج مع الأختين لأب وأم، أو نصفان وثلث، كالزوج مع الأخت الواحدة لأب وأم، ومع الأم. (٤٥)

وقيل: لم يكن العول في عهد رسول الله ولا في عهد أبي بكر، وأول من قال بالعول في الإسلام هو العباس بن عبد المطلب، فإنه قال لعمر، حين وقعت هذه الحادثة: أعيلوا الفرائض.

وكان ابن عباس ينكر العول في الفرائض أصلا. وقيل لابن عباس: من أول من أعال الفرائض؟ قال: ذلك عمر بن الخطاب. أتى بفريضة فيها ثلثان ونصف، أو نصفان وثلث فقال لا أدري من قدمه الله فأقدمه، ولا من أخره الله فأؤخره وأعال الفريضة. وأيم الله لو قدم من قدمه الله تعالى، وأخر من أخره الله تعالى، ما عالت فريضة قط، فقيل: ومن الذي قدمه الله يا ابن عباس؟ قال: من نقله الله من فرض مقدر إلى فرض مقدر، فهو الذي قدمه الله تعالى، ومن نقله الله تعالى من فرض مقدر إلى غير فرض مقدر، فهو الذي أخره الله تعالى.

وعن عطاء، أن رجلا سأل ابن عباس، فقال: كيف يصنع في الفريضة العائلة؟ قال أدخل الضرر على من هو أسوأ حالا. قيل ومن الذي هو أسوأ حالا؟ قال البنات والأخوات. فقال عطاء: ولا يغني رأيك شيئا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولو مت لقسم ميراثك بين ورثتك على غير رأيك. فغضب وقال: قل لهؤلاء الذين يقولون بالعول، حتى نجمع. ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين. إن الذي أحصى رمل عالج عددا، لم يجعل في مال، نصفين وثلثا. فإذا ذهب هذا بالنصف. وهذا بالنصف، فأين موضع الثلث؟ فقال: لم تقل هذا في زمن عمر رضي الله عنه. قال كان رجلا مهيبا، فهبت. حتى قال الزهري: لولا أنه يقدم في العول قضاء إمام عادل ورع لما اختلف اثنان على ابن عباس رضي الله عنه في قوله في مسألة المباهلة، يعني مسألة العول. (٤٦)

مسألة العول والقرآن

ولا يوجد حلّ لهذا الخلاف إلا في آية الصيف، وإذارجعنا إلى آية الصيف، وجدنا ها تحل هذه المعضلة بسهولة، فإنه إذا كان الزوج مع الأختين لأب وأم، لم يأخذ النصف. وإنما يأخذ ما يأخذه في حالة وجود الولد، وهو الربع، والأختان تأخذان الثلثين فرضا، وتأخذان الباقي بالتعصيب.

وإذاكان الزوج مع الأخت الواحدة لأب وأم، ومع الأم، أخذ الزوج الربع، و أخذت الأم السدس، مثلما تأخذ في حالة وجود الولد، وأخذت الأخت النصف فرضا، وأخذت الباقي بالتعصيب. وهكذا دواليك.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالواقع أننا في غنى عن اللجوء إلى العول، وهو ليس من كتاب الله في شيء، وما نظن أنه بدأ من عهد سيدنا عمر، ولا من عهد الخلفاء الراشدين. وإنما نحن في عهد متأخر، حينما قل الرجوع إلى كتاب الله، وكثر الوضع في شرع الله، وكانت من الأعداء جهود مكثفة، حتى يدخلوا في دين الله ما ليس منه، وماكان علم المواريث بمنجوة منه، والأعداء كانوا يعرفون جيدا أن بضاعتهم لن تروج في سوق المسلمين، إلا إذا أسندوها إلى رسول الله، وأصحابه!

ففعلوا ذلك بكل لباقة وذكاء، حتى لتبس علينا الأمر، ووقعنا فيما أرادوا، وهم نجحوا فيما خططوا نجاحا باهرا، ربما لم يتخيلوه!

وهناك كثير من أقوال الصحابة في المواريث، لا توجد لها أسانيد، وإذا كانت لبعضها أسانيد، فهي لا تخلو من آفات، ولا تخلو من علّات، وهي لا تصلح أبدا لأن تبنى عليها أحكام، ولقد سبقت لها نماذج، وسنتبعها أمثالها ونظائرها، إذا اقتضى الأمر.

*** *** ***

لقد تنفسنا في شرح آية الصيف، وبيان مفهوم الكلالة بأطرافه وجوانبه، حتى أروينا، وارتوينا، وشبعنا وأشبعنا، وليس ذلك إلا من فضل الله، ربنا، فنحمده تعالى حمدا يليق بجلاله، ونثني عليه بجميع آلائه وصفاته.

ثم نأتي إلى قوله عزّ من قائل:

(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)

وكان الأصل أن نبدأ حديثنا بهذه الآية، ولكن الحديث عن الكلالة كان حديثا ذا شجون، وكانت له صلة بهذه الآية كذلك. فرأينا من الأفضل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أن نبدأ به، ونوفيه حقه من الإيضاح والبيان، حتى يكون ذلك معوانا لنا في استيعاب الموضوع، ونسأل ربنا أن يفتح علينا ما خفي من كتابه، و يمنحنا ما نحتاج إليه من كنوزه. إنه سميع قريب.وبعد:

فمن رحمة الله سبحانه، أنه أوصانا في أولادنا، ولكن ما مناسبة هذه الوصية؟ وما المراد بالأولاد في الآية ؟

من المعلوم أن الله سبحانه وتعالى أمرنا قبل ذلك في سورة البقرة بالوصية حيث قال:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (١٨٠) فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (١٨١) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (١٨٢)

فربنا سبحانه وتعالى أمرنا بالوصية في أموالنا إذاحضرنا الموت، وكان من شروط الوصية ألا يكون هناك جنف أو إثم، وكان واجبا على من خاف من موص جنفا أو إثما، أن يصلح بينهم، ولكن أداء الحقوق بدون جنف أو إثم ليس سهلا، بل شبه مستحيل، إذا لم يكن هناك توجيه وتشريع مفصل من الله، حتى ولو أراد شخص أن يؤدي الحقوق إلى أهلها، ويضع الأمور في نصابها، وكان جادًا في أمره، وصادقا في نيته، فلن يقدر عليه، لأنه ينقصه العلم، ولقد صدق ربنا إذ قال:

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (١١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالناس كانوا يوصون، ويوصون تطبيقا لأمر الله، ولكن كانوا يخطؤون، بطبيعة الحال، ويختلفون، ويزيدون وينقصون، فشخص يزيد لأبيه، وشخص يزيد لأمه، وشخص يزيد لأبنائه، دون آبائه، وشخص يزيد لبناته، دون أبنائه، وشخص يوصي لأخواته، دون زوجته، وشخص يوصي لزوجته، دون إخوته، وشخص يوصي للرجال ويحرم النساء، وهكذا.

ولا يخفى كم يكون حرج، وكم تكون فوضى، إذا ترك الأمر هكذا.

سياق آية المواريث

فالموقف كان يقتضي أن يأتي من الله بيان، ولا يبعد أن يكون قد كثر من الناس سؤال واستفتاء، فربنا العليم الحكيم استجاب للمؤمنين، وأنزل آيات المواريث، وفصل فيها الحقوق والأنصبة، وسماها وصية من الله.

كأن ربنا أمرنا أولا أن نوصي، ولما رآنا قد وقعنا في الحرج والشطط، علّمنا كيف نوصي، حتى لانقع في الجنف والإثم، ونكون مقسطين في الوصية.

والجدير بالذكر أن آيات المواريث جاءت في سياق أموال اليتامى، حيث قال تعالى، قبل أن يفصل المواريث:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا (١٠)

فالأصل في هذه الآيات هو الحفاظ على حقوق اليتامى، ثم الحفاظ على حقوق الآخرين، من الوالدين والأقربين، يقول شيخنا الفراهي:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مقام هذه الآية ينبئ أنها نزلت لحفظ حقوق اليتامى، وفاضت بركاتهم لسائر الوارثين، وكذلك أحكام النكاح." (٤٧)

بعد ما علمنا مناسبة نزول تلك الآيات، لم يعد عسيرا علينا أن نعرف أن المقصود من تلك الآيات، ليس فقط توزيع أموال الميت بين الأقربين، وإنما المقصود منها بالدرجة الأولى، الحفاظ على حقوق الضعفاء، وعلى رأسهم اليتامى.

لفظ الأولاد وشموله

ولفظ الأولاد، كما هو معلوم، يشمل البنين والبنات، ويشمل أبناء الابن وبنات الابن، وإن سفلوا، كما يشمل أبناء البنت وبنات البنت وإن سفلوا.

وليست دلالة الأولاد على أبناء الابن أو بنات الابن، أو أبناء البنت أو بنات البنت عن طريق المجاز، وإنما هي على الحقيقة، فلا يصح القول بأنه لايطلق هذا اللفظ على ابن الابن، أو بنت الابن، أو ابن البنت أو بنت البنت، إذا صح إطلاقه على الابن أوالبنت. فقد يطلق اللفظ على جميع معانيه معاً، وفي وقت واحد، مثل قوله تعالى:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (٢٣)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الفخر الرازي – رحمه الله:

كل امرأة رجع نسبك اليها بالولادة من جهة أبيك أو من جهة أمك بدرجة أو بدرجات، بإناث رجعت إليها أو بذكور فهي أمك. ثم ههنا بحث وهو أن لفظ الأم لا شك أنه حقيقة في الأم الأصلية، فأما في الجدات فإما أن يكون حقيقة أو مجازا، فإن كان لفظ الأم حقيقة في الأم الأصلية وفي الجدات، فإما أن يكون لفظا متواطئا أو مشتركا، فإن كان لفظا متواطئا أعني أن يكون لفظ الأم موضوعا بازاء قدر مشترك بين الأم الأصلية وبين سائر الجدات فعلى هذا التقدير يكون قوله تعالى: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أمهاتكم} نصا في تحريم الأم الأصلية وفي تحريم جميع الجدات، وأما إن كان لفظ الام مشتركا في الأم الأصلية وفي الجدات، فهذا يتفرع على أن اللفظ المشترك بين أمرين هل يجوز استعماله فيهما معا أم لا؟ فمن جوزه حمل اللفظ ههنا على الكل، وحينئذ يكون تحريم الجدات منصوصا عليه" (٤٨)

وقال: "كل أنثى يرجع نسبها اليك بالولادة بدرجة أو بدرجات، بإناث أو بذكور فهي بنتك وأما بنت الابن وبنت البنت فهل تسمى بنتا حقيقة أو مجازا؟ فالبحث فيه عين ما ذكرناه في الأمهات." (٤٩)

وقال: "النوع الثالث من المحرمات، الأخوات: ويدخل فيه الأخوات من الأب والأم معا، والأخوات من الأب فقط، والأخوات من الأم فقط." (٥٠)

وقال: "اتفقوا على أن هذه الاية تقتضي تحريم حليلة ولد الولد على الجَدّ، وهذا يدل على أن ولد الولد يطلق عليه أنه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من صُلْب الجَدّ، وفيه دلالة على أن ولد الولد منسوب إلى الجد بالولادة." (٥١)

حكم ابن الابن مع الأعمام

وهنا يأتي سؤال: إن مات رجل- مثلا- وترك من خلفه خمسة بنين، وبنتين، وولد ابن مات قبله، فماحكم ولد الابن؟ هل يكون من الوارثين، أم يكون من المحجوبين؟

الرأي السائد المشهور بين الفقهاء والمفسرين، أن ابن الابن يكون محجوبا بالأبناء، ولا يرث معهم. ولعل الذي ذهب بالناس إلى هذا الرأي، هو ما رواه البخاري من قول زيد بن ثابت، قال: "وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الاِبْنِ مَعَ الاِبْنِ" (٥٢)

فإن كان قول زيد هو حجة القائلين بحجب ابن الابن، بالابن أو بالأبناء، فقول زيد لا يفيد ذلك بهذا الإطلاق. وإنما الذي يفيده قول زيد أن ولد الابن لا يرث مع أبيه، فإنه من القواعد المعلومة في اللغة، أن المعرفة إذا أعيدت، كانت الأولى عين الثانية. فالابن الثاني هو الابن الأول، وهو أبو الولد. وهذا لا إشكال فيه، فإن الأب إذا ورثه، فكأنما ورثه الابن. وليس من حق الولد أن يرث جده مرتين، مرة بواسطة الأب، ومرة أخرى مباشرة بدون واسطة.

وإنما الإشكال فيما إذا كان أبوه قد توفي قبل جده، ولعل جده هو الذي كان يعوله، ويعنى بأمره في حياته، ويهمه أمره بعد وفاته، ولعل أباه هو الذي كان أحب أبنائه إليه، فهل يرث هذا اليتيم المفجوع المبتلى، جدّه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مع أعمامه، ويأخذ نصيب أبيه، أم يذوق الأمرّين: مرارة اليتم، ومرارة الحرمان؟!

حينما نرجع إلى آية الميراث، ونمعن النظر في سياقها، ومناسبة نزولها، نجد أن هذا اليتيم، وإخوته، وأخواته أولى الناس بميراث جدّهم، وليس هناك أي مانع من توريثهم مع أعمامهم.

حكم ابن البنت مع الأخوال

ومثل ذلك يقال في ابن البنت، أو بنت البنت، فإن البنت إذا ماتت، وتركت من خلفها ذرية ضعافا. فالجدّ هو الذي يعولهم، ويُعنى بأمرهم عادة، فإذا مات هذا الجد، فهل يرثه هؤلاء الضعاف مع من يرثه، ويأخذون نصيب أمهم المتوفاة، أم يحرمون ويحجبون؟

الرأي السائد المعروف أنهم يُحرمون ويُحجبون. وما الذي يقضي عليهم بالحجب والحرمان؟ لا شيء غير أنهم من أولي الأرحام، ومن هم أولو الأرحام؟

قال ابن الأثير: ذوالرحم هم الأقارب، ويقع على كل من يجمع بينك وبينه نسب، ويطلق في الفرائض على الأقارب من جهة النساء. (٥٣)

وهل تكون غضاضة على الأقارب، إذا كانوا من جهة النساء؟ حتى يحجبوا ويحرموا الميراث. والله سبحانه وتعالى يقول:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (٧)

فالله سبحانه وتعالى لم يفرق بين الرجال والنساء في الميراث، وجعل لهن نصيبا، مثل ما جعل للرجال نصيبا، سواء قلّ المال أوكثر، وجعل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للجميع نصيبا مفروضا. فليس لأحد أن يقدم فيه، أو يؤخر، أوينقص شيئا أو يزيد.

ثم الآيات التي جاءت في تفصيل المواريث. نرى فيها الاهتمام بأمر النساء أكثر وأشدّ. انظر معي تلك الآيات:

(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ)

(إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)

فالذكر، وإن جعل له مثل حظ الأنثيين، ولكن السياق يتنفس في ذكر أنصبة البنات، و يتنفس في ذكر أنصبة الأخوات، ويفصل حقوقهن تفصيلا، ويوجد في أمر النساء اهتمام أكثر وأشدّ مما يوجد في أمر الرجال، حتى لا تطغى أنصبة الرجال على أنصبة النساء.

تفضيل وتقديم بدون مبرر!

فمن أين جاء الفرق بين الأقارب من جهة الرجال، والأقارب من جهة النساء حتى جعل الأقارب من جهة النساء ذوي الأرحام، وجعل الأقارب من جهة الرجال، ذوي الفروض، ثم قدّم ذووالفروض، وأخّر ذووالأرحام؟

يقول الشيخ أسلم الجيراجي الهندي:

" ليت شعري بأي برهان يجعل فقهاؤنا العم، وابنه، وابن الأخ عصبة، ويورثونهم، ولايورثون العمة، وبنت العم، وبنت الأخ، ويعدّونهن ذوات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأرحام. وهكذا أم الأم عندهم ذات فرض، ترث من أولاد البنات، وأبو الأم من ذوي الأرحام، لايرث إلا إذا لم يكن هناك أحد من ذوي الفروض والعصبات، فيفرقون بين المرء وزوجه مع وحدة القرابة! (٥٤)

ولا يبعد أن يكون هذا التقسيم نظرا إلى الرواية التي رواها ابن جرير وغيره من رجال الحديث والتفسير، وهي كما يلي:

حدثنا بشر بن معاذ قال، حدثنا يزيد قال، حدثنا سعيد، عن قتادة:...وفيه: "قال: وذكر لنا أنّ أبا بكر الصديق رضي الله عنه قال في خطبته: ألا إنّ الآية التي أنزل الله في أول"سورة النساء" في شأن الفرائض، أنزلها الله في الولد والوالد. والآية الثانية أنزلها في الزوج والزوجة والإخوة من الأم. والآية التي ختم بها "سورة النساء"، أنزلها في الإخوة والأخوات من الأب والأم. والآية التي ختم بها "سورة الأنفال"، أنزلها في أولي الأرحام، بعضهم أولى ببعض في كتاب الله مما جرّت الرحِم من العَصَبة. (٥٥)

ولكن النظرة الفاحصة في سند هذه الرواية ومتنها تجعلنا نشك في صحتها.

أما سند الرواية، فمن رواتها يزيد، وهو يزيد بن زريع، قال عنه الذهبي:

يزيد بن زريع. شيخ رملي. لا يكاد يعرف. يروى عن عطاء الخراساني. ضعفه ابن معين، والدارقطني. (٥٦)

ويزيد بن زريع روى عن سعيد، وهو سعيد بن أبي عروبة، وقيل فيه ما يلي:

قال أبو نعيم: كتبت عنه حديثين، ثم اختلط، فقمت وتركته.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال بندار: حدثنا عبد الاعلى السامى - وكان قدريا - قال: حدثنا سعيد - وكان قدريا - عن قتادة - وكان قدريا.

عن مسلم بن إبراهيم قال: كتبت عن سعيد التصانيف فخاصمني أبي فسجرت التنور وطرحتها فيه. وقال أبو عمر الحوضي: دخلنا على سعيد بن أبي عروبة أريد أن أسمع منه، فسمعت منه كلاما ما سمعته.

وقال أحمد بن حنبل: كان قتادة، وهشام، وسعيد يقولون بالقدر، ويكتمونه. وقال أحمد: لم يسمع سعيد من الحكم، ولا من حماد، ولا من عمرو بن دينار، ولا من هشام بن عروة، ولا من زيد بن أسلم، ولا من إسماعيل بن أبي خالد، ولا من عبيد الله بن عمر، ولا من أبي بشر، ولا من أبي الزناد.وقد حدث عنهم كلهم - يعني يقول: عن، ويدلس. (٥٧)

وقال أبو بكر البزار: يحدث عن جماعة لم يسمع منهم. وقال الازدي: اختلط اختلاطا قبيحا. (٥٨)

والذي روى عنه سعيد، هو قتادة، ولقد أسلفنا عنه قول الشعبي: قتادة حاطب ليل!

تلك حال السند، وأما المتن، فهو أيضا لا يخلو من آفات، منها: أن لفظ أولي الأرحام في الآية ما جاء في مقابل ذوي الفرائض، كما تقول الرواية، وإنما هو في معنى ذوي القرابات عموما. قال الزمخشري:

(وَ أُوْلُو الارحام) أولو القرابات أولى بالتوارث، وهو نسخ للتوارث بالهجرة والنصرة. (٥٩)

وقال ابن كثير:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وليس المراد بقوله: {وَأُوْلُوا الأَرْحَامِ} خصوصية ما يطلقه علماء الفرائض على القرابة، الذين لا فرض لهم ولا هم عصبة، بل يُدْلون بوارث، كالخالة، والخال، والعمة، وأولاد البنات. وأولاد الأخوات، ونحوهم، كما قد يزعمه بعضهم ويحتج بالآية، ويعتقد ذلك صريحا في المسألة، بل الحق أن الآية عامة تشمل جميع القرابات. (٦٠)

ثم ليس فقط أن الآية الأولى في شأن الفرائض، بل الآية الثانية، بالإضافة إلى الآية الأخيرة، و هي آية الصيف، أيضا في شأن الفرائض. وإذاً فأمارات الوضع بادية على الرواية، ولا يمكن أبدا أن يكون ذلك من كلام سيدنا أبي بكر!

وبالجملة، فهذه التقسيمات الشائعة في علم الميراث، لا بد أن يعاد فيها النظر، فليس هناك أساس من علم، أو أثارة من علم، للفرق بين الذ كور والإناث في شأن الميراث.

وكلما توسع نطاق الميراث، وكثر عدد الوارثين، كان ذلك أقرب إلى طبيعة القرآن، فربنا سبحانه وتعالى لا يحب أن يكون المال دُولة بين الأغنياء، ولا يحب تكدّسه في أيد قليلة من الأقربين، وأما إذا كان هناك في الطابور يتامى، مثل ابن الابن، وبنت الابن مع الأعمام، أو مثل بنت البنت، أو ابن البنت مع الأخوال، فحجبهم من الميراث، ليس من القرآن في شيئ. وفيه حيف شديد لا يقره الإسلام!

لطيفة من لطائف النظم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقبل أن نقفل حديثنا عن آيات الميراث، نحب أن ننبه إلى لطيفة من لطائف النظم في تلك الآيات وهي أن الله سبحانه وتعالى ذكر أنصبة البنات، فقال:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

وذكر نصيب الأبوين فقال:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ.

وذكر نصيب الزوجين، فقال:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ.

وذكر أنصبة الأخت والأخوات، فقال:

إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ.

الشيء الذي نلاحظه في تلك الآيات أن الله سبحانه وتعالى قال في سياق البنات: (فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) مرة واحدة.

وقال في سياق الأبوين: (السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ) مرة واحدة.

وقال في سياق الزوج: (وَلَكُمْ نِصْفُ ما تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ) ثم قال مرة ثانية:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ)

وقال في سياق الزوجة: (ولَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ) ثم قال مرة ثانية:

(فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّاتَرَكْتُمْ)

وقال في سياق الأخت:(فَلَهَا نِصْفُ ما تَرَكَ)

وقال في سياق الأخوات: (فإنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ)

خلاصة الكلام: أن القرآن يركز في أمر الزوج والزوجة على أن يكون نصيبهما دائما مما ترك الميت، من غير أن يطرأ عليه نقص، لابد أن يكون نصيبهما كاملا غير منقوص.

فإذاكان للزوج النصف، فهذا النصف يكون نصف ما ترك الميت، وإذا كان له الربع، فهذا الربع يكون ربع ما ترك الميت.

وكذلك الزوجة، إذاكان لها الربع، فهذا الربع يكون ربع ما ترك الميت، وإذا كان لها الثمن، فهذا الثمن يكون ثمن ما ترك الميت.

وأما غير الزوج والزوجة فلم يذكر لهم لفظ (ما ترك) إلا مرة واحدة،كما رأينا في الآيات. وفيه إشارة إلى أن أصبة الآخرين أيضا تكون مما ترك الميت، ولكن إذا حدثت أية مشكلة في توزيع السهام، فلا مانع من أن يكون توزيع السهام مما تبقى من المال. لا مما ترك الميت.

وهذا الذي فعله سيدنا عمر فيما إذا ماتت المرأة عن زوج، وأب، وأم: فجعل للزوج نصف ما ترك الميت، وللأم ثلث ما تبقى بعد نصيب الزوج، وجعل للأب الباقي أى ثلثي ما تبقى. (٦١)

فإن الأم لو أخذت ثلث ما ترك الميت، نقص نصيب الأب من نصيبها، فإن الذي يتبقى للأب يكون أقل من الثلث، وهذا خلاف الأصل.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وهكذا يكون الأمر إذا اجتمع الصنفان من الإخوة: إخوة لأب وأم، أو إخوة لأب مع الإخوة لأم، حيث يكون التوزيع فيهم هكذا، أى: تدفع إلى ذوي الفرائض فرائضهم، ثم الباقي يوزع بين الإخوة، فإن كان أخ لأم، أخذ سدس ما تبقى، وإن كانا اثنين أو فوق الاثنين، أخذوا ثلث ما تبقى، والباقي يكون للإخوة الآخرين.

لطيفة أخرى من لطائف النظم

لقد ذكر الله سبحانه وتعالى في هاتين الآيتين أمر الوصية أربع مرات، مرة في الآية الأولى من آيتي الميراث، حيث قال تعالى:

(مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ)

وثلاث مرات في الآية الأخرى. حيث قال:

(مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍيُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ)

(مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ)

(مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ)

هذا الوضع إن دل على شيئ. فإنما يدل على وجوب الوصية، وأهميتها في دين الله، بل جاء الوجوب في سورة البقرة، ولقد أسلفنا الحديث عنها، وأما هذه السورة، ففيها ترغيب، وتحريض، وتشجيع وتأكيد للقيام بواجب الوصية.

وإن تعجب فعجب قول الذين قالوا: إن آية المواريث نسخت آية الوصية!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الشوكاني: "وقد اختلف أهل العلم في هذه الآية هل هي محكمة أو منسوخة؟...وقال كثير من أهل العلم: إنها منسوخة بآية المواريث مع قوله صلى الله عليه وسلم: (لا وصية لوارث) (٦٢)

وقال الماوردي:

"واختلف أهل العلم في ثبوت حكم هذه الآية، فذهب الجمهور من التابعين والفقهاء إلى أن العمل بها كان واجباً قبل فرض المواريث لئلا يضع الرجل ماله في البُعَدَاء طلباً للسمعة والرياء، فلما نزلت آية المواريث في تعيين المستحقين، وتقدير ما يستحقون، نسخ بها وجوب الوصية ومنعت السنّة من جوازها للورثة." (٦٣)

فإن كانت آية المواريث ناسخة لآية الوصية، فما بالها تؤكد تنفيذ الوصية، لا مرة واحدة، بل أربع مرات؟ وفي آية واحدة ثلاث مرات!

وسبق أن فصلنا القول، وبينا المناسبة بين آية الوصية وآية المواريث، بمافيه كفاية بإذن الله.

والآن نزيد فنقول:

أمر الله المؤمنين في آية الوصية في سورةالبقرة، أن يوصوا للوالدين والأقربين، ولكن أمر الوصية للأقربين، مع مراعاة القسط، وتجنب الجنف كان جدّ عسير، فكان من رحمة الله سبحانه، أن أنزل آية المواريث حتى يعلّم المؤمنين، كيف يوصوا، وسماها وصية من الله، فبعد نزول آية المواريث وجب على المؤمنين أن يوصوا حسب وصية الله، حتى يؤدوا الحقوق إلى أهلها، ويضعوا المواريث القسط، كما أراد الله.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومما يعرف بطبيعة الحال، أن الله سبحانه حينما وصى للوالدين والأقربين، لم تعد حاجة أن يوصى لأحد منهم مرة أخرى، ومن هنا قال النبي عليه السلام:

"إن الله عز وجل قد أعطى كل ذى حق حقه، ألا لا وصية لوارث". (٦٤)

ولم يكن ذلك نسخا لأي حكم، وإنما كان بيانا لما يفهم ويستنبط من النص، إذا جمعنا الآيتين.

وبعد ما تولى الله أمر الوصية للوالدين والأقربين، أفسح المجال أمام المؤمنين، حتى يوصوا لمن شاؤوا من إخوانهم المؤمنين، سواء من أولي الأرحام أو من غير أولي الأرحام، وكان المؤمنون يتمنون ذلك، وكانوا يحبون أن يخصصوا جزءا من أموالهم لإخوانهم الذين كانت تربطهم بهم آصرة الإيمان، دون أواصر القرابة والأرحام. أو فوق أواصر القرابة والأرحام، وليس من شأن المؤمن أن تكون أمواله حكرا على أولي الأرحام، على أساس الأرحام. بل لا بد أن يكون للصالحين المهاجرين المجاهدين فيها نصيب!

وعسى أن تكون إليه الإشارة في قوله تعالى في سورة الأحزاب:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا

فالمعروف هاهنا: يشمل، فيما يشمل، الوصية لهؤلاء المؤمنين المهاجرين.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وكان من فضل الله سبحانه وتعالى، أنه فصل وبيّن سهام الوالدين والأقربين، التي كانت مظنة الجنف والإثم، وترك للمرء أن يوصي فيما لا يخشى فيه الجنف والإثم، وإنما هو برّ وإحسان خالص.

ثم قيل في ختام تلك الآيات، آيات الوصية والمواريث:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٣) وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (١٤)

هذا الختام يدل على أن الأمر جدّ، والغفلة عن تطبيق تلك الأحكام كما أرادها الله، ذنب لا يغفر، والذي يتهاون بها، ويستبدل بها غيرها، يعرّض نفسه للعذاب المهين، ويعرض نفسه لنيران الجحيم!

فكان لزاما علينا، أن نتدبر تلك الآيات، كلمةً كلمةً، وندرسها دراسة دقيقة واعية، ثم نطبقها تطبيقا كاملا صارما، ولا ننصرف عنها لأجل روايات، تصرفنا عنها، نسأل الله أن يسدد خطانا، ويقوّم أمرنا، ويجعلنا ممن يستمعون القول، فيتبعون أحسنه.

هذا ما فتح علينا ربنا في تأويل تلك الآيات، فلننظر كيف جمع، سبحانه، بكل دقة و إيجاز، عيون مسائل الوصية والمواريث في ثلاث آيات، وكيف وضع في نظم الآيات، ما تحل به المشاكل، وتحل به المعضلات، التي يواجهها الناس في قسمة الميراث. فلك الحمد يارب على ما فتحت علينا من كنوز تلك الآيات. وكم نحصي ثناء عليك، فأنت كما أثنيت على نفسك.

هذا، وصلى الله على سيدنا محمد، وعلى آله وأصحابه أجمعين.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبت المراجع :

١. الجامع لأحكام القرآن:٥/٧٨، دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان. ١٤٠٥-١٩٨٥

٢. تفسيرالطبري، ضبط وتعليق: محمود شاكر، سورةالنساء: آية رقم ١٢، ٤/٣٥٥، دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢١-٢٠٠١

٣. الجامع لأحكام القرآن:٥/٧٨

٤. الزبيدي،تاج العروس :كلل

٥. السنن الكبرى للبيهقي:٦/٢٢٤، دارالفكر

٦. تفسيرأبي السعود، ٢/١٥٢، دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان.

٧. سنن البيهقي الكبرى، باب فرض الإخوة والأخوات للأم: ٦/ ١٢١٠٢/٢٣١

٨. فتح القدير: ١/٧٥، دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان. ١٤١٨-١٩٩٨

٩. سنن الترمذي، ص: ٤٧٢، رقم الحديث: ٢٠٩٥، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الأولى.

١٠. مقدمة صحيح مسلم، باب الكشف عن معايب رواة الحديث، ١/١٩، دار الكتب العلمية بروت لبنان.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١١. تهذيب التهذيب:٢/١٤٦، مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية، الهند، الطبعة الأولى.

١٢. سيرأعلام النبلاء:٤/١٥٤، مؤسسة الرسالة بيروت الطبعة الثالثة، ١٤٠٥-١٩٨٥

١٣. الكشاف عن حقائق التنزيل، رتبه وضبطه وصححه: مصطفى حسين أحمد: ١/٥٩٩، دارالكتاب العربي.

١٤. زادالمسيرفي علم التفسير: ٢/٢٦٦، المكتب الإسلامي للطباعة والنشر، الطبعة الأولى

١٥. تفسيرالطبري،سورةالنساء: ٤/٣٥٢.

١٦. ديوان الحماسة لأبي تمام، الجزء الأول، باب الأدب، ص: ٦١٣، إدارة الثقافة والنشر المملكة العربية السعودية ١٤٠١-١٩٨١

١٧. صحيح مسلم،باب ميراث الكلالة:٣/١٢٣٥

١٨. مسند أحمد:٣٥/٣٨٥/١٧٠٣٥، مؤسسة الرسالة: ١٤٢٠- ١٩٩٩

١٩. تهذيب التهذيب: ٥/٤٣

٢٠. ميزان الاعتدال:٢/٣٥٠، دار المعرفة بيروت لبنان

٢١. صحيح مسلم،باب ميراث الكلالة:٣/١٢٣٥

٢٢. البرهان في علوم القرآن:١/٣٢،٣١، دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان، الطبعة الثانية

٢٣. الفوز الكبيرفي أصول التفسيرللإمام ولي الله الدهلوي:١٦٢، كلية الشريعة وأصول الدين بدارالعلوم لندوة العلماء، لكناؤ، الهند، ١٤٠٥- ١٩٨٤

٢٤. مشكل الآثارللطحاوي:١١/٢٧٥/٤٥٤٦،المكتبة الشاملة، الإصدار الثاني

٢٥. تهذيب التهذيب:٢/٤٩

٢٦. ميزان الاعتدال:٤/٣٣٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٢٧. ثقات ابن حبان:٢٩٢/٨، دائرة المعارف العثمانية الطبعة الاولى بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن الهند ١٣٩٣ - ١٩٧٣

٢٨. صحيح مسلم،باب هي من أكل ثوما:٣٩٦/١

٢٩. تهذيب التهذيب:٣٥٣/٨

٣٠. كتاب المجروحين لابن حبان، تحقيق: محمود ابراهيم زائد: ١٨٧/١، باب الباء، دارالمعرفة بيروت لبنان.

٣١. كتاب المجروحين لابن حبان، تحقيق: محمود ابراهيم زائد: ١٣٩/٣،باب الباء.

٣٢. مصنف ابن أبي شيبة:٤٠٣/٧،مكتب الدراسات والبحوث في دارالفكر

٣٣. ميزان الاعتدال:٤٢٩/٢

٣٤. الأحكام الشرعية: ١٣٩/١٧٠،٣/٢، والمقارنات والمقابلات: ٢٣٤، نقلا من كتاب: الميراث في الشريعةالإسلامية للدكتورياسين أحمد إبراهيم درادكه :٣٦ مؤسسة الرسالة

٣٥. شرح المعلقات السبع للزوزني،ت:محمدعبدالقادرالفاضلي ص: ٦٧، منشورات دار مكتبة الحياة بيروت لبنان الطبعة الأولى ١٩٨٣

٣٦. الكشاف عن حقائق التنزيل، ٥٩٨/١

٣٧. الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان : ٦٠٠٢/٦١٠/٧، دار الكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الأولى ١٤٠٧- ١٩٨٧

٣٨. السنن الصغرى:٢٣٨٩/١٨٥/٢، المكتبة الشاملة، الإصدار الثاني

٣٩. ميزان الاعتدال:٥٥٣/٢

٤٠. تهذيب التهذيب:١٥٣/٦

٤١. ميزان الاعتدال:٣/٤

٤٢. تهذيب التهذيب:١٩٦/١

٤٣. السنن الكبرى للبيهقي:٢٣٣/٦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤٤. تهذيب التهذيب:٥/٢٦٨

٤٥. انظرالمبسوط للسرخسي:٢٩/١٦١، دارالمعرفة بيروت لبنان

٤٦. انظرالمبسوط للسرخسي:٢٩/١٦١

٤٧. مذكرات القرآن للفراهي، مخطوط

٤٨. التفسيرالكبير:١٠/٢٨، دارالفكر للطباعة والنشر والتوزيع

٤٩. أيضا:١٠/٢٩

٥٠. أيضا: ١٠/٢٩

٥١. أيضا:١٠/٣٦

٥٢. صحيح البخاري،(من موسوعة الحديث الشريف، الكتب الستة، باب ميراث ابن الابن إذالم يكن ابن، ص: ٥٦٣، دارالسلام للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.

٥٣. تاج العروس: رحم

٥٤. الوراثة في الإسلام، الأستاذ أسلم الجيراجي:٣٣، مكتبة الجامعة الملية الإسلامية بالهند

٥٥. تفسيرالطبري:٦/ ٤٩-٥٠

٥٦. ميزان الاعتدال:٤/٤٢٢

٥٧. ميزان الاعتدال:٢/١٥٢

٥٨. تهذيب التهذيب:٤/٦٤

٥٩. تفسيرالكشاف: ٢/٢٤٠

٦٠. تفسيرابن كثير: ٢/٤٣٦، دارالإشاعة ديوبند الهند، الطبعة الأولى ١٤٢٣ - ٢٠٠٢

٦١. انظر:المغني لابن قدامة :٦/٢٧٩. المكتبة الشاملة، الإصدار الثاني

٦٢. فتح القدير:١/٢٠١

٦٣. النكت والعيون: ١/٢٣٢، دارالكتب العلمية بيروت لبنان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦٤. السنن الكبرى للبيهقي: ٦/٢٤٤

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رپورٹ سیمینار

زبیر عالم اصلاحی

افتتاحی اجلاس

۶ رنومبر، وقت: ۳۰-۹ بجے صبح تا ۰۰-۱۱ بجے دوپہر

صدارت: ڈاکٹر عرفان احمد خاں نظامت: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

استقبالیہ	پروفیسر اشتیاق احمد ظلی
افتتاحی کلمات	پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی
کلیدی خطبہ	ڈاکٹر اوصاف احمد
کلمات تشکر	ڈاکٹر محمد راشد اصلاحی

دوسرا اجلاس

۶ رنومبر ۲۰۱۰- وقت: ۳۰-۱۱ تا ۳۰-۱ بجے دوپہر

صدارت: مفتی برکت اللہ نظامت: ڈاکٹر ابوذر متین

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	اسلام میں ربا کی تحریم-مختلف جہات کا تنقیدی جائزہ
مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	قرآن کی چند معاشی تعلیمات اور معاشرے سے ان کا ربط
مولانا نسیم ظہیر اصلاحی	قرآنی نظام معیشت کی بعض خصوصیات
ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، جامعی	قرآن مجید میں افزائش دولت کا تصور-ایک جائزہ

تیسرا اجلاس

۶ رنومبر- وقت: ۰۰-۶ تا ۱۵-۷ بجے شب

صدارت: پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی نظامت: ڈاکٹر ابوشارق

Afzal Peerzada: Quranic Perspective of Compensation Principle.

Hifzur Rab: Economic Chal'enge and its Qur'anic Analytical Solutior

Javed Jamil: Qur'an Disapproves Economic Fundamentalism.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا اجلاس

۶ رنومبر - وقت: ۱۵-۷ تا ۳۰-۸ بجے شب

صدارت: پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی — نظامت: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، جامعی

پروفیسر شاہ محمد وسیم — قرآنی معاشرہ، معیشت اور تجارت - ایک مختصر خاکہ

پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی — قرآنی معاشیات پر ادبیات کا ایک مختصر جائزہ

پانچواں اجلاس

۷ رنومبر - وقت: ۰۰-۹ تا ۰۰-۱۰ بجے شب

صدارت: مولانا سلطان احمد اصلاحی — نظامت: مولانا نسیم ظہیر اصلاحی

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی — اسلامی نظام وراثت میں عورت کا حصہ

ڈاکٹر محی الدین غازی — فساد فی الارض کا مالی اور معاشی پہلو قرآن مجید کی روشنی میں

چھٹا اجلاس

۷ رنومبر - وقت: ۰۰-۱۰ تا ۳۰-۱۱ بجے

صدارت: اوصاف احمد — نظامت: ڈاکٹر آصف اختر

Abdul Azim Islahi: An Investigation into the Relation between Riba'l-Qur'an and Riba'l-Hadith.

Dr. Irfan Khan: Tawhidi Perspctive of Economics.

Dr. Abu Shariq: Role of Informal Institutions in the Redistributive Scheme of the Qur'an.

اختتامی اجلاس

۷ رنومبر - وقت: ۳۰-۱۱ تا ۳۰-۱ بجے دوپہر

صدارت: ڈاکٹر عرفان احمد خان نظامت: ڈاکٹر سکندر علی اصلاحی

تاثرات	مندوبین
صدارتی کلمات	ڈاکٹر عرفان احمد خان
اختتامی کلمات	پروفیسر اشتیاق احمد ظلی
کلماتِ تشکر	پروفیسر عبدالعظیم اصلاحی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

MAASHI MASAIL
AUR
QUR'ANI T'ALIMAT

Proceeding of the Seminar

Edited by
AUSAF AHMAD
ABDUL AZIM ISLAHI

'IDARAH ULOOM AL-QUR'AN
P. Box No. 99, Sir Syed Nagar,
Aligarh-202 002 (india)